ہندوستان میں چھاپہ خانہ

اے۔ کے۔ پرولکر

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی

ہندوستان میں چھاپہ خانہ

آغاز و ابتدائی تاریخ

مصنف
اے. کے. پر ولکر

مترجم
علی ابن الحسین زیدی

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند
ویسٹ بلاک۔ا، آر۔کے۔پورم، نئی دہلی۔110066

پیش لفظ

انسان اور حیوان میں بنیادی فرق نطق اور شعور کا ہے۔ ان دو خداداد صلاحیتوں نے انسان کو نہ صرف اشرف المخلوقات کا درجہ دیا بلکہ اسے کائنات کے اُن اسرار و رموز سے بھی آشنا کیا جو اسے ذہنی اور روحانی ترقی کی معراج تک لے جاسکتے تھے۔ حیات و کائنات کے مخفی عوامل سے آگہی کا نام ہی علم ہے۔ علم کی دو اساسی شاخیں ہیں باطنی علوم اور ظاہری علوم۔ باطنی علوم کا تعلق انسان کی داخلی دنیا اور اس دنیا کی تہذیب و تطہیر سے رہا ہے۔ مقدس پیغمبروں کے علاوہ، خدارسیدہ بزرگوں، سچے صوفیوں اور سنتوں اور فکر رسا رکھنے والے شاعروں نے انسان کے باطن کو سنوارنے اور نکھارنے کے لیے جو کوششیں کی ہیں وہ سب اسی سلسلے کی مختلف کڑیاں ہیں۔ ظاہری علوم کا تعلق انسان کی خارجی دنیا اور اس کی تشکیل و تعمیر سے ہے۔ تاریخ اور فلسفہ، سیاست اور اقتصاد، سماج اور سائنس وغیرہ علم کے ایسے ہی شعبے ہیں۔ علوم داخلی ہوں یا خارجی ان کے تحفظ و ترویج میں بنیادی کردار لفظ نے ادا کیا ہے۔ بولا ہوا لفظ ہو یا لکھا ہوا لفظ، ایک نسل سے دوسری نسل تک علم کی منتقلی کا سب سے موثر وسیلہ رہا ہے۔ لکھے ہوئے لفظ کی عمر بولے ہوئے لفظ سے زیادہ ہوتی ہے۔ اسی لیے انسان نے تحریر کا فن ایجاد کیا اور جب آگے چل کر چھپائی کا فن ایجاد ہوا تو لفظ کی زندگی اور اس کے حلقہ اثر میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔

کتابیں لفظوں کا ذخیرہ ہیں اور اسی نسبت سے مختلف علوم و فنون کا سرچشمہ۔ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کا بنیادی مقصد اردو میں اچھی کتابیں طبع کرنا اور انھیں کم سے کم قیمت پر علم و ادب کے شائقین تک پہنچانا ہے۔ اردو پورے ملک میں سمجھی جانے والی بولی جانے والی اور پڑھی جانے والی زبان ہے بلکہ اس کے سمجھنے، بولنے اور پڑھنے والے اب

ساری دنیا میں پھیل گئے ہیں۔ کونسل کی کوشش ہے کہ عوام اور خواص میں یکساں مقبول اس ہر دلعزیز زبان میں اچھی نصابی اور غیر نصابی کتابیں تیار کرائی جائیں اور انھیں بہتر سے بہتر انداز میں شائع کیا جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے کونسل نے مختلف النوع موضوعات پر طبع زاد کتابوں کے ساتھ ساتھ دوسری زبانوں کی معیاری کتابوں کے تراجم کی اشاعت پر بھی پوری توجہ صرف کی ہے۔

یہ امر ہمارے لیے موجب اطمینان ہے کہ ترقی اردو بیورو نے اور اپنی تشکیل کے بعد قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نے مختلف علوم و فنون کی جو کتابیں شائع کیں ہیں، اردو قارئین نے ان کی بھرپور پذیرائی کی ہے۔ کونسل نے اب ایک مرتب پروگرام کے تحت بنیادی اہمیت کی کتابیں چھاپنے کا پروگرام شروع کیا ہے، یہ کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جو امید ہے کہ ایک اہم علمی ضرورت کو پورا کرے گی۔

اہلِ علم سے میں یہ گزارش بھی کروں گا کہ اگر کتاب میں انھیں کوئی بات نادرست نظر آئے تو ہمیں لکھیں تاکہ جو خامی رہ گئی ہو وہ اگلی اشاعت میں دور کردی جائے۔

ڈاکٹر محمد حمیداللہ بھٹ
ڈائرکٹر
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارتِ ترقی انسانی وسائل، حکومتِ ہند، نئی دہلی

فہرست مضامین

مقدمہ

ہندوستان میں چھاپہ خانہ کی چار سو سالہ یادگار کے موقع پر جناب اے۔ کے۔ پریولکر نے اصل کتاب انگریزی میں لکھی۔ زیر نظر کتاب "ہندوستان میں چھاپہ خانہ۔ آغاز وابتدائی تاریخ" اسی کا اردو ترجمہ ہے۔

یہ حقیقت تو اب محتاج بیان نہیں ہے کہ تاریخ عالم میں متحرک ٹائپ کی ایجاد نے علم و دانش کی دنیا میں ایک ایسا موثر انقلاب برپا کیا جس کے تاثرات نہ صرف یہ کہ دیرپا ہیں بلکہ موجودہ دنیا کی بقا تک باقی رہیں گے۔ علم جو اس سے قبل صرف چند امراء اور سرمایہ داروں کی ملکیت سمجھا جاتا تھا، چاہے وہ براعظم چین ہو۔ یا بابل و نینوا کی بستیاں یا یونان و روم کے قصر و گرجا اب اس ایجاد کی بدولت ان چہار دیواریوں سے نکل کر عوام کو اپنی دولت سے مالا مال کرنے لگا ہے۔

چھاپہ خانہ کی تاریخ میں یہ بات اب وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ سب سے پہلے چین میں سن 888 عیسوی کے قریب چھپائی کا آغاز ہوا۔ عربوں نے یہ فن اور کاغذ بنانا چین سے سیکھا اور پھر کافی ترقی دی۔ بغداد اور قاہرہ نے کاغذ بنانے اور نتیجتاً چھپائی کے فن کو فروغ دینے میں اہم حصہ ادا کیا، اور جب یہاں تہذیب و تمدن کی رفتار ماند ہونے لگی تو یہ فن پندرھویں صدی میں یوروپ منتقل ہوا۔ یوروپ سے سفر کرتا ہوا یہ فن سن 1556ء میں گوا کے مقام پر ہندوستان میں سکونت پذیر ہوا۔

ہندوستان میں اس کے سکونت کرنے، گوا سے مدراس، مدراس سے بنگال آنے جانے کی تاریخ بہت دلچسپ ہے۔ اور قدرتی طور پر فن طباعت کی ترقی و تنزل، تیز گامی و سست رفتار کا عجیب مرقع ہے۔ جہاں یہ مختلف افراد کی سرگرمی عمل اور مذہبی جوش و ولولہ کی داستان ہے۔ وہاں یہ ان افراد و اداروں کی نشاندہی بھی کرتی ہے جنھوں نے چھاپہ خانہ کی مخالفت میں اپنی توانائیوں کا سارا زور صرف کر دیا، چاہے وہ ہند میں حکام کا طبقہ ہو یا انگلستان کی مجلس قانون سازیہ

میں طویل بحثوں کا سلسلہ۔ اردوداں طبقہ کے لیے بالخصوص یہ امر باعث دلچسپی ہوگا کہ آزاد پریس (صحافت) کے خلاف جنگ، جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے، برطانوی حکمرانوں اور ہند کے عوام میں ہوئی، دراصل صحیح نہیں ہے بلکہ یہ نبرد آزمائی برطانوی حکمراں طبقہ اور ان چند نہتے غیر ملکی افراد کے درمیان ہوئی جن کا حکومت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ ان میں خاص طور سے مبلغین اور کچھ سرکردہ صحافی ہیں جن میں جیمس سلک بکنگھم و آرنٹ سرفہرست ہیں۔

دراصل ہندوستان میں چھاپہ خانہ کی تاریخ مبلغین کی تاریخ سے وابستہ ہے کیونکہ یہاں چھاپہ خانہ کا آغاز عیسائیت کے فروغ کے ساتھ ہوا۔ لہذا اس کو بھی ان تمام نشیب و فراز سے گزرنا پڑا جس سے کہ مبلغین عیسائیت کو سابقہ پڑا، چاہے وہ یسوعی مبلغین ہوں یا بپتستاتی یا امریکی مبلغین عیسائیت لہذا چھاپہ خانہ کی تاریخ اپنے دامن میں اردوداں طبقہ کے لیے بہت ہی اہم اور دلچسپ واقعات کو لیے ہوئے ہے۔ اور اس کتاب کو مفید بنانے کیلیے مترجم نے ضمیمہ کے طور پر مصطلحات، اہم تاریخیں، نقشہ، کتابیات کا اضافہ کیا ہے۔ متن میں جہاں کتاب کا حوالہ آیا وہاں نقل الفاظ کے ساتھ اردو ترجمہ بھی دیا ہے۔ جبکہ وہ کتابیات جو حواشی کے طور پر ہیں وہاں صرف نقل الفاظ ہی سے کام لیا ہے۔

اصل کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ ہند میں چھاپہ خانہ کے آغاز و ابتدا کی تاریخ ہے تو دوسرا حصہ کونکنی زبان کے نشیب و فراز کی داستان۔ لہذا صرف پہلے حصہ کا ترجمہ اس کتاب میں پیش کیا گیا جس سے اردوداں طبقہ کما حقہ استفادہ حاصل کر سکے۔ اور مزید تلاش و جستجو کے لیے اور بالخصوص اردو زبان کی چھپائی کی تاریخ فراہم کرنے کے سلسلے میں ایک سنگ میل کا کام دے۔

مجھے امید ہے کہ قارئین اردو کے لیے ترقی اردو بورڈ کی وساطت سے ترجمہ کی اس کوشش کو پسند کیا جائے گا۔

علی ابن الحسین زیدی

باب — 1

گوا میں چھاپہ خانہ

یسوعی (جیوئٹ) مبلّغین کا کام

ابتدائی تاریخ

"نقل سازی" کا تصور، جو چھاپہ کی تکنیک کی بنیاد ہے، ہندوستان میں زمانہ قدیم سے پایا جاتا ہے۔ پانچ ہزار سال پرانی مزین مہریں جو موہن جوڈارو کی کھدائی میں دریافت ہوئی تھیں، ان کی تصاویر سرجان مارشل کی مرتبہ کتاب (1) Mohenjo-Daro and The Indus Civilization. کے تیسرے حصہ میں دی گئی ہیں۔ خاتم مہروں (مدرا) کا بھی علم، جو اسی خیال کی عکاسی کرتی ہیں ہندوستان میں زمانۂ قدیم سے چلا آرہا ہے۔ لفظ "مدرا" بمعنیٰ مہر کوٹلیا (2) کی "ارتھ شاستر" (مصنفہ تقریباً 400 سال ق۔م تا 400 عیسوی) میں ملتا ہے۔ لیکن اس تصور کی فن طباعت کی شکل میں تکمیل ہندوستان میں ظہور میں نہیں آئی۔

فن طباعت کا مبدا چین سے منسوب کیا جاسکتا ہے، جہاں بُدھ مت کی ترویج کے لیے مذہبی ادب اور تصاویر کی اشاعت کی ضرورت اس ایجاد کا سبب بنی۔ خیال کیا جاتا ہے کہ بلاک چھپائی کا مہاتما بُدھ کی تصاویر چھاپنے کے لئے 650 عیسوی میں استعمال کیا گیا۔ سرارل اسٹین نے 1907ء میں چین میں "ہزار بدھ" نامی غار میں ایک کتاب "ہراکا سوترا" دریافت کی جو سن 868 کی خیال کی جاتی ہے۔ یہ آج تک کی کتب میں سب سے قدیم کتاب مانی جاتی ہے۔ یہ 8 ورقہ متن پر مشتمل ہے، جس کا ہر ورق ½2 فٹ لمبا اور 1 فٹ چوڑا بمعہ ایک چھوٹے ورق کے جو چوبی نقوش سے مصور ہے، یہ سب ایک دوسرے سے چسپاں کر کے 16 فٹ لمبا ایک مسلسل تھان بناتے ہیں۔ پی شنگ نے 1041 میں چینی مٹی کے ٹائپ بنائے جو ایک آہنی شکنجہ میں نصب کیے گئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے ٹین کے ٹائپ بھی بنائے تھے۔ ترقی کا دوسرا

---

(1) سرجان مارشل: موہن جوڈارو اینڈ دی انڈس سویلائزیشن (تصویری ورقہ 102 تا 116) لندن، 1931ء

(2) ارتھ شاستر آف کوٹلیہ، مرتبہ آر۔ شاما ساستری (میسور یونیورسٹی) میسور 1915، صفحہ 110

قدیم چوبی ٹائپ تھے، جو وانگ چانگ نے 1314ء میں بنائے۔ کوریا کے بادشاہ جنرل لی نے سن 1392ء میں دھات کے ٹائپ کا ایک ڈھلائی خانہ قائم کیا اور ایک کتاب تانبے کے بنے ہوئے کوریائی حروف سے چھاپی، یہ آج بھی موجود ہے۔ (3)

یورپ میں متحرک ٹائپ سے چھاپنے کا کام پندرھویں صدی میں شروع ہوا، حالانکہ وہاں بلاک کی چھپائی کا علم بہت پہلے سے تھا۔ یہ امر آج بھی بحث طلب ہے کہ یورپ نے یہ ایجاد بجائے خود کی یا یہ کہ چین کی ایجاد سے اس کا اشتقاق تھا۔ خود یورپ میں اس ایجاد کو مختلف اشخاص گٹنبرگ باشندۂ مینز (جرمنی)، کاسٹر باشندۂ ہارلم (ہالینڈ)، جوہانس برٹیو، باشندۂ بروگس (بلجیم)، پامفیلو کاسٹیلڈے باشندۂ فیلٹر (اطالیہ) وغیرہ سے منسوب کیا جاتا ہے۔ ایسی پہلی کتاب جس پر طباعت کی تاریخ مذکور ہے، فسٹ اور شوئفر نے 1957 میں چھاپی۔ تخمیناً یورپ میں طباعت کا کام مندرجہ ذیل انداز میں پھیلا :-

اٹلی 1465	فرانس 1470	اسپین 1474
انگلینڈ 1474	ڈنمارک 1482	سویڈن 1483
پرتگال 1495	روس 1553	

جیسا کہ ہم آئندہ ذکر کریں گے چھاپے کا فن ہندوستان میں 1556ء میں آیا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ سب سے پہلی کتاب جو امریکہ میں طبع ہوئی وہ "Bay Psalm Book" ہے اور اس کا سن طباعت 1640ء تھا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لاطینی امریکہ میں کتب اس سے قبل بھی طبع ہو چکی تھیں۔ مثلاً ایک کتاب بعنوان "Cathecismo en Langna Timuguana y Castellano" مصنفہ فرانسسکو پانچیو 1627ء میں میکسیکو میں چھپی۔ جس کا حوالہ ہمیں "ببلیو تھیکا مارسیڈینا" میں ملتا ہے۔ (4)

گوا میں چھاپہ خانہ کے فن کا ورود

چھاپہ خانہ کا فن ہندوستان میں سب سے پہلے 6 ستمبر 1556ء کو پہنچا۔ اور اس کا یہاں ورود بھی ایک خوش اتفاقی کا نتیجہ تھا۔ یورپ کے باہر فن طباعت کا استعمال عموماً عیسائی مذہب کی تبلیغ کے سلسلے میں ہوا۔ مثلاً ہمیں پتہ چلتا ہے کہ سینٹ فرانسس زیویر نے 1549ء میں اپنے خط میں

---

(3) ملاحظہ ہو۔ ٹی۔ ایف۔ کارٹر : دی انوینشن آف پرنٹنگ اِن چائنا اینڈ اٹس اسپریڈ ویسٹ وارڈ۔ نیویارک 1931

(4) ببلیوتھیکا مارسیڈینا۔ لندن 1827، صفحہ 145

اس خوا ہش کا اظہار کیا کہ عیسائی ادب کو جاپانی زبان میں چھاپا جانا چاہیے ۔ (5) البتہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گوا میں اس وقت چھاپہ خانہ کی کوئی فوری ضرورت محسوس نہیں کی گئی ۔ کیونکہ وہاں عیسائیت کو فروغ دینے کے لیے سیاسی طاقت پر اعتمادِ کلی کا رجحان زیادہ تھا ۔ اور جو چھاپہ خانہ بالآخر گوا میں پہنچا وہ دراصل حبش میں عیسائی مذہب کی تبلیغ کے لیے مقصود تھا ۔ لیکن حالات کچھ اس طرح کے ہو گئے کہ اس کو راستہ میں گوا ہی میں رکنا پڑا ۔

یہ بات خالی از دلچسپی نہیں ہے کہ گوا میں بھی اہل عقل و دانش ہندوستانی زبانوں میں عیسائی ادب کی امکانی تعلیمی افادیت کو محسوس کرنے لگے تھے ۔ اس کا اظہار "گوا میں" کا ساؤ تی سانتافی سے وابستہ ایک یسوعی پادری ، راہب جانس دی بیرا کے خط مورخہ 20-11-1545 سے جو اس نے اپنے افسرِ اعلیٰ کو روم میں لکھا ، ہوتا ہے ۔ یہ ادارہ نو عیسائیوں کی مذہبی تلقین کے لیے تھا ۔ اس وقت اس کالج میں 52 متعلم تھے ، یعنی 8 گوا کے باشندے ، 5 کناری ، 9 ملیالی ، 2 بنگالی ، 2 پیگو کے باشندے ، 6 مالی (ملاکا کے باشندے) ، 4 مکاسے ، 6 گجراتی ، 2 چینی ، 4 حبشی (حبش کے باشندے) ، 4 زنگی ۔ (6)

راہب جانس دی بیرا لکھتے ہیں :-

"اس کالج میں جو 'پاک عقیدہ کا گھر' کے نام سے موسوم ہے ، مختلف اقوام کے 60 نوجوان ، جو ایک دوسرے سے بالکل جداگانہ نو مختلف زبانوں کے بولنے والے ہیں ، رہتے ہیں ۔ ان میں سے بیشتر ہماری ہی زبان پڑھتے اور لکھتے ہیں ، اور ساتھ ہی اپنی زبان بھی پڑھنا اور لکھنا جانتے ہیں ۔ ان میں سے کچھ لاطینی خاصی اچھی طرح جانتے اور شاعری کا مطالعہ کرتے ہیں ۔ لیکن استاد اور کتابوں کی کمی کی وجہ سے کماحقہٗ فائدہ نہیں اٹھا سکتے ۔ عیسائی مجموعۂ عقائد کو ان تمام زبانوں میں شائع کیا جا سکتا ہے ۔ اگر اعلیٰ اقدس اس کی اجازت دے دیں ۔" (7)

ایک خط جس کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ 1526ء میں حبش کے شہنشاہ نے بادشاہِ پرتگال ، ڈی ۔ ونیل کو لکھا جس میں اس نے موخر الذکر سے درخواست کی وہ اسے کچھ فنکار

---

(5) جارجیس شرہیر اینڈ جوزیفس وکی : ایپسٹولا ایس ۔ فرانسسکی زیویری سکنڈ ۔ روم 1945 صفحہ 211
(6) جوزیفس وکی : دو کومینٹا انڈیکا ، جلد 1 ، روم 1948 صفحہ 120
(7) ایضاً صفحہ 58

حبش بھیجے جو "کتابیں تیار کرنے میں مہارت رکھتے ہوں": یہ خط گاسپر کوریا کی لنڈاس دا انڈیا میں شائع ہوچکا ہے (8) ڈی، مونیل کا انتقال اس خط کے پہنچنے سے قبل ہی ہوگیا۔ اس لئے یہی درخواست اس کے بیٹے ڈی۔ جاڈ سے کی گئی۔ کئی پرتگالی عالموں کا خیال ہے کہ یہ درخواست دراصل ٹائپ کے ماہرین کے لئے تھی اور یہ کہ یہ 1556 میں منظور بھی ہوگئی تھی۔ ایک خط مورخہ 30 اپریل 1556ء سے کہ جو راہب گاسپر کلازلے نے سینٹ اگنیشس کو لکھا یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ جہاز ایک چھاپہ خانہ اور چند ماہرین کو لے کر 1556ء میں مشرق کے لئے روانہ ہوئے۔ یہ خط راہب ایکاری کے مرتبہ "یسوعی خطوط" کی دسویں جلد میں شائع ہوا ہے۔ (9) چونکہ مصنف ہذا کو اس جلد کا اصلی نسخہ دستیاب نہ ہوسکا اس لئے اس خط کا ایک خلاصہ جو کہ راہب سی۔ جی۔ رودالیس سے حاصل ہوا۔ نیچے نقل کیا جاتا ہے:۔

"یسوعی مبلغین کا پہلا دستہ دریائے ٹاگوس پر بمقام بیلم، جہاز پر سوار ہوکر 29 مارچ 1556ء کو، سینٹ اگنیشس لیولا کے باشندے کے انتقال سے چار ماہ قبل، حبش کے لئے روانہ ہوا۔ یہ دستہ راہب جان نس، اسقف حبش، راہب اندریودی اوویدو، بشپ ہرپولس، اور جس کا تقرر بحیثیت جانشین اسقف ہوا۔ راہب جان گلڈیس تین "انصار" انجمن اور چند نوجوان جو اس ادارہ میں داخلے کے خواہشمند تھے، پر مشتمل تھا۔ ان میں سے ایک انصار۔ جان دی بستامانتے تھا جو فن طباعت سے واقف تھا۔

بادشاہ ڈی۔ جاؤ۔ شاہی خاندان اور چند دوسرے دوستوں کا اس مہم کے افراد کے ساتھ فیاضانہ سلوک تھا۔ بادشاہ نے اسقف کے ہمراہ ایک خوش کردار ہندوستانی اور ایک قابل و تجربہ کار طابع کو شامل کر دیا تھا تاکہ وہ بستامانتے کی مدد کرے جو اپنے ساتھ گوا کے لئے ایک چھاپہ خانہ لئے جا رہا تھا۔ یہ تمام اطلاعات ایک عینی شاہد نے ہم کو دی ہیں:" (10)

ہم عصر دستاویزات اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ ان 14 یسوعیوں میں سے اکثر جو اس سفر پر روانہ ہوئے، حبش جا رہے تھے۔ (11)

---

(8) گاسپر کوریا: لنڈاس دا انڈیا، جلد 3 سن 1862ء صفحہ 58

(9) ۔ ہم ایقو پیکرم اسکرپچرس آکسیڈنٹل ان ڈی ٹی اے سکیولو XVI اینڈ XIX، روم 1903 تا 1910ء

(10) سی جی۔ رودالیس: ارلی جیسوئٹ پرنٹنگ ان انڈیا۔ دی جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، جلد 9 ن 4 اپریل 1913 صفحات 155 — 154

(11) ڈی: ایضاً جلد 3 روم 1954 صفحہ 473

حبش کا منتخب شدہ اسقف بھی چھاپہ خانہ کے ہمراہ تھا۔ چونکہ اس وقت ہنر موئز کا وجود نہ تھا اس لئے پرتگال سے حبش کو جانے والے اشخاص راس امید سے ہوتے ہوئے گوا قیام کرتے اور پھر حبش کو روانہ ہوتے۔ بنابریں اسقف نے بھی معہ چھاپہ خانہ گوا میں قیام کیا۔ جنوری 1557 کو جس وقت کہ اسقف حبش جانے کی تیاری میں مصروف تھا، گوا کے گورنر نے چند جائز وجوہات کے پیش نظر، اس سے گوا ہی میں مزید قیام کے لئے کہا۔ لہذا اس نے گوا ہی میں قیام کیا اور وہیں 22 دسمبر 1562 کو اس کا انتقال ہوا۔ اور یوں وہ خود اور وہ چھاپہ خانہ جس کو وہ اپنے ہمراہ لئے جا رہا تھا، گوا سے نہ جا سکا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت حبش کے شاہنشاہ اور مبلغین کے تعلقات کشیدہ تھے۔ غالباً 1556 میں چھاپہ خانہ مبلغین کی درخواست پر بھیجا جا رہا تھا نہ کہ شاہنشاہ کی۔ اور اس طرح گوا سے اسقف کی روانگی میں دیر کے لئے یہ کشیدہ تعلقات توضیح کر سکتے ہیں۔

لیکن ہمیں ایسا پتہ چلتا ہے کہ حبش کے مبلغین کی چھاپہ خانہ کے لئے درخواست جاری رہی۔ ایک خط میں جو کہ روم کے محافظ مطران نے سولہویں صدی کے آواخر میں لکھا مندرجہ ذیل عبارت ملتی ہے :۔

"چونکہ ہمارے لئے لازم ہے کہ ہم بہت سے رسالہ جات تصنیف کریں اور ان کو کافی تعداد میں تقسیم کریں، لیکن یہ اس وقت تک بہ آسانی ممکن نہیں جب تک کہ ہم ان کو نہ چھاپیں، لہذا ہم حضور اقدس سے گزارش کرتے ہیں کہ ہم کو ایک مطبع معہ حبشی ٹائپ، جو کہ روم میں دستیاب ہے، بھیجدیا جائے اور ایک یا دو ایسے اشخاص بھی جو کہ فنِ طباعت جانتے ہوں۔" (12)

ایسی ہی ایک درخواست 1628 میں بھی کی گئی۔ لیکن ہم کو ایسی کوئی شہادت نہیں ملتی کہ حبش میں مطبع شروع ہوا۔ اس کے برخلاف، یہ پتہ چلتا ہے کہ مطبوعہ تصانیف گوا سے بھیجی جاتی تھیں۔ ہمیں آئندہ ایک کتاب موسومہ "میگ سیف اسیتاف" کے ذکر کا موقع آئے گا جو کہ سینٹ پال کالج میں 1642 میں حبش کے استعمال کے لئے طبع ہوئی۔

وافر شواہد ایسے ہیں جو یہ واضح کرتے ہیں کہ یہ مطبع جو دراصل حبش کے لئے تھا، بعد میں

---

(12) گوانا، لاب۔ مکتوب 1580ء تا 1589ء، فولیو 2، ڈوکومنٹ 143 (منقولہ جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، جلد 9 ن 4 صفحات 156 تا 155

گوا ہی میں قائم ہو گیا۔ ان خطوط میں جو 1559ء میں لکھے گئے، ان میں طابع بُستا ماننے کو "حبشی" سے منسوب کیا جاتا ہے۔ (13) اس کے علاوہ ایک اور خط ہے جس میں گوا کے منتخب اسقف نے 26 نومبر 1559ء کو صاف صاف الفاظ میں لکھا کہ انھوں نے حبشی حروف پر مشتمل ٹائپ کے سانچے اور کلوخۂ فلزی بنائے جانے کا انتظام کیا جو ایک مطبع میں استعمال کیے جا سکیں، جس کو وہ خود حبش لے جانے کا ارادہ رکھتے تھے:۔

"اس نے سانچے، کلوخۂ فلزی، تزئینی ٹائپ، اور دوسری چیزیں جو مددِ حروف گزاری وسلطنت حبش میں رائج چھپائی میں مستعمل حروف کے لیے بنوائیں۔ مجھے بڑی خوشی ہوگی کہ عیسائی مجموعۂ عقائد، دستورِ اعترافِ دین اور دوسری ضروری کتابیں لکھی جائیں، کیونکہ اتنے وسیع علاقہ میں عقائد کی تعلیم ان کی زبان میں شائع شدہ وافر کتب کے بغیر ممکن نہیں، اور یہ سب میں نے اب تک اس سامان کی مدد سے شائع کیا ہوتا جواب میرے پاس رہتا ہے (14)

البتہ ہم عصر دستاویزات میں مطبع بردار جہاز کے گوا پہونچنے کی تاریخوں میں کچھ کنفیوژن ہے۔ مشہور جیسوئٹ مؤرخ فرانسسکو ڈی سوزا کے مطابق راہب بالتھیشر ٹیلس نے اپنے 'روزنامچہ' میں لکھا کہ وہ گوا اگست 1556 کے اوائل میں پہنچے۔ لیکن بعد میں انھوں نے اپنی تصنیف "ہسٹوریا دی ایتھوپیا" میں صحیح تاریخ کا تعین 3 ستمبر کیا۔ (15) اندرے گالڈمیس، جو خود شریکِ سفر تھا، اپنے ایک خط مورخہ 4 نومبر 1556ء میں لکھتا ہے کہ وہ گوا 3 ستمبر بروز اتوار پہنچے۔ (16) لیکن 3 ستمبر اتوار کا دن نہیں تھا۔ راہب فرانسسکو ڈدرلیگائس، دوسرے شریکِ ہم سفر، اپنے ایک خط میں، جو سینٹ پال کالج گوا سے 2 نومبر 1556ء میں لکھا گیا، بیان کرتے ہیں کہ وہ گوا 6 ستمبر کو پہنچے:۔

"چونکہ ہم مارچ کے اختتام سے دو دن قبل شہرِ لسبن سے رخصت ہوئے اور گوا کے شہر میں 6 ستمبر کو پہنچے، یعنی پانچ ماہ اور آٹھ دن میں، اور ان سے 18 یا 19 دن موزمبیق میں

---

(13) دکی، جلد 4، روم 1956 صفحات 302، 460، 473

(14) ایضاً صفحہ 456

(15) فرانسسکو ڈی سوزا۔ "اورینٹے کنکویستادو آ جیسس کرستو" کون۔ دی 2 تا 22 بمبئی 1881ء

(16) دکی جلد 3 صفحہ 499 صفحہ 508

لطف اندوز ہوئے، اس طرح ہمارا سفر ساڑھے چار ماہ سے کچھ زیادہ رہا۔ بحری راستہ جس سے ہو کر ہم یہاں پہنچے تقریباً 4000 فرسنگ (تقریباً 12000 میل) تھا۔ یہاں پر چار جہاز ایک ساتھ پہنچے جن میں سے تین پر ہماری انجمن کے کل افراد سوار تھے۔ اگر یہ سفر چھ ماہ میں طے کیا جائے تو یہ مناسب خیال کیا جاسکتا ہے، لیکن یہی اگر اس سے زیادہ وقت لے تو بہت نامناسب ہے، اور اگر اس سے کم وقت لے تو بہت بہتر ہے۔" (17)

چونکہ اس تاریخ کو اتوار کا دن تھا اس لئے یہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ 6 ستمبر 1556 ہی وہ تاریخ تھی جب ہندوستان میں مطبع کا ورود ہوا۔

راہب جاؤنس براؤ، حبش کے منتخب اسقف، اپنے ایک خط مورخہ 6 نومبر 1556ء میں بیان کرتے ہیں کہ گوا میں مطبع کے ورود کے فوراً بعد ہی مطبع نے کام شروع کیا۔ وہ لکھتے ہیں :۔

" ان مقالہ جات پر عام بحث ہوئی، گویا کہ یہ سب کومبرا میں منعقد ہوئے ہوں اور ان میں عوام کا ایک ہجوم اور پادری شریک ہوئے ہوں۔

جان نے ان مقالہ جات اور دوسری چیزوں کو شائع کیا اور ان سے اچھے نتائج نکل رہے ہیں اور آئندہ بھی ان کے مزید ثمرات پیدا ہوں گے۔ ہندوستانی بہت سلیقہ مند ہے اور کنفیشنز میں اکثر شرکت کا شوقین بھی۔ سمندر کے سفر کے وقت اس نے ہماری کھانا پکانے میں کافی مدد کی۔ اور یہاں چھاپہ خانہ کے کام میں بھی ہوشیار ثابت ہوا اور راہب فرانسس رودریگاس اس بات سے بہت خوش ہیں اور اس کالج میں ایک دوسرے (چھاپہ خانہ) کے خواہشمند ہیں۔ اب وہ ماسٹر فرانسس کے مجموعۂ عقائد کو چھاپنا چاہتے ہیں اور مجھے امید ہے کہ حبش میں یہ کتاب بہت فائدہ مند ثابت ہوگی۔" (18)

ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ درحقیقت چھپائی کا کام نومبر کے وسط سے پہلے شروع نہ ہوا۔ آرٹس برانڈو، یسوعی پادری، اپنے ایک خط مورخہ 19 نومبر 1556ء میں بیان کرتے ہیں کہ کس طرح کچھ منطق اور فلسفہ کے مقالہ جات اس پریس میں 19 اکتوبر کو شائع ہوئے :۔

---

(17) ذکی صفحات 490 تا 491

(18) ایضاً صفحہ 514

" اکتوبر میں راہب جوزف ، ربیرو نے کلیسا میں ایک عام خطبہ ادب کی افادیت پر دیا۔ اس موقع پر گورنر اور دوسرے بہت سے اشخاص موجود تھے۔ یہ خطبہ پیر کی صبح (19 اکتوبر 1556) یوم سینٹ لوقا کے ایک دن بعد ہوا۔ کیونکہ اسی شام کو فلسفہ اور منطق کے مقالہ جات پر ایک مباحثہ ہونا تھا جن کے شائع ہونے کا بھی حکم ہوا تھا، لیکن گورنر ان مقالوں کو پڑھے بغیر مباحثہ میں شرکت کے لئے تیار نہ تھا۔ یہ حکم ہوا کہ مقالہ جات گھر ہی میں شائع کئے جائیں اور ان کو کلیسا کے دروازے پر چسپاں کر دیا جائے تاکہ سینٹ دی نکین کے راہب و درویش و سینٹ فرانسکان کے راہب و درویش اور دوسرے خواہشمند حضرات کو ان کے پڑھنے کا موقع مل سکے۔ منطق سے متعلق مقالہ جات کی برادر فرانسس کابرال حمایت کر رہے تھے۔ اور انھوں نے ہی ان مقالہ جات کو یہاں سے حاصل کیا، جب کہ فلسفہ سے متعلق مقالہ جات کی حمایت برادر موئیل نکسز پیرا نے کی۔ راہب انٹونیو دی تادروس نے اس موقع پر صدارت کی۔" (19)

ہم عصر تاریخ کے محققین نے اس بارے میں اظہار شک کیا ہے کہ آیا یہ مطبوعہ مقالہ جات کتابی شکل میں تھے یا کھلے ہوئے اوراق کی صورت تھے (20) چونکہ یہ کلیسا کی دیوار پر چسپاں کیے گئے تھے اس لیے اغلباً وہ کھلے ہوئے اوراق ہی تھے۔ اس صورت میں گوا کی سب سے پہلی مطبوعہ کتاب 'دوترنیا کرسٹا' مولفہ سینٹ زیویر ہی ہے۔ یہ 1557 میں طبع ہوئی (21) فرانسس دی سوزا، بیان کرتا ہے کہ 'دوترنیا کرسٹا' پر ایک رسالہ بچوں کے فائدہ کے لیے سینٹ زیویر نے لکھا اور یہ 1557 میں گوا میں چھپا۔ لیکن نہ تو منطق اور فلسفہ کے مقالہ جات جن کا ذکر اوپر کیا گیا، اور نہ سینٹ زیویر کی 'دوترنیا کرسٹا' دونوں دنیا میں اس وقت کہیں دستیاب نہیں۔ البتہ ایک ہم عصر شہادت لوئی فرائس کے ایک خط مورخہ 30 نومبر 1556 میں موجود ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آخر الذکر 'دوترنیا' درحقیقت طبع ہوئی۔ فرائس لکھتا ہے :-

" اسقف اور پادری فرانسس رودریگائس اور انٹونیو دی تادروس نے ایسٹر سے پہلے کے

---

(19) ڈِکی، صفحہ 574

(20) اینٹیو گریشیاس، "اوس پرچگیزرای او ایسٹیبلیسینٹو وا امپرنسیا نا انڈیا، باستورا (گوا)، 1938، صفحہ 16

(21) سوزا، کنکون - I - 1 تا 23 صفحہ 18

چلنے کے زمانے میں کچھ اقرار ناموں کو طبع کرنے کا حکم دیا اور ایک معزز شخص نے جو انجمن کا فدائی تھا فی سبیل اللہ مفت کاغذ دینے کی پیش کش کی اور درخواست کی کہ طباعت کا کام کالج گھر ہی میں کر لے؛ اور فی سبیل اللہ ان کو اُن اشخاص تک پہونچا دیا جائے جو اس کے طلب گار ہیں، اور ان کو تمام قلعہ جات کو بھیج دیا جائے تاکہ اس کو وہاں انجمن کے پادریوں میں جو وہاں مقیم ہیں تقسیم کیا جائے بمعہ دوترینا کی کاپیوں کے جس کو راہب ماسٹر فرانسس مرحوم نے چھاپنے کا حکم دیا تھا۔(22)

ہسپانوی جاؤدی بستامانتے ایک چھاپہ خانہ کے ہمراہ ہندوستان آیا۔ اور اسی لیے اس کو ہندوستان میں فن طباعت کا پیش رو تصوّر کرنا چاہیے۔ وہ اسپین کے شہر وینشیا میں تقریباً 1536 میں پیدا ہوا۔ 1556 میں انجمن یسوع میں داخل ہوا اور 1564 میں پادری بنا۔ ان اطلاعات کے بموجب جو ابھی حال ہی میں راہب وکی نے بلجیم سے بہم کی ہیں۔ یسوعی دستاویز یہ بتاتے ہیں کہ 1563 میں اس کا نام جاؤ رودریگانس میں تبدیل ہو گیا۔ اس کا انتقال 23 اگست 1588 میں ہوا۔

یہ تو ہم کو معلوم ہی ہے کہ پرتگال کے بادشاہ نے ایک ہندوستانی نژاد شخص کو بھیجا تھا تاکہ وہ چھاپہ خانہ کے قیام میں بستامانتے کی مدد کرے۔ یسوعی مصنفین کی رائے اس کے بارے میں "ایک قابل طابع" کی ہے، حالانکہ وہ عام طور پر اپنی تصانیف میں بیچ بیچ میں تمام جزئیات کے کہنے میں بے حد محتاط ہیں، تاہم انھوں نے بستامانتے کے اس ہندوستانی شریک کار کے نام کا کہیں ذکر نہیں کیا۔ امانشیو گریسیاز جو خود گوا میں پرتگالی حکومت کا سرکاری ملازم تھا۔ یہ سوال اٹھاتا ہے کہ آیا ان کی اس قلم اندازی کا سبب ان کا یہ خوف تھا کہ کہیں اس ہندوستانی کے نام کا تذکرہ ان کے ہم وطن بستامانتے کے ہنر کی قدر کم نہ کر دے۔ (23)

ہندوستانی رسم الخط کا پہلا ٹائپ

کسی ہندوستانی رسم الخط میں سب سے پہلے ٹائپ تیار کرنے کا سہرا جاؤ گونسالوس کے سر ہے۔ یہ دوسرا ہسپانوی تھا جو بستامانتے کے ہمراہ گوا آیا۔ وہ ایک ماہر لوہار تھا،

---

(22) وکی، جلد 3 صفحہ 711

(23) گریشیاس، صفحہ 15

علی الخصوص گھڑیاں بنانے کے ہنر میں۔

راہب سوزا لکھتے ہیں :-

" وہ پہلا شخص تھا جس نے ہندوستان میں مالاباری حروف کے ٹائپ بنائے جن سے اولین کتب طبع ہوئیں۔ " (24)

یہی ٹائپ " دوترینا کرسٹا " کے 1578 کی طباعت کرنے میں استعمال ہوئے جس کے متعلق راہب سوزا لکھتے ہیں :-

" یہی سب سے پہلی مطبوعہ کتاب ہے جو ہندوستان نے اپنی سرزمین میں خلعت وجود پہنتے دیکھی۔ " (25) چونکہ سینٹ زیویر کی کتاب قبل ہی 1557 میں طبع ہو چکی تھی لہذا راہب سوزا کے اس قول کا کہ دوترینا، جو 1578 میں طبع ہوئی غالباً یہ مطلب ہے کہ یہ " ہندوستانی زبان میں پہلی طبع شدہ کتاب ہے۔ "

ایک زمانہ میں یہ بات کافی موضوع بحث تھی کہ آیا یہ ٹائپ جو گونسالوس نے بنائے وہ تامل حروف کے تھے یا ملیالم حروف کے۔ یہ غلط فہمی راہب سوزا کے 1582 کے واقعات کے بغداد کے سلسلہ بیان میں ایک کسی دوسرے طابع کی کتاب کا حوالہ دینے کے نتیجہ میں پیدا ہوئی۔ وہ عبارت کچھ اس طرح ہے۔

" گوا میں معزز جاؤ دی فریا کا انتقال ہوا۔ جنھوں نے سینٹ پال کی محرابیں بنوائیں، اور وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے جلال خدا کے لئے، فشری کوسٹ میں ایک مطبع شروع کیا اور تامل زبان کے حروف کی ڈھلائی اور کندہ سازی بھی۔ " (26)

چونکہ اس عبارت میں فریا کو تامل حروف کے ٹائپ کی تیاری میں پیش رو بیان کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ فرض کر لیا گیا کہ " ملابار " زبان جس کے ٹائپ گونسالوس نے بنائے وہ ضرور " ملیالم " زبان تھی۔ راہب شرہیرا اپنے ایک مقالہ میں جو ' ہارورڈ لائبریری بلیٹن ' میں شائع ہوا، اس سلسلہ میں یوں رقم طراز ہیں :-

---

(24) سوزا، کون I 2 تا 23 صفحہ 81

(25) ایضاً کون I 2 تا 12 صفحہ 67

(26) ایضاً کون II 2 تا 3، صفحہ 157

"اس طرح یہ روئداد جنوبی ہندوستان میں دو ہم عصر ہندوستانی چھپائی کے مراکز کی طرف دلالت کرتی ہے، جہاں دو مختلف حروف تہجی مستعمل تھے۔ سولہویں صدی میں پرتگالی لفظ "ملابار" تامل اور ملیالم دونوں زبانوں کے لیے استعمال کرتے تھے۔ یہاں چونکہ تامل کا تعین فریا کے لیے ہے لہذا گونسالوس کی "ملابار" کا مطلب ملیالم لینا پڑے گا۔" (27)

خوش قسمتی سے 1578 کی ملاباری ٹائپ میں مطبوعہ نسخہ "دوترینا کرسٹا" کی دریافت سے یہ بحث ختم ہو جاتی ہے۔ راہب شرہیبر نے اپنے مذکورہ بالا مقالہ میں خود اس کی کیفیت دی ہے۔ مزید برآں اپنے مقالہ میں اس نے اس کتاب کے کچھ صفحات کے فوٹوگرافی سے تیار کردہ چربے بھی دیئے ہیں۔ ان کے معائنہ سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ کتاب کوئلن سے بہ زبان "ملابار تامل" شائع ہوئی۔ اس طرح یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ "ملابار زبان" جس کے ٹائپ گونسالوس نے بنائے۔ اور تامل ٹائپ جس کے ٹائپ فریا نے بنائے وہ ایک ہی تھے۔ درحقیقت، گونسالوس اور فریا کے تیار کردہ ٹائپ بھی اس کتاب کی طباعت میں استعمال کئے گئے معلوم ہوتے ہیں۔ اس کتاب کے صفحہ 16 پر یہ واضح کیا گیا ہے کہ پہلی 8 سطور میں جو ٹائپ استعمال کئے گئے ہیں وہ گوا میں 1577 میں تیار ہوئے تھے، اور جو بعد کی سطور میں استعمال ہوئے وہ کوئلن میں 1578 میں تیار ہوئے اور یہ تسلیم کرنا معقول نظر آتا ہے کہ پہلے ٹائپ گونسالوس نے بنائے، موخر الذکر ٹائپ فریا نے 24 دسمبر 1576 کے ایک ہم عصر خط سے ہم کو پتہ ملتا ہے کہ پیرو لوئس۔ ایک برہمن عیسائی کو تامل چھپائی کے لیے گوا بھیجا گیا۔ (28) ہم یہ تصور کر سکتے ہیں کہ اس کو گوا اس غرض سے بھیجا گیا کہ وہ وہاں گونسالوس کو تامل حروف سے روشناس کرائے۔ اور فریا جس نے یہ فن گونسالوس سے سیکھا وہ کوئلن چلا گیا اور وہاں جا کر اسی رسم الخط کے بہتر ٹائپ بنائے۔ "دوترینا کرسٹا" مطبوعہ 1578 سولہ صفحات پر مشتمل ہے اور یہ ہنرق ہنرق کا کیا ہوا بعینہ اسی نام کی سینٹ زیویر کی پرتگالی کتاب کا تامل ترجمہ ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ پریس جس میں مذکورۂ بالا کتاب طبع ہوئی جلد ہی کوئلن سے کوچین منتقل ہوا۔ کیونکہ شرہیبر اپنے مذکورہ بالا مقالہ میں "دوترینا کرسٹا" پر ہنرق ہنرق کی مصنفہ ایک

---

(27) جانیج شرہیبر اینڈ جی۔ ڈبلو۔ کاٹریل، "دی فسٹ پرنٹنگ ان انڈک کیریکٹرس" ہاورڈ لائبریری بلیٹن، جلد 6 بہار 1952۔ صفحہ 148

(28) ایضاً صفحہ 149

کتاب کا ذکر کرتا ہے۔ جو کوچین میں 1579ء میں شائع ہوئی۔ یہ 1578ء کی مطبوعہ 'دوترینا کرسٹا' کا کوئی دوسرا ایڈیشن نہیں ہے بلکہ ایک علیحدہ کتاب ہے، جو دراصل مارکوس جارج کی 120 صفحات پر مشتمل 1566ء کی مطبوعہ پرتگالی کتاب کا ترجمہ ہے۔ ایک دوسری تامل کتاب 'فلاس سینکٹورم، مصنفہ ایچ۔ ہنرق مطبوعہ 'پیکودیا، 1586ء پاپائے روم کی لائبریری میں دستیاب ہے

اس طرح یہ واضح ہوجاتا ہے کہ پہلا ہندوستانی رسم الخط جس کے ٹائپ بنائے گئے وہ تامل تھا نہ کہ ملیالم۔ اس وقت ملیالم کو تامل کا ذیلی ہی تصور کیا جاتا تھا اور کافی عرصہ بعد ملیالم کو ضابطہ چھپائی میں آنا نصیب ہوا۔ اس زبان کی ایک گرامر بمبئی کی یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے جو 1799ء میں بمبئی کے کوریر چھاپہ خانہ سے طبع ہوئی (29) سیرام پور کالج کی لائبریری میں کتاب عہد نامہ جدید کے ملیالم ترجمہ کا ایک نسخہ موجود ہے جو 1811ء میں کوریر چھاپہ خانہ سے طبع ہوا۔ ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ اس زبان کے لئے لفظ ملیالم کا استعمال انیسویں صدی میں اہل یوروپ نے رائج کیا۔ ایک کتاب بنام 'اوٹ لائن آف گرامر آف دی ملیالم لینگویج، 1839ء میں مدراس سے شائع ہوئی۔ (30)

یہ امر بھی باعث دلچپی ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ گوا کی مقامی زبانوں (مراٹھی) کے ٹائپ اس وقت کیوں تیار نہیں کیے گئے۔ راہب جی۔ بی۔ رودالیس لکھتے ہیں کہ فی الحقیقت گونسالوس نے کناڈا کے ٹائپ تیار کرنے کے بارے میں سوچا تھا، لیکن اس خیال کو کناڈا حروف تہجی کی بھونڈی شکل اور بے قاعدہ تلفظ اور ایک محدود خطہ کی زبان ہونے کی وجہ سے انجام تک نہ پہونچا سکا۔ (31) حالیہ ایک مقالہ میں راہب ہشر ہمیر اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ گونسالوس نے فی الحقیقت دیوناگری رسم الخط کے ٹائپ بنانا شروع کر دیئے تھے۔ وہ لکھتے ہیں:-

"1577 کے اختتام تک دیوناگری رسم الخط کے 50 حروف ڈھالے گئے، لیکن برادر جاؤ گونسالوس جس نے یہ ٹائپ تیار کئے وہ اگلے سال انتقال کر گیا، اور اس کے شریک کار راہب جاؤ دی فریا بھی 1582 میں راہی عدم ہوئے اور اس طرح اب کوئی بھی شخص ایسا نہ بچا جو اس کام کو اٹھاتا۔ اسی وجہ سے پُرانون کو لاطینی حروف میں راچول کے کالج سے 1616ء اور 1649ء

(29) رابرٹ ڈرمنڈ۔ گرامر آف مالابار لینگویج، بمبئی 1799

(30) ایف۔ اسپرنگ، آوٹ لائن آف اے گرامر آف دی ملیالم لینگویج، جو شمالی اور جنوبی مالابار کے صوبوں اور ٹراونکور وکوچین کے دائرۂ حکومت میں بولی جاتی ہے۔ مدراس، 1839

(31) رودالیس صفحہ 161

اور سینٹ پال کے کالج سے 1654ء میں طبع کیا گیا۔ (32)

راہب شر ہیر نے مذکورۂ بالا دعویٰ راہب شوٹ کی سند پر کیا ہے جو اس سلسلہ میں لکھتے ہیں :۔

"کناڈا" زبان میں ایک چھاپہ خانہ جاری کرنے کی پہلی کوشش کچھ وقت کے لئے ناکام رہی۔ حالانکہ تقریباً 50 حروف یا قالب اس وقت تک تیار ہو چکے تھے۔ کناڈا حروف کی کثرت اور نقل میں مشکلات کا اور کناڈا ٹائپ میں (مطبوعہ) کتب کی کم مانگ کے امکانات نے طابع کو خائف کر دیا۔" (33)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ راہب شر ہیر نے راہب شوٹ کے بیان کردہ کناڈا ٹائپ کو دیوناگری ٹائپ مراد لیا ہے، اور وہ ایسا سمجھنے میں ایک حد تک صحیح بھی ہیں لیکن یہاں ہم کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ گوا میں کناڈا اور کناری رسم الخط مراٹھی لکھے جانے کے لئے عام تھا۔ یہ حقیقت کہ بعد میں اس سلسلہ میں کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ دیوناگری ٹائپ کے لئے اس وقت کوئی فوری ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔

جیسا کہ ہم قبل ہی یہ حوالہ دے چکے ہیں کہ فن طباعت کو تبدیلِ مذہب کے معاون کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ اور ہم عصر تاریخ یہ ثبوت فراہم کرتی ہے کہ گوا میں ایسی امداد کافی عرصہ تک پسندیدہ نظر سے نہ دیکھی گئی۔

اوائل میں سیاسی جبر اور احتساب کلیسائی، جو کہ 1560ء میں اسی مقصد کے حصول کے لیے قائم کیا گیا، پر ہی اعتمادِ کلی کیا جاتا رہا۔ جب کبھی بھی نو معتقدین میں ایسے آثار پائے جاتے کہ وہ اپنے پرانے عقیدہ کے رسوم کی طرف لوٹ جائیں گے، تو وہ کلیسائی محتسب کے سامنے کھینچ بلائے جاتے، ان کی جائیداد ضبط کر لی جاتی اور کچھ سنگین واقعات میں وہ زندہ جلا دیئے جاتے تھے، لیکن جلد ہی تجربہ نے یہ بتایا کہ صرف تشدد کے ذریعہ حصول مقصد نہیں ہو سکتا۔ اس بدیر احساس کے نتیجہ میں اس حکمتِ عملی کے تعین مقصد پر نظر ثانی کی گئی، جس کا اظہار نو معتقدین کی مذہبی تعلیم

---

(32) جارج شر ہیر، "اما و برار السامپر یسلام گوا انو 1598" بولٹین دوانسٹی ٹیوٹو داواسکو دا گاما۔ ن 73۔ 1956ء صفحہ 8

(33) شوٹ، "کرسٹ لیشے جاپانشے لیترا تورے" بلیدرانڈ دیکے لیتیراٹ ایئم ان باکنیٹیں وائی کا مینشین کورکیں اوس دیم جاہرے 1591" ارکاڈیم ہستاریکیم سوسائٹی جیسو جلد 9 سال 1940ء صفحہ 268 (اطالوی سے اس ترجمہ کے لیے پروفیسر ایچ۔ ڈی والنکر کا ممنون ہوں۔)

پر زور دینے سے ہوتا ہے اور یہ 'پراونشیل کونسل' (صوبہ جاتی کونسل) کے 1567، 1575، 1585، 1592، 1606 کے جلسوں کی قرار دادوں سے ظاہر ہے۔ (34)

ان مذہبی تعلیم کے لائحہ عمل میں (دیسی) زبانوں کو ایک اہم مقام دیا گیا۔ یہ حکم جاری کیا گیا کہ ہر کلیسائی حلقہ کے پادری کے لیے مقامی زبان سے واقف ہونا لازمی ہے اور یہ کہ نو معتقدین کے فائدہ کے لیے ان زبانوں میں عیسائی ادب فراہم کیا جانا چاہیے۔ یہ اسی نئی حکمتِ عملی کی تحریک کا نتیجہ تھا کہ راہب اسٹیفنس، کرانکس، بسلدانہا، اور دوسرے راہبین نے اپنے اپنے عیسائی 'پران' اور دوسری تصانیف مرتب کیں۔ یہ تمام گو اکی ادبی اور روزمرہ کی زبانوں میں لکھی گئیں لیکن طبع عربی رسم الخط میں ہوئیں۔ حال ہی میں ایسی شہادت بھی ملی ہے کہ راہب اسٹیفنس نے جو کہ ایسے مصنفین میں اول شمار کئے جاتے ہیں۔ بذاتِ خود یہ خواہش کی تھی کہ ایسا تمام ادب دیوناگری رسم الخط میں فراہم کیا جائے اور اس مسئلہ کے عملی پہلو پر کافی دھیان دیا تھا۔ اپنے ایک مراسلہ میں جو گوا میں بمقام سلیٹ 5 دسمبر 1608 روم کی 'سوسائٹی آف جیسس' کے افسر اعلیٰ کو لکھا۔ وہ لکھتے ہیں:

"قبل اس کے کہ میں اس مراسلہ کو ختم کروں میں یہ چاہوں گا کہ حضور کے تصور میں یہ امر بھی لاؤں کہ کافی زمانہ سے میری آرزو یہ رہی ہے کہ میں اس صوبہ میں کچھ کتابیں اس علاقہ کی زبان اور حروف تہجی میں طبع کروں جیسا کہ ملابار میں ہے اور اس سے وہاں عیسائی فرقہ کو کافی فوائد حاصل ہیں۔ لیکن ایسا دو وجوہ سے نہ ہو سکا، اولاً 600 قالبوں کا ڈھالنا امر محال معلوم ہوا جب کہ وہ حروف رکن تہجی ہیں نہ کہ یوروپی A 2 حروف کی طرح حروف تہجی۔ دوئم یہ کہ میری اس مقدس جستجو کی تکمیل آپ کے حکم اور صوبہ کے راہب اعلیٰ کی رضامندی کے بغیر ممکن نہیں ہے، اور چونکہ ان کی اور بہت سی ذمہ داریاں ہیں کہ اس طرف متوجہ ہونے کے لئے فرصت نہیں، مزید برآں کہ وہ اس کام کو اٹھا سکیں۔ پہلی مشکل کا حل یہ ہے کہ قالبوں کو گھٹا کر 200 تک لے آیا جائے۔ دوسری خود بخود جاتی رہے گی اگر حضور مناسب خیال کریں اور صوبہ کے راہب اعلیٰ کو یہ سفارش کریں کہ اگر وہ یہ سمجھیں کہ ایسا کرنے سے جلالت خداوندی اور عیسائی فرقہ کی روحانی

---

(34) ملاحظہ ہو، جی۔ ایچ۔ داکہنا ریویرا، آرکائیو پرچگیز اورینٹل، فیسی کیولو IV گوا، 1862

اصلاح میں بہتری ہی ہوگی تو وہ اس کام کو شروع کریں۔" (35) پھر بھی اس کے بعد راہب اسٹیفنس کا "پران" 1616 میں رومن رسم الخط ہی میں شائع ہوا۔ جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس کی روم کے افسران اعلیٰ سے دیوناگری رسم الخط میں ٹائپ تیار کرنے کی تجاویز پر خاطر خواہ غور نہ کیا گیا۔

گوا میں سولہویں صدی میں مطبوعہ ادب کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

(1) 1556 کن کلوسوز لے او ترانز کوائیانز (مقالہ جات اور دوسری تصانیف) (کوئی نسخہ موجود نہیں ہے۔)

(2) 1557 سینٹ فرانسسکو زیویرا۔ دوترنیا کرستم۔ (کوئی نسخہ موجود نہیں ہے)

(3) 1557 کنفیشی تاریوس۔ (کوئی نسخہ موجود نہیں ہے)

(4) 1560 گرانکالوزرو دریگاس۔ ترانادو ... کونترا اوس ایروس شنٹفیک دوس ابیکسس۔ (ایک رسالہ جو حبشیوں کی فرقہ بندی والی غلطیوں کے خلاف لکھا گیا)۔ (کوئی نسخہ موجود نہیں ہے)۔

اس کتاب کا حوالہ، جیسا کہ مسٹر پرموز (36) نے بیان کیا ہے، "باربوسا" میں ملتا ہے۔ (402 ، II)

مندرجہ بالا 4 کتب جاؤبستامانتے نے طبع کیں۔

(5) 1556 تا 1561 ۔دوترنیا کرستا۔ ایک خط میں جو راہب لوئی فرانسس نے گوا سے 4 دسمبر 1561 کو لکھا جس میں ہمیں عیسائی عقائد پر ہندوستانیوں کو مذہبی تعلیم دینے کے لئے ہندوستانی زبان میں طبع شدہ کتب کے استعمال کا حوالہ ملتا ہے۔ "اس کے بعد 'دوترنیا' پڑھائی جاتی ہے اور اس کو ان کی زبان میں ان کتابچوں کی مدد سے جو گھر ہی میں طبع کیے گئے ہیں، پڑھ کر سنایا جاتا ہے۔" (38) (کوئی نسخہ موجود نہیں ہے۔)

---

(36) جے بی پرموز "دی فسٹ پریس ان انڈیا اینڈ اٹس پرنٹرس" لندن، 1940، صفحہ 265

(37) دیاگو باربوسا مکادو، "بیلیوتھیکا لوستیانا ہسٹوریکا کریٹیکا اے کرونولوجیکا" 4 جلدیں، لسبن 1741 تا 1759

(38) اے۔ داسلوا ریگو، داکومینٹاکو پارا اہسٹوریا دس مسوالیس دوپادرا دو دیو رچوگیز دو اوریی اینٹے جلد 8 لسبن 1952 صفحہ 415

(39) اے کے پریولکار "راہب تھامس اسٹیفنس کے حال ہی میں دریافت شدہ دو خطوط" "دی جرنل آف دی یونیورسٹی آف بمبئی" جلد 25 حصہ دوم ستمبر 1956 صفحہ 123

(6) 1561 گاسپر دی لیاؤ۔ کمپندیو اسپریچول دا وائیدا کرسٹا۔ (عیسائی روحانی زندگی کا ملخص)۔ اس کتاب کا ایک نسخہ نیویارک کی پبلک لائبریری (عوامی لائبریری) میں موجود ہے۔ اس کو جیمس لیناکس نے لندن میں جولائی 1862 میں نیلام سے خریدا۔ (39) اس کے طابع جاؤ دی کوئن کونیشیو اور جاؤ دی اندم ہیں۔ یہ گوا کی سب سے پہلی کتاب ہے جو آج کل دستیاب ہے۔

(7) 1563 گاشیا دا اورٹا۔ کولی کوس دوس سمپلس ای درو گاس ہی کوساز میڈیسنز دا انڈیا۔ (ہندوستانی پودوں اور دواؤں پر بات چیت جو ہندوستانی طب کا حوالہ دیتی ہے) جاؤ دی اندم نے طبع کیا۔ اس کا مصنف 4 صدی قبل بمبئی کے جزیرہ کا پٹہ دار تھا۔ اس کتاب کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں موجود ہے۔ اس کا انگلش ترجمہ سر کلیمنٹ مارکھم نے کیا۔ اور ایچ سوتھیران (لندن) نے 1913 میں شائع کیا۔

(8) 1565 ٹراتادو کوی فیز میسٹرے میرونیو... کو رُا اوس جیوددس۔ (ایک رسالہ یہودیوں کے خلاف)۔ جاؤ دی اندم نے طبع کیا۔ اس کا ایک نسخہ لسبن کی نیشنل لائبریری میں موجود ہے۔ (40)

(9) 1568 کانسٹی ٹیوشنوس دو آرک بشپادوس داگوا، اپرودا اس پیلو پرائیرو کوسیلیو پراونشیل۔ 1568 (گوا کے اسقف کے علاقہ کے دستور۔ پہلی پراونشیل کونسل 1568 کے مصدقہ)۔ صرف ایک ہی نسخہ جو لسبن کی نیشنل لائبریری میں موجود ہے۔ (41)

(10) 1568 اد پرائیرو کونسلیو پراونشیل سیلبرادو ایم گوا، نوانیو دی 1567 (ردوئدا اول پراونشیل کونسل۔ جو کہ کلیسا کے عہدیداروں کی ایک مجلس تھی تاکہ وہ عقائد کی اصلاح اور تربیت نفس کے اصول منضبط کرے اور اس کا اجلاس گوا میں 1567 میں ہوا)۔ اس کا ایک نسخہ ایورا کی پبلک لائبریری اور دوسرا جناب سی آر۔ بوکسر کی ملکیت ہے۔ (42)

---

(39) پرمروز صفحہ 247

(40) سی۔ آر۔ بوکسر "اے ٹینٹے ٹیو چیک لسٹ آف انڈو۔ پرچگیز امپرنٹس، 1556 تا 1674۔ بولیٹین دوانسٹی ٹیوٹو داسکو داگاما، ن 73۔ 1956۔ صفحات 22 تا 23

(41) ایضاً صفحہ 23

(42) ایضاً صفحات 23 تا 24

(11) 1573 گاسپر دی لیو۔ دیسنگانوس دے پردی دوس۔ (گمشدہ کا ازالۂ وہم) حوالہ باربوسا میں (385، ii) (کوئی نسخہ موجود نہیں ہے)۔

(12) 1581 کمپنڈیم انڈیوم۔ (ہندوستانی ملخص جس میں ہندوستان کی سوسائٹی آف جیسس کے اختیارات اور دوسرے حقوق کا ذکر ہے)۔ یہ گوا کے سینٹ پال کالج سے طبع ہوئی صرف ایک نسخہ جس کا علم ہے وہ پیکنگ کے پی۔ تانگ لائبریری میں موجود ہے۔ (43)

(13) 1588 اورے شیو باپٹیا آفاما دی مارٹینو۔ (سینٹ پال کالج کے جاپانی نژاد دی مارٹینو آفارا کی ایک تقریر) یہ گوا میں انجمن کے کالج سے طبع ہوئی۔ اس موقع پر جاپانی ٹائپ کو ایک جاپانی طابع موسویہ کونسٹنٹینو دوریدو (44) نے ڈھالا جس کو بستا مانتے نے یہ ہنر سکھایا۔ اس کتاب کا ایک نسخہ 'جیسوٹ آرکائیوز' (یسوعی محافظ خانہ) میں دستیاب ہے۔

اگلے 27 سالوں میں 1615 تک گوا میں کسی شائع شدہ کتاب کا ہمیں پتہ نہیں لگتا۔

وہ کتب جن کے بارے میں یہ علم ہے
کہ وہ گوا میں سترویں صدی میں طبع ہوئیں۔

سترہویں صدی کے اوائل میں راہب اسٹیفنس نے ہندوستانی زبانوں میں اپنی کتابیں لکھنا شروع کیں اور ان کو سلسیٹ کے مقام راچول (گوا) کے سینٹ لارینکو کالج کے متعلقہ مطبع سے طبع کیا۔ یہ بھی قرین قیاس ہے کہ یہ وہی مطبع تھا جو گوا کے جزیرہ میں سینٹ پال کالج میں چالو تھا اور اس کو حسبِ ضرورت وقت بروقت اس جزیرہ اور راچول کے درمیان منتقل کرنا پڑا۔

وہ تمام اطلاعات جو گوا میں سترہویں صدی کے مطبوعہ ادب کے بارے میں ہیں نیچے دی جا رہی ہیں:۔

(1) 1616 تھامس اسٹیفنس۔ ڈسکورسو سوبرے اوندا جوسو کرسٹو نوسو سلوادور آمندو

---

(43) ایضاً صفحہ 26

(44) ششہ میر صفحہ 9

(حضرت عیسیٰ کے دنیا میں آنے کے متعلق وعظ)۔(کوئی نسخہ موجود نہیں ہے)۔ یہ براہیب اسٹیفنس کا مشہور پُران ہے جو کہ ادبی مراٹھی میں ہے۔ اس کے اگلے دو ایڈیشن 1649 اور 1654 میں طبع ہوئے لیکن ان میں سے کسی ایک کا بھی اس وقت وجود نہیں ہے۔ ایڈیشن چہارم کا متن جو کہ 1907 میں منگلور (45) سے طبع ہوا، کچھ مخطوطات سے تیار کیا گیا۔

(2) 1622 تھامس اسٹیفنس۔ دوترنیا کرستم۔ یہ عیسائی عقائد پر گوا کی برہمنی بولی میں بصورت مکالمہ ایک تصنیف ہے۔ یہ مصنف نے پتران سے قبل لکھی، لیکن پُران کے بعد شائع ہوئی۔ اس کا ایک نسخہ لسبن کی گورنمنٹ لائبریری میں اور دوسرا پاپائے روم کی لائبریری میں موجود ہے۔ ایک عکسی ایڈیشن جو ڈاکٹر مرایانو سلدانہا نے تیار کیا جس کو پرتگالی حکومت نے لسبن سے 1945 میں شائع کیا۔

(3) 1632 دیاگو ریبیرو۔ ویکلاراکم دا دوکترنیا کرستم۔ (عیسائی عقائد کے متعلق ایک بیان)۔ یہ گوا کی براہمنی بولی میں لکھا گیا۔ اس کا ایک نسخہ لسبن کی گورنمنٹ لائبریری میں موجود ہے۔

۔ مندرجہ بالا تینوں تصانیف راچول کالج سے طبع ہوئیں۔

(4) 1629 تا 1634 ۔ اتینے دالاکرائکس۔ ڈیسکرسوس سوبرے آ وانڈا اپوسٹولو سام پیدرو۔ (حواری سینٹ پیٹر کی زندگی سے متعلق وعظ) یہ تصنیف براہمن مارساٹا، زبان میں گوا کے 'کاساپروفیسا' سے طبع ہوئی۔ اس کا ایک نسخہ لسبن کی گورنمنٹ لائبریری میں موجود ہے۔ اس کا ایک ناقص نسخہ بھی گوا کی گورنمنٹ لائبریری میں موجود ہے۔

(5) 1630 بیلکم ڈی ہم پیا دیگو سو بلاگرے کونے ادمگورلیسو الیس۔ فرانسسکو زیویر اپوستولو دو اوریئنو اوبرو نا سیدیے دا نیپولس نوانو دا 1634 ۔ (سینٹ فرانسس زیویر کے 1634 میں شہر نیپلز میں ایک انوکھے، عظیم الشان معجزہ کی ایک روایت۔) یہ راچول کالج نے 1636 میں طبع ہوا۔ صرف ایک نسخہ معلوم ہے جو سی۔آر۔ بوکسر کی ملکیت ہے۔ (46)

---

(45) تھامس اسٹیفنس، "دی کرسچین پُران" (مرتبہ جے۔ ایل سلدانہا) منگلور، 1907

(46) سی۔آر۔ بوکسر صفحہ 29

(6) 1640 تھامس اسٹیفنس۔ آرٹے دالینگوا کنارم۔ (کناری زبان کی کتاب القواعد) یہ ابتدا ً راہب تھامس اسٹیفنس نے لکھی اور اس پر توسیع اور نظرثانی راہب دیاگو ریبرو نے کی۔ اس میں گوا کے عوام کی زبان کو "کناری زبان" کا نام دیا گیا ہے۔ یہ سینٹ اگناشس کالج، راچول سے طبع ہوئی۔ اس کا دوسرا ایڈیشن جناب کنہاریویرا نے 1858 میں گوا سے شائع کیا۔ اس کے اول ایڈیشن کا ایک نسخہ لسبن کی نیشنل لائبریری میں موجود ہے۔

(7) 1641 قالا. کولے فیس او پی فادر مونیل واکرس۔۔ (یہ راہب مونیل واکرس کی دی جاؤ چہارم کے پرتگال کے بادشاہ کی حیثیت سے تخت نشینی کے موقع پر ایک تقریر ہے)۔ گوا سے مطبوع۔ اس کا ایک نسخہ رایو دی جنیرو کی نیشنل لائبریری میں اور دوسرا جناب سی۔ آر۔ بوکسر کی ملکیت ہے۔ (47)

(8) 1642 جناداکوے فرانسسکو دی سوزا دی کاسٹرو اد اچیم کوم موا امپار تنٹے ایباک دا انودی دو پیلو وی ما دا انڈیا پیرو دا اسلوا لوا تیرو دے 1638۔ (یہ فرانسسکو دی سوزا دی کاسٹرو کا اچم کے لئے 1638 میں سفیر برائے وائسرائے ہند کا سفرنامہ ہے) اس کا صرف ایک نسخہ پرتگال کی پبلک لائبریری میں موجود ہے۔ (48)

(9) 1642 انٹونیو فرنانڈس۔ میگسف استیات ادیست فلاگیلم میندا کورم کونترا اتھوپکیم (یہ کذب کے خلاف تازیانہ۔ ایک رسالہ حبشی انترا کے خلاف) سینٹ پال کالج گوا سے طبع ہوا۔ صرف ایک نسخہ جو لسبن کی نیشنل لائبریری میں موجود ہے۔ (49)

(10) 1643 ریلاکم دو کوے موسیدو ناسداد ے داگوا۔۔ نا فیلیس اکلاما کاؤ دل رے دو اباؤ او قورکتھ وے پرتگال۔۔۔ (پرتگال کے دی جاؤ چہارم کی تخت نشینی کے وقت گوا کے شہر کے حالات کا بیان) سینٹ پال کالج، گوا سے طبع ہوا۔ ایک نسخہ برٹش میوزیم میں موجود ہے۔ (50)

---

(47) سی۔ آر۔ بوکسر، صفحہ 30

(48) ایضاً صفحات 30 تا 31

(49) ایضاً صفحہ 31

(50) ایضاً صفحات 31 تا 32

(11) 1643 کانسٹی ٹیوشنوس دو آرک بشپادوس داگو، اپردداس پیلو پرائیرد کوسیو پراوینشیل
اگوا کے اسقف کے علاقہ کے دستور (پہلی پراونشیل کونسل کے مصدقہ) سینٹ پال کالج
گوا سے طبع ہوا۔ دو نسخے گوا کے گورنمنٹ لائبریری میں موجود ہیں۔ (51)

(12) 1644 سرماؤ کورے او پادرے دیاگودی ارمدا ... پریگونا ایکٹو دائی کولے سے
سیلبر فناسیدادے داگوا دو منگو 4 ویاس دوسیس داستمبرو دو انوسی 1644 (راہب
دی آگودی اریدا کا بہ تقریب اعادۂ ایمان گوا میں 4 ستمبر 1644 کو ایک وعظ) سینٹ
پال کالج، گوا سے طبع ہوا۔ دو نسخے میگس پراس لمیٹڈ (لندن) نے 1946ء تا 1956ء
میں فروخت کئے، بتلائے جاتے ہیں۔ (52)

(13) 1649 راہب اسٹیفنس "کرسچین پران" کا دوسرا ایڈیشن۔ جس کا پہلا ایڈیشن 1616
میں جیسا کہ ابھی اوپر مذکور ہوا، طبع ہوا۔

(14) کانسٹی ٹیوشنوس دو آرک بشپادو دو گوا۔ یہ نمبر 11 پر مذکور (1643) کی تصنیف کا
دوسرا ایڈیشن معلوم ہوتا ہے۔ سینٹ پال کالج، گوا سے طبع ہوا۔ صرف ایک ہی نسخہ
جو رالیو دی جنیرو کی نیشنل لائبریری میں موجود ہے (53)

(15) 1652ء وائدا دا سانتسما درجم میری، دی دیوس (مقدس حضرت مریم کی سوانح) سینٹ
پال کالج، گوا سے طبع ہوئی۔ یہ انٹونیو فرنانڈس کی ارمارانک زبان (54) کی ایک کتاب کا
اسقف الفانسو مینڈیس کا پرتگالی ترجمہ ہے۔ ایک نسخہ پرتگالی کی پبلک لائبریری میں
موجود ہے۔ (55)

(16) 1654ء راہب تھامس اسٹیفنس کی "کرسچین پران" (پہلے ایڈیشن کے لئے اوپر
دیکھئے۔ 1616۔ 1649) کا تیسرا ایڈیشن۔ کوئی بھی مطبوعہ نسخہ موجود نہیں ہے، لیکن اس

---

(51) سی۔ آر۔ بوکسر، صفحات 32 تا 33

(52) ایضاً صفحہ 33

(53) ایضاً صفحات 33 تا 34

(54) سداایس صفحہ 156

(55) بوکسر صفحہ 34

کاایک مخطوطہ نسخہ سینٹ کاجتین گوا کی خانقاہ میں موجود ہے۔

(17) 1655 انٹونیو دی سلدانہا۔ پادوا ایہلا لازرا انتولا سینکٹو انتونی زو یچوا کاکھتا۔ (پدوا کے سینٹ انتونی کی سوانح)۔ یہ کتاب نظم میں مراٹھی میں اور ساتھ ہی نثر میں گوا کی بولی میں لکھی گئی۔ یہ دونوں کتب دوسرے ہم عصر ادب کی طرح رومی رسم الخط میں طبع ہوئیں۔

اس کے مراٹھی ترجمہ کی نقل دیوناگری رسم الخط میں مرتبہ جناب اے کے پریولکر مراٹھی سنشودھن منڈل بمبئی نے 1956 میں شائع کی۔ اس کا اصل نسخہ گورنمنٹ لائبریری لسبن میں موجود ہے۔

جناب مسٹر کنہا ریویرا اسی مصنف کے دو اور دیسی زبانوں میں کتابوں کا ذکر کرتے ہیں۔ (1) روساس اے بونی ناس ڈیلی ٹوساس دو امینو ردسال دی مرلا ای سیو ددساریو راچیول 4" اور (2) فرکٹو دا اردورسے وادائی دا آنوساس الماس ای کارپورس سالوتی فیرد۔۔۔ راچیول 4" معہ اس عبارت کہ "بغیر سن طباعت"۔

(18) 1658 تا 1659 منگول دی الجیدا۔ جاردِم دوس پاستوریس۔ (گڈریوں کا باغ پانچ جلدوں میں) یہ گوا کی براہمنی بولی میں لکھی گئی۔ راہب ایچ۔ ہوسٹن نے اپنے مقالہ میں جو بمبئی کے ایگزامیز 1922 میں شائع ہوا۔ اس جلد کا جس کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ جلد اول ہے۔ کافی تفصیلی بیان دیا ہے۔ اور جو بمقام ویلیما گوا کے ایک پادری (کوینگو فرانسسکو ریویرواز) کے قبضہ میں ہے۔ اس کے دیسی سرورق پر مندرجہ ذیل الفاظ موجود تھے جو یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ سینٹ پال کالج گوا سے 1618ء میں طبع ہوئی تھی۔

EANCHEAN

ONVALL EACHO MALLO ZO

Jesv che Sangantichea. Pandry Mingnel de,

Almeidana Bamana Bhassena

Ghaddunu Likuna,

---

(56) جے۔ ایچ۔ کنہا ریویرا۔ انسایو بستاریکو دا لنگوا کونکانم۔ گوا، 1858۔ صفحہ 127

udeguilo
Panitra Inquisicanue anny ordi-
narichea ninopana Goya, S.
Paulache Collegintu, Sollassi
dtthayanarea varussa
likito manddapi tthassilo. (57)

کتاب ہٰذا کے مصنف کی مذکورہ نسخہ کی تلاش کی تمام کوششیں، راہب واز کی پیدائش گاہ، انجنا گوا میں ناکام رہیں۔ البتہ مصنف ہٰذا نے ایک نسخہ گوا کی گورنمنٹ لائبریری میں دیکھا، جو اس تصنیف کی جلد سوئم معلوم ہوتا ہے۔(58)

---

(57) دی انگزامنر، جلد 73، بمبئی 1922، صفحہ 29 اگر اس کو دیوناگری میں لکھا جائے تو اس کی عبارت مندرجہ ذیل ہوگی :

وانچیان

ون والیاچو کلو، زو

جیز دوچے سانگا تیجیا، پادری منگیل دا

آل میران دامن کیباسین

گدولو، لیہوتو

اوگیلو

پوتران کوی سانوا اتی اردی

تارچیب نروپان گویا، ایس

پادلاچہ کالے جنیتو، سولاسی

اتھانا ویا وردسا

لیہی تامنڈپی تاسیلا

(58) جے۔ اے سالدانہا گریشیاس نے اس کتاب کا تفصیل سے حوالہ دیا ہے :
"ام سرونا ریو" او ادری اینٹونیو ریچیز، جلد 2، نوا گوا 1905، صفحات 290 تا 301

اس میں سرورق نہیں ہے۔

اس کی جلد پنجم جو 1669 میں طبع ہوئی "ببلیوتھیکا مارسدنیا" میں درج فہرست ہے۔ تنہا یہ وہی نسخہ ہے جو اب اسکول آف اورینٹل اینڈ افریکن اسٹڈیز، لندن کے پاس موجود ہے۔

(19) 1660 جاؤ دی پینڈ روزا۔ سولی لوکیز دیونیوس۔ (مقدس خود کلامی) "کا ستلہانا" زبان سے براہمن زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ اور سینٹ پال کالج، گوا سے طبع ہوا۔ اس کا ایک نسخہ گورنمنٹ لائبریری گوا میں ہے۔ یہ گوا کی مطبوعہ کتاب کی آخری کتاب ہے جو مصنف ہذا کو دیکھنے کے لئے ملی۔

(20) 1667 تا 1669 اے۔ پی۔ پراسپیرو انٹورکٹیا۔ سنادم سائنشیا پولی ٹیکو موریلیس 36 اوراق چینی حروف میں کینٹن سے 1667 میں اور 20 اوراق رومی ٹائپ میں گوا سے 1669 میں طبع ہوئے۔

اس کتاب کا ایک نسخہ لندن کے اسکول آف اورینٹل اینڈ افریکن اسٹڈیز (60) میں موجود ہے۔

(21) 1674 ریگراس دا کمپانیہا دا جیسو۔ (سوسائٹی آف جیسس کے اصول) لاچول سے 1674 میں طبع ہوئے۔ اس کا ایک نسخہ پیکنگ کی پی۔ تانگ لائبریری میں موجود ہے۔ (61)

مندرجہ بالا ادب کے معائنہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ مطبع 1674 تک جاری رہا۔

گوا میں چھپائی کے کام کا خاتمہ

گوا میں مطبع کے قیام کا مقصد موثر تبلیغ عیسائیت میں مدد تھا۔ چھپائی کا کام اس وقت تک پھلتا پھولتا رہا جب تک مقامی زبانوں کو عیسائیت کی تبلیغ میں اہمیت دی جاتی رہی۔

---

(59) "ببلیوتھیکا مارسدنیا" صفحہ 203

(60) سی۔ آر۔ بوکسر۔ صفحات 36 تا 37

(61) ایضاً صفحہ 37

جیسا کہ ہم ابھی ذکر کریں گے، کہ کچھ ایسے حالات پیدا ہو گئے جس میں چند پُر غرض افراد حمال حکومت کو باور کرانے میں کامیاب ہو گئے کہ ہندوستانی زبانیں عیسائیت کے لیے نہ یہ کہ سود مند نہیں ہیں بلکہ دراصل اس کی راہ میں ایک رکاوٹ ہیں۔ نتیجۂ ہند میں مطبع کی کارروائی کو گہن لگ گیا۔

اوائل میں ہندوستانی زبانوں کو فروغِ عیسائیت کے کاموں میں اتنی اہمیت دی جاتی تھی کہ پراونشیل کونسل نے 1606 میں حکم نامہ جاری کیا کہ کسی بھی پادری کو حلقۂ کلیسائی کا منتظم مقرر نہ کیا جائے۔ تاوقتیکہ وہ مقامی زبان نہ سیکھ لے۔ اور یہ کہ حلقۂ کلیسائی کے وہ پادری جو مقامی زبانوں سے ناواقف ہیں۔ اگر وہ چھ ماہ کے اندر مقامی زبان کا امتحان پاس نہیں کر لیتے تو وہ اپنا عہدہ کھو دیں گے۔ (62) پہلی نسل کے عیسائی مبلغین جو ہندوستان میں آئے وہ حقیقی جوشِ مذہبی سے سرشار تھے اور اپنے مذہب کے واسطے غیر ملکی زبان سیکھنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنے کو تیار تھے۔ لیکن ان کے جانشین عیش و عشرت کی زندگی میں زیادہ دلچسپی رکھتے تھے، اور اس جدوجہد و تربیتِ نفس کے نااہل تھے۔ نتیجتًہ انہوں نے یہ کوشش کی کہ ہندوستانی زبانوں کو جو اہمیت حاصل تھی۔ اس سے ان کو بے دخل کر دیں۔ کنہار یو یرا نے " انسایو ہسٹاریکو دا لنگوا کونکانی " میں اس طویل کشمکش کے پس منظر و روش آیندہ کی بڑی تفصیلی توضیح کی ہے۔ (63) ایک عرضداشت میں جو 1672 میں پرتگال کے شاہ کو پیش کی گئی۔ کہا گیا کہ گوا میں غیر ملکی پادری بداخلاق اور بری زندگی گزارتے ہیں۔ اور عہد تجرد کی کھلی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ حالانکہ یہ شکایت علی الخصوص فرانسکان کے بارے میں تھیں نہ کہ یسوعی مبلغین کے۔ لیکن ایک دوسرے خط میں جو وائسرائے نے شاہ پرتگال کو یسوعی مبلغین کی گستاخی اور حکم عدولی اور سالسیٹ کے حلقۂ کلیسائی کے پادریوں کی مقامی زبان سے ناواقفیت کے بابت لکھا۔ دراصل ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فرانسکان اپنی غیر محتاط زندگی کی وجہ سے بدنام ہو گئے جبکہ یسوعی اپنی حرص و آز کے لئے ہدف ملامت بنے۔ ڈاکٹر جان فرائر، انگریز سیاح جو اس وقت 1672 تا 1681 ہندوستان ہی میں مقیم تھا گوا کے حالات کا ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:-

" اس جگہ کی حکمت عملی و تجارت زیادہ تر رنگی ہاتھوں کی بجائے یسوعی ہاتھوں میں ہے، بڑی

---

(62) کنہار یو یرا، انسایو ہسٹاریکا ایشترا۔ صفحہ 19

(63) ملاحظہ ہو اس کتاب کا دوسرا حصّہ

وجہ ہر شخص کی زبان پر ہے:-

فرانسسکان میری بیوی کا محافظ ہے؛ یسوعی میرے پیسے کا۔ (64)

ایبے کارلے، فرانسیسی سیاح جو 1672ء میں گوا آیا، پرتگالی پادریوں کی بابت لکھتا ہے:-

"اگر تم مال و دولت کے متمنی ہو تو تم کو پرتگالی خانقاہ میں جانا چاہیئے؛ وہاں تم دلال، تجار، اور دوسرے مقامی لوگوں کو دیکھو گے۔ جو صرف پرتگالی پادریوں سے تجارت کرتے ہیں۔ غرضیکہ اس قوم کی کل تجارت ان کے ہاتھ میں ہے۔ (65)

یہاں یہ بھی واضح کر دینا چاہیئے کہ غیر ملکی مبلغین کی یہ شرمناک مخرب اخلاق حالت صرف گوا تک ہی محدود نہ تھی۔ جیسا کہ ہم عصر ڈینمارکی مبلغین کی چین و مکاؤ کے حالات کے متعلق خط و کتابت سے معلوم ہوتا ہے:-

"میں نے چین کے 4 سفر کئے، اور بہت سی فرانسیسی تبلیغی جماعت 'اموئے' اور کنٹن کو لے گیا، اکثر انھیں وعظ دیا، مگر میں نے یہ محسوس کیا کہ ان میں سے بیشتر کو چینی دولت اور حشم سے زیادہ پیار تھا، بہ نسبت غریب غیر مسیحیوں کی آخرت کے: بنابریں وہ خاص طور سے یسوعی۔ مقام جاہ و حشم کے حصول کی صمیم قلب سے خواہش کرتے ہیں۔ تاہم ہم کو یہ اعتراف کرنا چاہیئے کہ ان کی زندگی کے دوسرے پہلو الزام سے بری ہیں۔ مکاؤ کے پرتگالی راہب ناقابل بیان حد تک بدنام ہیں۔ اور عیسائیت کے فروغ میں زبردست روڑا ہیں۔" (66)

ہندوستانی زبانوں سے غیر ملکی عیسائی مبلغین کی مخالفت مندرجہ بالا پس منظر میں آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے۔ تبلیغ کے کام میں ان کا ولولہ پست ترین درجہ پر تھا۔ در اصل، وہ غیر ملکی زبان سیکھنے کے چنداں خواہاں نہ تھے؛ اور جب تک کہ مقامی زبان کا علم کلیسائی تقرری کے لئے ضروری تھا۔ وہ ہندی نژاد اشخاص کی بہ نسبت نقصان میں رہتے تھے، کیونکہ ان اسامیوں کے لئے ہندوستانیوں کو ترجیح دی جاتی۔ اس لئے انھوں نے ان احکام کی مسلسل مخالفت کی جن

---

(64) ڈاکٹر جان فرائر ۔ نیو اکاونٹ آف ایسٹ انڈیا اینڈ پرشیا، لندن 1698، صفحہ 150

(65) دی ٹریول آف ایبے کیرے ان انڈیا اینڈ دی نیر ایسٹ۔ ترجمہ لیڈی فاوسیٹ اور مرتبہ سر چارلس فاوسیٹ، لندن 1947، صفحات 213 تا 214

(66) پروپیگیشن آف دی گوسپل ان دی ایسٹ، جلد 3، لندن 1718، صفحہ 50

کی رو سے دیسی زبانوں کا علم لازمی تھا: جس کے آتار چڑھاؤ کی کہانی کنہارویرا نے بیان کی۔ آخر کار ان کی کوششیں اس 1684 کے بدنام حکم نامہ کے اجرا کی شکل میں بر آئیں۔ اس حکم نامہ کا مقصد گوا سے دیسی زبانوں کا استیصال اور ان کی جگہ پرتگالی زبان کو دینا تھا۔ مذکورہ حکم نامہ کی رو سے تین سال کے اندر باشندہ گوا کو دیسی زبانوں کے استعمال کو بند کر کے اس کی جگہ پرتگالی کا اختیار کرنا لازمی تھا۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ اس شدید کاروائی نے ہندوستانی زبانوں میں عیسائی ادب کی علتِ غائی کو ہی دور کر دیا اور اس طرح ہندوستان میں چھاپہ خانہ کی بیخ کنی کی گئی۔

ایسے شواہد ہیں جو یہ بتاتے ہیں کہ ہندوستان میں مطبع کی احیار جدید کے لئے ایک صدی بعد کوشش کی گئی۔ دیاگو دی مینڈونکا کارٹے ریل۔ وزیر مملکت نے 1754 میں ہندوستان میں مقیم (پرتگالی) وائسرائے کو حکم دیا کہ وہ ہندوستان میں مطبع کے قیام کی درخواست کو مسترد کر دے۔ بلا امتیاز اس کے کہ وہ درخواست کسی عیسائی خانقاہ یا کالج سے ہو یا کسی بارسوخ فرقہ کی جانب سے۔ (67) یہاں یہ یاد دہانی بھی ضروری ہے کہ اس وقت یعنی 1750 تا 1775 کے درمیان پرتگال کی عنانِ حکومت مارکوئس دی پمپال کے ہاتھ میں تھی؛ اور اس قیاس کے لئے معقول وجہ موجود ہے۔ کہ پمپال کو یہ خوف تھا کہ یسوعی اس مطبع کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کریں گے۔ اور اسی وجہ سے اس نے ہندوستان میں مطبع کے قیام کو ممنوع کر دیا۔ سرنیدر رانگا پسرلنکار، ڈائرکٹر آف گورنمنٹ آرکائیوز۔ گوا نے حال ہی میں ایسے مستند ثبوت فراہم کئے ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کلیساؤں میں کچھ مواقع پر عیسائی پروانوں سے عبارات پڑھنے کا رواج 1576 میں بند ہو گیا۔ جب اس کی ممانعت اسقف دی فرانسسکو دی اسنکاؤ نے کر دی۔ (68)

گوا میں چھاپہ خانہ دوبارہ 1821 تک ظہور میں نہیں آیا۔ سال مذکورہ کے 16 ستمبر کو وائسرائے کوندے ریو پاردو کو عوامی مہم کے نتیجہ میں ہٹا دیا گیا، اور اس مہم میں بارناڈو پارِرے دے سلوا نے ایک اہم کردار ادا کیا۔ اور اس طرح جابرانہ حکومت کی جگہ حریت پسند نظام نے لی۔ اس وقت حکومت نے بمبئی سے ایک مطبع گوا لانے میں پیش قدمی کی۔ اور ایک ہفتہ وار اخبار موسومہ گزٹ دی گوا

---

(67) جے۔ سی۔ کنہارویرا۔ کردنستادے توری۔ جلد 2 صفحہ 95 (منقول از گریشیاس صفحہ 29)

(68) پنڈورانگا ایس ایس پسرلینکار "اے پرپاسیتو دوس پرائمیروس لوروس مراٹھاس امپریسوس ایم گوا۔ بولٹین دو انسٹی ٹیوٹو واسکو ڈا گاما، ن 73۔ گوا 1956 صفحہ 69

جاری کیا۔ البتہ پانچ سال کے اندر ہی اس حکمت عملی کی کایا پلٹ ہوئی اور نئے وائسرائے دی مینول دی کمارا نے مطبع کو مع گزٹ 29 اگست 1826 کے حکم کے ذریعہ بند کر دیا۔ مذکورہ حکم میں وائسرائے نے لکھا:

"حکومت بغیر ایک مطبع اور گزٹ کے زندہ رہی۔ تاوقتیکہ انقلاب کا ناخوش گوار عہد آیا، اور ان منحوس ایام میں انھوں نے صرف برے ہی نتائج پیدا کئے۔ لہٰذا اگر موجودہ ٹائپ ناقابل استعمال ہو گئے ہیں تو گزٹ کی اشاعت کو ملتوی کر دینے میں کوئی قباحت نہ ہوگی۔" (69)

گوا سے شائع ہونے والا دوسرا سرکاری ہفتہ وار اخبار "کرونستا کانستی ٹیوشنال دی گوا" تھا۔ یہ 13 جون 1835 کو شروع ہوا۔ اور اس کی اشاعت دو سال کے بعد 30 نومبر 1837 کو ملتوی کر دی گئی۔ اس کے بعد تیسرا سرکاری اخبار "بولٹین دو گوورنو دو ایسٹادو دا انڈیا" تھا۔ جو 7 دسمبر 1837 کو شروع ہوا۔

دیوناگری حروف میں چھپائی کا کام گوا میں انیسویں صدی کے دوسرے حصہ میں شروع ہوا سرکاری مطبع نے 1853 میں بمبئی سے دیوناگری ٹائپ خریدے تاکہ ان کو اشتہارات اور دوسرے اعلانات کی چھپائی کے لئے گورنمنٹ کے اخبار "بولیٹن دو گوورنو" میں استعمال کیا جا سکے۔ مراٹھی حروف کا سب سے پہلا اعلان اس رسالہ میں 27 مئی 1853 کو شائع ہوا۔ کچھ اولین کتب جو اس مطبع سے شائع ہوئیں مندرجہ ذیل ہیں:-

(i) 1864 کو دیگو دس اسوس اے کاسٹیومس دوس ہیبٹینٹس داس نوواس کانکوستاس۔
(نوواس کانکوستاس کے باشندوں کے دستور رسوم)

(ii) 1861 مندرجہ بالا کتاب کا دوسرا ایڈیشن۔

(iii) 1867 ایبیسیاریو ایم مراٹا۔ (مراٹھی کا قاعدہ)

(iv) 1867 اسلپا۔ نیتی۔ کاتھا (حکیم آصف کی کہانیاں، مراٹھی)۔ (70)

مذکورہ بالا بیان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سب سے پہلا چھاپہ خانہ گوا میں جاری

---

(69) [illegible] ، "اے اولکاؤ دو جرنالسمو" اے انڈیا پرچیگزا، جلد 2، نوا گوا، 1923 صفحہ 508

(70) پسود لیکار، صفحہ 70 تا 71

قبل داخل ہوا، لیکن افسوس ہے کہ گوا کا مختصر مگر زریں تخلیقی دور ہمارے زمانہ تک جاری نہ رہا۔ اگر پرتگالی حکمرانوں کی محدود اور تنگ نظر حکمت عملی نے اس کو مدک نہ دیا ہوتا تو گوا کا چھاپہ خانہ ہندوستان بھر میں صفِ اول کی شئے ہوتا۔

باب دو

بمبئی میں چھاپہ خانہ : 1674-1675

بھیم جی پاریکھ کی سرگرمیاں

مشہور مراٹھی مورخ دی. کے. راجوادے مرحوم نے یوروپ اور مہاراشٹر کی تہذیب کا موازنہ کرتے ہوئے مراٹھوں کو فن طباعت نہ سیکھ سکنے پر ملامت کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

"مراٹھا تہذیب کا ایک اہم نقص فن طباعت سے ناواقفیت اور اس کے حصول میں کوتاہی تھا۔ ۱۱ مئی 1498 کو جب گاما نے ہندوستان کو دریافت کیا، اور 1760 کے درمیان پرتگالیوں اور مراٹھوں نے بہت سے مواقع پر آپسی تعلقات قائم کئے۔ ان کے بارے میں یہ علم ہے کہ وہ گوا، ساونت وادی، باسین، کوچین، داٹجل، دیو، دمن اور دوسرے بہت سے مقامات پر ملے مراٹھوں کی ولندیزی اور ڈنمارکیوں سے بھی واقفیت تھی۔ ایم۔ بسی۔ جیسے فرانسیسی افراد سے بھی مراٹھوں کے قریبی تعلقات تھے۔ مزید مراٹھوں کی انگریزوں سے بھی، بمبئی، سورت، بانکوٹ، وجیادرگ، راجہ پور اور داٹجل جیسے مقامات پر جان پہچان ہوئی۔ کچھ فرقے مثلاً پربھو، شنویس، پارسی، بھاٹیا وکچھ والکیشور مندروں کے پجاری مثلاً چھاترے و بھنکنڈے، اور کچھ بیراگیوں کا انگریزوں سے برابر کاروبار تھا۔ ان میں سے کچھ اشخاص بہ خوبی انگریزی بول اور لکھ سکتے تھے، اور اس بارے میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ انھوں نے مطبوعہ کتب دیکھی تھیں۔ نانا فرنویس کی دستاویزات میں انگریزی نقشہ جات آج بھی پائے جاتے ہیں۔ مورا بادادا کی ذاتی لائبریری کی فہرست کتب یہ بتاتی ہے کہ وہاں ایک انگریزی کتاب موجود تھی۔ لہذا یہ امر تعجب خیز ہے کہ ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے یعنی باوجود اس کے کہ اقوام یوروپ ان کے دروازے پر کھڑی تھیں، پھر بھی مراٹھوں نے فن طباعت اختیار نہ کیا۔ مہاراشٹر میں اس فن کا ورود ترقی پذیر مراٹھا قلمرو میں صحیح طرز فکر پیدا کرنے کے لئے ضروری تھا۔ پیشوا نظام حکومت کے اختتام تک

بلکہ اس کے بعد بھی بہت سے مراٹھا سردار مثل گھوریا دلے، سندھیے، ہولکر، بھونسلے، سردار کولہاپور، ساونت، آنگرے نے بہت سے پرتگالی، فرانسیسی اور دوسرے یوروپین ملازم رکھے۔ حالانکہ مراٹھے نئے خیالات اخذ کرنے میں مشہور ہیں مگر یہ حقیقت کہ ان تمام خبروں کے ہوتے ہوئے بھی انہوں نے فن طباعت کو حاصل نہ کیا ان کی اس شہرت کو مشکوک سا بناتی ہے۔ لہذا چنداں تعجب نہیں کہ ایک قوم جو فن طباعت کی مخصوص خوبیوں کی قدر نہ کر سکی اس کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ تاریخ اور جغرافیہ کی ناکافی واقفیت رکھتی تھی۔ (1)

راجوادے کی موجودہ نکتہ چینی کا نشانہ اصلاً پیشوا عہد کے مراٹھا تھے۔ یہ بھی قرین قیاس ہے کہ اس کو یہ علم نہ تھا کہ ہند میں چھاپہ خانہ کافی عرصہ پہلے آچکا تھا۔ یہ عین قرین قیاس ہے کہ اگر اس کو اس بات کا علم ہوتا تب اس کی مراٹھا کردار کی مذمت اور زیادہ ہوتی۔

شری کے۔ ایم۔ منشی نے آل انڈیا لائبریری کانفرنس منعقدہ بمبئی 1942ء میں مندرجہ ذیل رائے کا اظہار کیا، جو اگر صحیح ہے تو راجوادے کے مندرجہ بالا مراٹھوں کی کوتاہی کے الزام میں شیواجی کو بری الذمہ کر دیتی ہے:۔

"شیواجی مہاراج نے ایک چھاپہ خانہ قائم کیا، چونکہ یہ چالو نہ ہو سکا تو اس نے 1674ء میں یہ بھیم جی پاریکھ کو بیچ دیا، جو کہ گجرات کا ایک مہم جو کپول بنیا تھا جس نے نہ صرف اس کو چالو کیا بلکہ برطانیہ سے ایک ماہر طابع کو بلایا۔" (2)

بدقسمتی سے، یہ مشکوک ہے کہ شری منشی نے جو اطلاع دی ہے وہ حقیقت پر مبنی ہے۔ یہ بیان واقعہ کہ شیواجی نے ایک چھاپہ خانہ قائم کیا، اغلب ہے کہ شری منشی نے اپنے ذاتی تحقیق پر اعتماد نہ کرتے ہوئے، ایک دوسری اطلاع پر جو اسی کانفرنس (3) کے ایک دوسرے مقالہ میں شامل ہے بھروسہ کیا۔ اس مقالہ کے مصنف شری ایس۔ بی۔ دیدیا ہے مصنف ہذا نے اس اطلاع کے ماخذ بتانے کے لیے درخواست کی تو وہ ماخذ بتانے سے قاصر رہے۔ شیواجی کے متعلق دنیائے طباعت میں اس مفروضہ پیشروانہ کارروائی کے بارے میں ہم عصر مراٹھی، پرتگالی

---

(1) دیکھئے راجوادے، مراٹھیانسیا اتیہاسم سادھانیم، حصہ اول، پونا 1898ء صفحہ 100

(2) پروسیڈنگس آف دی نفتھ آل انڈیا لائبریری کانفرنس منعقدہ بمبئی، 1942ء صفحہ 36

(3) ایضاً، صفحہ 229

فرانسیسی اور انگریزی کاغذات یا بعد کے کاغذات میں مزید ثبوت تلاش کرنے کی کوششیں بھی ناکام ثابت ہوئیں۔ اس کے برخلاف ایسے شواہد موجود ہیں جو یہ دکھاتے ہیں کہ بھیم جی پاریکھ نے خود پیش قدمی کرکے ایک چھاپہ خانہ برآمد کیا۔ ہم عصر انگریزی دستاویزات سے مندرجہ ذیل اقتباس حقیقت حال کو واضح کرتا ہے۔

(1) ایک خط سے اقتباس جو سورت سے 6 جنوری 1670ء کو ایسٹ انڈیا کمپنی کو لکھا گیا۔

"ہم جی (بھیم جی) پاریکھ عاجزانہ درخواست کرتا ہے کہ آپ بہ مہربانی ایک ماہر طابع کو بمبئی بھیج دیجیے، کیونکہ اس کو اس بات کا دلی اشتیاق ہے کہ وہ قدیم براہمنی تصانیف کو مطبوعہ شکل دے اور ایسے طابع کو بطور معاوضہ وہ پچاس پاؤنڈ سالانہ 3 سال تک دینے کے لیے تیار ہے، اور اس کے علاوہ وہ تمام اوزار و آلات جو اس کے لیے ضروری ہیں ان سب کا خرچ برداشت کرے گا، اور یہ کہ اگر اس کے لیے یہ بھی کافی نہ ہو تو وہ یہ معاملہ آپ کی رائے پر چھوڑتا ہے کہ آپ جو کچھ چاہیں اور مناسب خیال کریں وہ طابع کے لیے مقرر کریں اور وہ وعدہ کرتا ہے کہ وہ آپ کے حکم کے بموجب کرے گا۔ اور یہ بھی بعید از قیاس نہیں ہے کہ اس کا یہ شوق عوام کے لیے سود مند ثابت ہو۔ اور کچھ متجسس اشخاص میں ایسی لگن پیدا کرے کہ وہ ان میں سے یا پرانے مخطوطات میں کچھ عنصر ایسے دریافت کرے جو کارآمد ہوں یا کم از کم آنے والی نسل جن کے لیے سپاس گذار ہو۔ ہم یہ التجا آپ کے حضور میں گذارتے ہیں اور اپنی جسارت کے لیے معافی خواہ ہیں۔" (4)

(2) ایک خط مورخہ 13 اپریل 1674ء سے اقتباس جو لندن سے سورت بھیجا گیا:۔

"ہم نے طابع مسٹر ہنری ہلس سے مراسلت کی ہے کہ وہ ہمارے جزیرہ بمبئی میں بہ مشاہرہ پچاس پونڈ سالانہ آئیں اور ایک چھاپہ خانہ بمعہ ٹائپ اور دوسرے لوازمات، اور کاغذ کی موزوں مقدار بھی ان کے ساتھ بھیجے جانے کی فرمائش کی، جیسا کہ آپ کو اس ہنڈی سے جو بھیم جی کی جانب سے آپ کو وصول ہوگی، واضح ہو جائے گا۔" (5)

اس بات پر توجہ دینا بھی باعث دلچسپی ہے کہ کمپنی نے جن امور کی وجہ سے بھیم جی کی درخواست منظور کی ان میں ایک امر یہ بھی تھا کہ ان کو امید تھی کہ مطبع آخر کار عیسائی عقیدہ کی تبلیغ کے لیے

---

(4) انگلش ریکارڈس آن شیواجی، جلد 1 (ڈاک، 253) پونا 1931ء، صفحہ 187

(5) ایضاً۔ (ڈاک: 430) صفحہ 327

معاون ثابت ہوگا۔ اس کا اظہار مندرجہ ذیل عبارت سے ہوتا ہے جو ایک خط مورخہ 8 مارچ 1675
لندن سے سورت کے لیے بھیجا گیا۔

"ہم یہ خبر خوشی سے سنیں گے کہ اگر بھیم جی کا منصوبہ طباعت کے بارے میں بروئے کار آیا۔
تو ہمارے لیے اپنے مذہب کو پھیلانے کا ایک ذریعہ ہوگا اور اس طرح ہم دینی و دنیادی فائدہ
حاصل کر سکیں گے۔" (6)

ہم یہ دیکھیں گے کہ کمپنی نے بھیم جی کی درخواست کی بجا آوری میں جو ٹیکنیشین بھیجا وہ ایک
ماہر طابع تو تھا لیکن وہ "بنیان رسم الخط" کے ٹائپ نہ بنا سکا۔ مندرجہ ذیل اقتباس سے یہ معلوم
ہوتا ہے کہ بدیں وجہ بھیم جی نے کمپنی سے ایک قالب گر (Founder) کی خدمات حاصل کرنے
کی درخواست کی۔

(1) اقتباس ایک خط سے جو سورت سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے لیے 23 جنوری 1676ء
کو لکھا گیا۔

" طابع ویسا کامیاب ثابت نہ ہوا جیسا کہ بھیم جی کو توقع تھی، کیونکہ اس نے "بنیان حروف تہجی"
کو انگریزی طریقہ کار پر ڈھالنے میں سخت جانفشانی کی اور کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا، چونکہ یہ طابع
قالب سازی سے بالکل ناواقف ہے، اور اپنے پیشہ کے علاوہ کچھ اور نہیں جانتا۔ جس کی وجہ سے
بھیم جی نے یہ خواہش ظاہر کی کہ اس کو کمپنی ملازم رکھے۔ اور درحقیقت جب سے وہ آیا ہے اسی طرح
ہے۔ وہ آپ کے جزیرہ بمبئی میں کارآمد ثابت ہوگا۔ اس لئے ہمارا ارادہ اس کو وہاں آپ کے
مزید حکم تک کے لیے بھیجنے کا ہے۔ ہم نے بنیان حروف میں مطبوعہ کچھ کاغذات دیکھے جن کو
بھیم جی کے ملازموں نے تیار کیا اور جو صاف اور خوبصورت ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ یہ کام قابل
عمل ہے۔ لیکن ان ملازمین کا مشاہرہ اور بہتر تجربہ نہ ہونے کی وجہ سے اکتا دینے والا عمل، دل شکستہ
کرتے ہیں۔ اگر حضور والا بجائے مہربانی ایک قالب گر (؟ یا) حروف کا قالب ساز بھیم جی کے
خرچ پر بھیج دیں۔ تو وہ بہت ممنون ہوگا۔ کیونکہ اب تک اس نے طابع کے اخراجات حسب
ضرورت مناسب طور پر برداشت کیے۔" (7)

---

(6) ایضاً جلد 2 (ڈاک ۔ 148) صفحہ 83
(7) ایضاً (ڈاک، 200) صفحہ 109

(2) اقتباس خط مورخہ 15 مارچ 1677ء جو کمپنی نے سورت بھیجا۔

"ہماری یہ خواہش ہے کہ چھپائی کا کام چالو ہو جائے، اور اگر ہم حروف کا "قالب گر" حاصل کر سکے تو اس کو ان جہازوں میں روانہ کر دیں گے۔" (8)

جزیرہ بمبئی کے گزٹیئر میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کمپنی نے بھیم جی کی مدد کے لئے ایک قالب گر کو درحقیقت روانہ کیا۔ گزٹیئر کی متعلقہ عبارت کچھ اس طرح ہے:۔

"بھیم جی کو یہ معلوم ہو کر افسوس ہوا کہ ہل یعنی ایک ماہر طابع دراصل قالب گر نہیں تھا اور وہ "بنیان حروف" ڈھالنے کے لیے بالکل نااہل تھا۔ اور اس وجہ سے اس نے دوبارہ کورٹ آف ڈائرکٹرس کو لکھا جنھوں نے جواب میں ایک ٹائپ ڈھالنے والا 1678ء میں بھیجا۔" (9)

اس اطلاع کا ماخذ گزٹیئر میں "انڈیا آفس ریکارڈ، بمبئی گزٹ، یکم جولائی 1906ء" دیا گیا ہے۔ مصنف ہذا کی طرف سے انڈیا آفس ریکارڈ ایک مراجعہ (Reference) کے جواب میں معلوم ہوا کہ یہ یقین کرنے کے لیے کوئی جواز نہیں ہے۔ کہ قالب گر کبھی بھی ہند آیا۔ جہاں تک بمبئی گزٹ کا تعلق ہے کوئی بھی شمارہ مورخہ یکم جولائی 1906ء موجود نہیں ہے کیونکہ یہ اتوار کا دن تھا۔ اس کا پیپر 2 جولائی کے شمارہ میں ایک مضمون بمبئی کے اول چھاپہ خانہ کے بارے میں ہے۔ لیکن اس میں ایسی کوئی شہادت نہیں ہے جو یہ بتائے کہ ٹائپ قالب گر دراصل یہاں آیا۔ جیسا کہ ہم کو معلوم ہے کہ چھاپہ خانہ پہلی بار بمبئی کے جزیرہ میں 1675 - 1674ء میں آیا۔ بھیم جی پاریکھ کا اس چھاپہ خانہ کے وسیلے سے ہندوستانی حروف میں ادب شائع کرنے کا خیال حقیقت نہ بن سکا لیکن یہ فرض کرنا عین قرین خیال ہے کہ چھاپہ خانہ کے ساتھ انگریزی کے کچھ ٹائپ لائے گئے تھے اور انگریزی میں ادب شائع کرنے کے لیے استعمال ہوئے۔ اگر یہ گمان صحیح ہے تو یہ ممکن ہے کہ ایسے مطبوعہ مواد کے نمونے کمپنی کے بمبئی سے متعلق ہم عصر ریکارڈ میں کہیں موجود ہوں۔

شہر و جزیرہ بمبئی کے گزٹیئر کی مندرجہ ذیل عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ چھاپہ خانہ کا قیام دراصل جنرل آنجیر، گورنر بمبئی کی بدعتوں میں سے ایک بدعت ہے:۔

"دوسری اہم یا قدرے ہیچ بدعتیں شفاخانہ کا قیام ... چھاپہ خانہ کا اجرا، مکانات کا

---

(8) ایضاً، (ڈاک، 211) صفحہ 114

(9) دی گزٹیئر آف بمبئی سٹی اینڈ آئی لینڈ، جلد 3، بمبئی 1910ء، صفحہ 145

جنوانا ہیں :۔ (10)

لیکن گزیٹیر اس اطلاع کے ماخذ یا بنیاد کے بارے میں کوئی سراغ نہیں دیتا۔

کپتان الگزینڈر ہیملٹن، جو بسلسلۂ تجارت 1688 تا 1723 ہندوستان کی سیاحت کرتا رہا۔ اپنے سفر کے حالات بیان کرتے ہوئے ایک مقام پر لکھتا ہے کہ اس نے کچھ طبع شدہ دستاویزات اپنے بمبئی کے قیام کے دوران دیکھیں :۔

"جنرل (جان چائلڈ) نے سن 1687ء کے اختتام پر تمام حاجت مند اشخاص کو پروانۂ راہ گذاری دیئے، اور سورت کے گورنر کو شکایات پر مشتمل ایک یادداشت بغرض رفع شکایات و امتنان پیش کی۔ ان شکایات کے فصل جو میں نے طبع شدہ نسخہ کی صورت میں دیکھے۔ وہ مندرجہ ذیل 35 فصل میں تھے۔" (11)

"ہم اب مغل طرزِ عمل سورت کے لیے ان کے نئے فرمان میں دیکھ سکتے ہیں، جو کہ کمپنی کے ترجمان نے ترجمہ کیا ہے، اور جو سر جان چائلڈ کے 35 فصول پر مشتمل مادۂ مظالم کے ساتھ ضمیمہ کے طور پر مطبوعہ نسخہ میں کچھ اس طرح مرقوم ہے:" (12)

یہ بھی ممکن ہے کہ یہ دستاویزات ہندوستان میں طبع ہوئیں اور ان کے نسخہ شاید انڈیا آفس کے ریکارڈ میں موجود ہوں۔

مہاراشٹر میں بلاک کی چھپائی

ایک دوسرے مراٹھا تاریخ داں، راؤ بہادر دتاتریہ بلونت پارس نیس مرحوم نے کچھ ایسے حقائق اجاگر کیے ہیں، جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ راجواڑے مراٹھوں کی فن طباعت سے سہل انگاری کی مذمت کرنے میں کلیتاً حق بجانب نہیں تھا۔ پارس نیس لکھتے ہیں :۔[1]

"پونہ کے نانا فرنویس، تاریخ میں بحیثیت سیاستداں مشہور ہیں۔ دستاویزات اصلی یہ بتاتی ہیں کہ اس نے مختلف النوع میدانوں، جیسے علم و دانش، فن، صنعت و زراعت میں

---

(10) ایضاً جلد 2 بمبئی 1909ء صفحہ 61

(11) الگزینڈر ہیملٹن، اکاؤنٹ آف ایسٹ انڈیز، جلد 1، ایڈنبرگ، صفحہ 200

(12) ایضاً صفحہ 227

بہت دلچسپی لی۔ اس نے سر چارلس میلٹ، ریذیڈنٹ کے تعاون سے نقاشی اور بت سازی کا پونہ میں ایک اسکول جاری کیا۔ اس نے ہی سب سے اول بھاگوت گیتا کو مراٹھی حروف کے قالب میں ڈھال کر طبع کرنے کا خیال کیا، اور اسی اسکول کے تعلیم یافتہ ایک لوہار متعلم سے یہ حروف بنوائے تھے۔ اس زمانہ میں بھاگوت گیتا کے نفیس تحریر میں نسخے لکھنا اور پھر ان کو برہمنوں کو ہدیۃً پیش کرنے کا رواج تھا۔ نانا فرنویس نے گیتا کے ایسے بہت سے عمدہ مخطوطہ نسخے جے پور، کاشی و متھرا سے جمع کئے۔ ساتھ ہی اس نے یہ بھی محسوس کیا کہ اگر انگریزی کتب کی طرح ان کو بھی حروف کے قالب بنا کر طبع کیا جائے تو یہ سود مند ہوگا۔ لہٰذا اس نے پونہ میں ماہر تکنیشینوں سے حروف کے قالب ڈھلوانے کی کوشش کی۔" (13)

اس کے لئے جو طریقہ اپنایا گیا وہ یہ تھا کہ پہلے یکساں شکل اور ناپ کے تانبے کے ورق بنائے جاتے اور پھر ان پر بھاگوت گیتا کی ہر سطر کے تانبے کے حروف نصب کر دئے جاتے تھے۔ بعد میں ان اوراق کو لکڑی کے شکنجے میں رکھ کر نقش لیا جاتا تھا۔ بدیہی طور پر ان اوراق کا تیار کرنا ایک مشکل امر تھا اور کافی وقت لیتا تھا۔ قبل اس کے کہ یہ کام پورا ہو باجی راؤ دوئم پیشوا (1796) بن گیا، اور نانا فرنویس کے اقبال کو دھچکا لگا۔ پونہ میں غیر یقینی حالات کی وجہ سے بہت سے ماہر کاریگر ان دوسرے مقامات پر کوچ کر گئے۔ وہ کاریگر جس کو گیتا کے بلاک بنانے کا کام سونپا گیا تھا وہ پونہ چھوڑ کر مراج چلا گیا، جہاں اس نے رئیس مراج گنگا دھر راؤ گوبند کی سرپرستی حاصل کی۔ اس طرح جو کام نانا فرنویس نے شروع کیا تھا وہ رئیس مراج کی سرپرستی میں پایۂ تکمیل کو پہونچا۔ اور بھاگوت گیتا کا چوبی چھاپہ خانہ کا نسخہ 1805 میں مراج میں مکمل ہوا۔ اس بھاگوت گیتا کا ایک نسخہ پنڈت رگھوناتھ شاستری پاتانکر، راجپور کی سنسکرت پاٹھ شالا (ضلع رتناگری) کے قبضہ میں ہے۔ ان اوراق کا جو اس مقصد کے لئے استعمال ہوئے اور جن کی تعداد لگ بھگ 250 ہے۔ تقریباً نصف بھارت اتیہاس سنشودھن منڈل، پونہ میں محفوظ ہے۔ اس میں کے دو بلاک پارس نیس میوزیم ستارا کے پاس ہیں۔ ہندوستان میں بلاک کی چھپائی کے لیے یہ ایڈیشن سب سے پرانا ہے۔

---

(13) ڈی۔ بی۔ پارس نیس : مراٹھی مُدرانا کالیکا سنشودھکا کوند؟ نولوگا، جلد 2، نمبر 8 (جون 1915ء) ممبئی 1915، صفحات 70-569

اس ایڈیشن سے ہم کو یہ پتہ چلتا ہے کہ نانا فرنویس نے اس ایڈیشن کے نکالنے میں جو پیشقدمی کی، اسس کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ حالانکہ رئیس مراج کا حوالہ ترقیمہ میں ان الفاظ میں دیا گیا ہے:۔

अगयुग्भागभूतुल्ये १७२७ शाके कोधनवत्सरे।
मार्कण्डयमुनिक्षेत्रे पट्टवर्धन संज्ञक :।
निगमाग मर्थ ह्रः श्री गोविंदत नुद्भव :।
विदुषामंतरायास दिव्यां कृता गंगाधरो मुदा।
तज्जनयं पुस्तकं यतद्विजेभ्यो दत्तवानसौ।
गोपाल कृष्ण चरण प्रसाद ज्ञान लब्धये॥ श्रीरस्तु॥

(اگ یگ نبھاگ بھوتلیے 1727 شاکے کودھن وتسرے ا
مارک ڈیے مونیشترے پٹ وردھن سنگشک ا
نگم مارگ مردھکش شری گووندت نودو ا
ویدوشا منترایاس دویان کرتی گنگادھر ومدا ا
تجینا پستک تیا دوج بھیو دتوانسو ا
گوپال کرشن چرن پرساد گیان لبھدیے ॥ شری رستو ॥)

باب تین

ٹراونکور (مدراس) میں چھاپہ خانہ: 1712ء

ڈنمارکی مبلغین کی کارگزاری

چھاپہ خانہ قائم کرنے کی تیسری کوشش کا سہرا ایک ڈنمارکی مبلغ بارتھلیو زیگنبالگ کے سر ہے۔ وہ 24 جون 1683ء کو پیدا ہوا۔ اس کے والدین کا صغر سنی ہی میں انتقال ہو گیا اور اس کی تعلیم اس کے خاندان کے دوستوں کے توسط سے ہالے (سیکسونی) میں ہوئی۔ یہاں پر اس کی ملاقات ڈاکٹر لتکنس سے ہوئی جو فریڈرک چہارم، شاہنشاہ ڈنمارک کا خاص پادری تھا۔ ڈاکٹر لتکنس ہندوستان میں پروتستانی عقیدہ کو پھیلانے کی فکر میں تھا۔ اور اسی مقصد سے تنجور کے بادشاہ سے وہ کچھ زمین پہلے ہی خرید چکا تھا۔ وہ زیگنبالگ اور مؤخرالذکر نے ایک دوست ہنری پلیشو کو تبلیغ کے لئے آمادہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ جیسا کہ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں کیتھولک مبلغین ہند میں اپنی سرگرمیاں کافی عرصہ پیشتر شروع کر چکے تھے۔ البتہ ڈنمارکی مبلغین کا کام ہند میں پروتستانی تبلیغی سرگرمی کی شروعات متصور کیا جا سکتا ہے۔

زیگنبالگ ٹرانکوبار پہنچنے کے فوراً بعد ہی اپنے ایک خط مورخہ 12 جولائی 1706ء میں اپنے ہند کے سفر کا حال بیان کرتا ہے۔ وہ تمام خطوط جو اس نے اس دوران (یعنی 1715ء تک) لکھے موجود ہیں[1]۔ اور ان میں ہمیں ہم عصر سماجی حالات، مذہبی عقائد، زبان اور تہذیب کے متعلق معلومات کا وافر ذخیرہ ملتا ہے، اور ساتھ ہی اس کی تبلیغی سرگرمیوں کی سرگذشت اور خاص طور سے کیتھولک تبلیغی جماعتوں کی طرف سے اس ضمن میں مخالفت کی روئداد بھی۔

اس وقت پرتگالی نسل کے بہت سے افراد نے جنوبی ہند میں سکونت اختیار کر لی تھی،

---

(1) پروپیگیشن آف دی گاسپل ان دی ایسٹ (تیسرا ایڈیشن)، لندن 1718ء

اور اس علاقہ میں پرتگالی زبان عام طور سے بولی جاتی تھی۔ اسی لئے ڈنمارک کی مبلغین نے دورانِ سفر ہند پرتگالی زبان میں استعداد پیدا کی تاکہ وہ ہندوستانیوں سے تبادلۂ خیالات کرسکیں۔ ہند میں انھوں نے ایک ہندوستانی پنڈت کی خدمات حاصل کیں جو پرتگالی جانتا تھا، اور اس کی مدد سے وہ مقامی حالات کی واقفیت حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ زیگنبالگ اپنے ایک خط مورخہ 16 ستمبر 1706ء میں اس پنڈت کے بارے میں اس طرح لکھتے ہیں:۔

"مجھے یہ اقبال کرلینا چاہیے کہ ستر سالہ اسکول ماسٹر نے اکثر مجھ سے ایسے فلسفیانہ سوالات کئے کہ میں یہ سوچنے پر مجبور ہوا کہ ان لوگوں کی صلاحیتوں کا اندازہ لگانے میں ایک شخص ایسی چیزیں دریافت کرسکتا ہے جو یوروپ کے بعض علماء کے تجسس کے شایانِ شان ہوں۔۔۔۔ حقیقت میں مالاباری بہت بذلہ سنج اور ذہین لوگ ہیں۔ ان کو کافی عقلمندی و تدبیر سے قابو میں کیا جاسکتا ہے۔ اسکول ماسٹر ہم سے روزانہ مباحثہ کرتا ہے، اور ہر چیز کے لئے برہان و دلیل چاہتا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ہم اس کو عیسائی مذہب کی طرف راغب کرلیں گے، لیکن وہ آج تک مطمئن ہے کہ کسی نہ کسی وقت ہم سب مالاباری بن جائیں گے، اور اس امید میں وہ تمام تکالیف جو تصور کی جاسکتی ہیں، برداشت کرتا ہے تاکہ وہ حتی الوسع تمام چیزوں کو ہمارے لئے سادہ اور سہل بنا سکے۔" (2)

تبلیغی مقاصد کے سلسلے میں مندرجہ ذیل بیان دلچسپ ہے، جس میں پرتگالیوں کی ہند میں بدکارانہ زندگی اور پرتگالی مبلغین کے ان قابل اعتراض طریقوں کا ذکر کیا گیا ہے جو وہ ہندوستانیوں کو عیسائیت میں داخل کرنے کے لئے استعمال کرتے اور جو در اصل ہند میں عیسائیت کی تبلیغ میں سدِ راہ ثابت ہوئے۔ زیگنبالگ کے خط مورخہ یکم اکتوبر 1706ء سے اقتباس:

"مجھے اس بات کا صاف گوئی سے اعتراف کرنا چاہئے کہ یہ از حد مشکل ہے کہ ان لوگوں کے ذہن پر کوئی نقش چھوڑا جاسکے۔ یا اس شدید بے بصیرتی سے جس میں وہ گھرے ہوئے ہیں۔ ان کو نکال کر مقدس دین عیسوی کے نور کی طرف لایا جائے۔ عیسائی مذہب سے بیزاری کا مخصوص سبب ان عیسائیوں کا جوان کے ساتھ اکٹھے

---

(2) ایضاً جلد 1 صفحات 30-31

بیٹھنے میں بدکار اور بدنام طرز زندگی ہے۔ اسی نے یہاں کے لوگوں میں ہر اس چیز سے جس میں عیسائیت کی بو آتی ہے ایک غیر معمولی جذبۂ نفرت و بیزاری پیدا کر دیا ہے، اور اسے وہ ایک گناہِ عظیم تصور کرتے ہیں کہ کوئی عیسائیوں کے ساتھ کھانے پینے کی جرأت کرے۔ نہیں، بلکہ وہ عیسائیوں کو دنیا کی تلچھٹ اور ننگ انسانی سمجھتے ہیں۔" (3)

وہ مزید بیان کرتے ہیں۔

"تبدیل مذہب میں رومن کیتھولک حضرات کا طرزِ عمل بڑی حد تک حارج رہتا ہے، کیونکہ وہ ان کو (نام نہاد) عیسائیت میں داخل کرنے کے لیے گندے ہتھکنڈے و فریب آمیز طریقے استعمال کرتے ہیں۔ لہذا وہ ہم کو ایسا عیار انسان سمجھ کر جو کسی بھی لمحہ ان کو اپنے دام یا حیلہ میں پھنسانے کو تیار ہو، ہم سے خوفزدہ رہتے ہیں۔" (4)

جیسا کہ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں کہ جنوبی ہند میں چھاپہ خانہ سن 1578ء میں قائم ہو چکا تھا لیکن چھپائی کی سرگرمیاں سلسلہ بہ سلسلہ آنے والے مبلغین کے مذہبی انہماک کے بتدریج زوال کی وجہ سے سرد پڑ گئیں۔ پادری ہوسٹن لکھتے ہیں:۔

"بالآخر تامل چھپائی سن 1612ء کے بعد بند ہو گئی کیونکہ نوبلی اور مینول مارٹن کی متعدد تصانیف 1649ء اور 1660ء میں غیر مطبوعہ پڑی رہیں۔" (5)

ایسا قیاس کرنا ممکن ہے کہ بعد میں ہند میں چھپائی کو پھر سے زندہ کرنے کے لیے کچھ کوششیں ہوئیں۔ لیکن وہ بہت قلیل الحیات ثابت ہوئیں۔ مثال کے طور پر ہمیں ایک لاطینی۔ تامل قواعد کا ذکر ملتا ہے جو ایک سنسکرت کے عالم پادری بے شی نے لکھی اور جو میلاپور کی اسقف کی حسب خواہش زیگنبالگ کے مطبع سے طبع ہوئی۔

زیگنبالگ اپنے کئی خطوط میں لکھتے ہیں کہ عیسائی مذہب کی تبلیغ کے لئے مالاباری زبان میں

---

(3) ایضاً صفحہ 33

(4) " صفحہ 35

(5) ایچ۔ ہاسٹن، کیتھولک ہیرالڈ آف انڈیا (نیو سیریز جلد XII نمبر 8) کلکتہ۔ 19 جنوری 1916ء صفحہ 42

جو کتب تیار کرائی گئیں وہ دراصل ابتدا میں پرتگالی زبان میں لکھی گئیں اور بعدازاں ان کو ہندوستانی معاونین کی مدد سے " مالاباری زبان " میں ترجمہ کرایا گیا۔ اس سلسلہ میں مورخہ 16 اکتوبر سن 1706ء کے خط سے مندرجہ ذیل اقتباس رقم کیا جاسکتا ہے :-

" ان (کتب) کی زبان بہت مشکل بھی ہے اور ناہموار بھی۔ ان اشخاص کے لیے عیسائیت کے جو کچھ بنیادی اصول جاننا ضروری ہیں ان کو پہلے پرتگالی میں تحریر کرنا پڑتا ہے، اور پھر مالاباری میں ترجمہ۔ اور چونکہ اس علاقہ میں فن طباعت بالکل غائب ہے۔ اس لیے چھاپہ خانہ کی جگہ نقل نویسی لے لیتی ہے۔ ان سب باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ کو یہ واضح ہو جائے گا کہ ہمارا مدرسہ خیریہ بنا مزید اشخاص کے تقرر کے نہیں چل سکتا، لہذا یہ پورا منصوبہ اور آگے نہیں بڑھ سکتا کہ ہم کچھ اور کارکنوں کو ملازم رکھیں جو ترجمہ کریں اور ایسی چیزوں کو جو دینی بصیرت کے لیے ضروری ہیں لوہے کے اوزاروں سے کھجور پتوں پر نقش کریں "۔ (6)

ضمناً مندرجہ بالا اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت مالابار میں کاغذ کا ظہور نہیں ہوا تھا اس صورت حال کی طرف اس سے زیادہ صریحی حوالہ ایک خط مورخہ 14 جون 1709ء کے مندرجہ ذیل اقتباس میں ملتا ہے :-

" جہاں تک ان کتب کی ظاہری صورت کا تعلق ہے ان کی شکل و لباس یوروپی کتب سے بالکل مختلف ہے۔ مقامی باشندے ان میں نہ تو کاغذ استعمال کرتے ہیں نہ چمڑا۔ نہ روشنائی اور نہ قلم، بلکہ حروف لوہے کے اوزاروں کے ذریعہ کسی پیڑ کی پتیوں پر کندہ کرتے ہیں۔ جو پام کے درخت سے مشابہ ہے۔ ہر پتی کے سرے پر ایک سوراخ کیا جاتا ہے اور اس سوراخ میں ایک ڈوری ڈال دی جاتی ہے اور اس طرح تمام پتیاں یکجا کر دی جاتی ہیں۔ لیکن ہر مرتبہ جب ان پتیوں پر کچھ کندہ کرنا ہو یا ان کو پڑھنا ہو تب ان کو کھولنا یا ڈھیلا کرنا پڑتا ہے"۔ (7)

ہند میں اپنی تبلیغی سرگرمیوں کے فروغ کے لیے ڈنمارکی مبلغین نے مالاباری زبان خود

---

(6) پروپیگیشن آف گاسپل وغیرہ۔ ایضاً، حصہ اول، صفحہ 61

(7) ایضاً حصہ دوئم صفحہ 17

سیکھنے کی کوشش کی، اور اس زبان کی قواعد اور لغت مرتب کرنا شروع کی جو اس زبان کی باقاعدہ تحصیل کے لیے اولین قدم تھا۔ اس امر کا زیگنبالگ اپنے ایک خط مورخہ 12 ستمبر 1707ء میں اس طرح ذکر کرتے ہیں:۔

"پرتگالی زبان میں مہارت تامہ حاصل کرنے کے بعد اب ہمیں اہم فکر مالاباری زبان سیکھنے کی تھی۔ اور اس مقصد میں کامیاب ہونے کے لیے ہم نے ایک مالاباری مدرس اپنے مستقر پر مقرر کیا۔ لیکن اس کے باوجود ہم الفاظ کی نوعیت انشار کے صحیح طریقہ سے ناآشنا رہے، کیونکہ وہ ہمیں صرف پڑھنا اور لکھنا سکھا سکتا تھا، اور پرتگالی زبان سے ناواقف ہونے کی وجہ سے وہ ہمیں اس زبان کی دقیق انشار سے کوئی خاطر خواہ واقفیت نہ دے سکا۔ کچھ ہی عرصہ بعد ہمارا تعارف ایک ایسے مالاباری سے ہوا جو قبل ایسٹ انڈیا کمپنی میں ملازمت کر چکا تھا۔ اور جو اپنی زبان کے علاوہ پرتگالی، ڈنمارکی اور قدیم و جدید ولندیزی زبانیں بخوبی بول سکتا تھا۔ ہم نے اس کو اپنے یہاں بطور ملازم رکھ لیا اور اس طرح ہم نے ہزاروں مالاباری الفاظ کا ایک منتخب ذخیرہ فراہم کیا۔ اور کچھ ہی عرصہ میں یہ ہم کو حفظ ہو گئے۔ جلد ہی ہم ان سے مشتق و مصدر بنانے لگے۔ اور اس زبان میں کتابیں پڑھنے لگے۔" (9)

مطبع کی عدم موجودگی کی وجہ سے اب تک کتب کو ہاتھ سے نقل کرنا پڑتا تھا۔ اور یہ طریقہ سست رفتار، دقت طلب و مہنگا تھا۔ عیسائی ادب کی وسیع اور تیز تر اشاعت کی غرض سے زیگنبالگ نے اپنے ایک خط 22 اگست 1708ء میں ایک "مالاباری و پرتگالی مطبع" کی مانگ کی۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"ہماری دلی خواہش ہے کہ ایک مالاباری و پرتگالی مطبع ہمیں مہیا کیا جائے تاکہ ہم ایسی کتب جو ہمارے کام کے لیے ضروری ہیں ان کی نقل کے خرچہ میں بچت کر سکیں۔ میں نے اب تک مالاباری کاتب اپنے مستقر میں لگا رکھے ہیں۔ لیکن موجودہ حالات کے مدنظر کچھ عرصہ بعد وہ ایک بڑی مد خرچ

---

(8) ایضاً۔ حصہ اول صفحات 67 – 66

ثابت ہوں گے۔ بے شک وہ کتب جو ہمیں مالاباری کافرین سے دستیاب ہوتی ہیں ان کو تمام تر نقل کرانا ضروری ہے یا پھر وہ بہ قیمت خرید کی جاسکتی ہیں۔ بشرطیکہ وہ افراد ان کو بیچنے پر رضامند ہوں! لیکن وہ کتب جو ہمارے مذہب کی اساس ہیں اور جن کو کافروں میں بانٹنا ضروری ہے ان کو حتماً احتیاط کے ساتھ مندرجہ بالا منصوبہ کے تحت طبع کرانا ضروری ہے ۔ (9)

عیسائی مبلغین کو دوہرا کام درپیش تھا، ایک تو نئے مذہب کے اصولوں کی اشاعت دوسرے اس کے ساتھ ہی ساتھ لوگوں کو اپنے پرانے مذہبی عقائد و رسوم سے ہٹانا۔ زیگنبالگ نے اپنی کافی توجہ ہندوستانی ادب کے مخطوطات جمع کرنے پر صرف کی، کیونکہ اس کو یہ ہندو مذہب کے ان پرانے عقائد کے سمجھنے میں مدد دے گی جن کو وہ رد کرنا چاہتا تھا۔ اس سلسلہ میں وہ یوں رقم طراز ہے۔

"میں نے اکثر مالاباری کاتبوں کو اس علاقہ میں مالاباری مخطوطات متوفی پنڈتوں کی بیواؤں سے خریدنے کے لیے دور دور بھیجا۔ لیکن ابھی ایسی بہت سی کتب باقی ہیں جو کمیاب ہوگئی ہیں، اور بہ آسانی دستیاب نہیں ہوتیں۔ لیکن میں ان کو حاصل کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرنے کو تیار ہوں۔ ان کو کسی بھی قیمت پر خریدتا ہوں تاکہ ان کے بت پرستانہ مذہب کے بنیادی اصول و رموز کو بہتر طریقہ سے حل کرسکوں۔ مجھے امید ہے کہ کچھ ہی عرصہ میں ان کی تمام ناپاک صورت واضح کرسکوں گا اور ان کا ابطال خود ان کی تحریروں سے کرسکوں گا۔ اور اس سلسلہ میں جیسا کہ آپ جانتے ہیں کتب کا ایک اچھا ذخیرہ میرے لیے بہت کارآمد ہوسکتا ہے لیکن میرا موجودہ منصوبہ کلی طور پر کلام خدا کو ان کافروں کی زبان میں ترجمہ کرنے پر منحصر ہے۔ (10)

اپنے ایک خط میں جو اس نے 1708ء میں لکھا وہ اپنے 26 خطبوں کا جو اس نے ٹرانکوبر میں دیئے تھے اور اپنی مرتبہ دو مالاباری زبان کی لغات کا بھی ذکر کرتا ہے۔ پہلی لغت جو 26000

---

(9) الیضاً، حصہ دوم صفحہ 7

(10) " " صفحات 8-7

ہزار عام استعمال کے الفاظ پر مشتمل تھی، اس میں تین کالم تھے، پہلے کالم میں مالاباری حروف، دوسرے کالم میں ان کا لاطینی میں نقل الفاظ اور تیسرے میں جرمنی میں ان کے معنیٰ۔ دوسری فرہنگ میں شاعری میں مستعمل الفاظ شامل تھے۔ زیگنبالگ بیان کرتے ہیں کہ پہلی فرہنگ تیار کرنے میں ان کو دو سال لگے اور اس سلسلہ میں ان کو دو سو مصنفین کو پڑھنا پڑا۔ دوسری کے لیے نہ صرف یہ کہ خود انہوں نے سخت جانفشانی کی بلکہ ہندوستانی فضلا، شعرا جو چار ماہ تک ان کے مستقر پر رہے۔ ان سب کی مدد حاصل کی۔

اپنے ایک خط مورخہ 19 اکتوبر 1709ء میں زیگنبالگ ایک مشہور ہندو شاعر کے عیسائیت قبول کرنے پر عوامی شورش کی ایک جیتی جاگتی تصویر کھینچتا ہے (11) اس نے شاعر کا نام نہیں دیا ہے لیکن یہ دوسری جگہ "کانابادی" بتایا گیا ہے۔ (12) یہ بھی معلوم ہے کہ اس شاعر نے مالاباری زبان میں حضرت عیسیٰ کی زندگی اور کام پر لکھا، لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی تصانیف میں سے کوئی دستیاب بھی ہے۔ زیگنبالگ نے تمام پروتستانی ممالک سے ایک اپیل کی کہ وہ ڈنمارک کی مبلغین کی عیسائیت کی تبلیغ کی امداد کریں۔ (13)

زیگنبالگ کو اس بات کا شدت سے احساس تھا کہ وہ بغیر مطبع کے اپنا مقصد نہیں حاصل کر سکتا۔ ("بغیر مطبع کی سہولت کے میں اس کو حاصل کرنے کا وعدہ نہیں کر سکتا" (14)) ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اور اس کے دوسرے رفیق متعدد بار مطبع کے لیے درخواست کرتے ہیں ان کا شریک کار الیف۔ ای۔ گرنڈلیر اپنے ایک خط مورخہ 20 اپریل 1709ء میں یوں لکھتا ہے:

> " اگر ایک قالب گر اور ایک طابع کو بروقت معہ مکمل لاطینی ٹائپ کے یہاں بھیجدیا جائے تو میں موثر طور پر بنا کسی تاخیر اپنا منصوبہ پورا کر سکوں گا۔ چونکہ پرتگالی زبان یہاں عام طور پر مروج ہے اس لیے سچی و عملی عیسائیت اس طرح سے اکثر مشرقی ممالک میں پھیلائی جا سکے گی"۔ (15)

---

(11) ایضاً، صفحات 37—30

(12) جیسے پیچ: شوارٹز آف تنجور، لندن 1921، صفحہ 19

(13) پروپیگنڈس آف گاسپل وغیرہ، ایضاً حصہ دوم، صفحہ 50

(14) ایضاً صفحات 9—11

(15) پروپیگیشن آف گاسپل ایسٹ، ایضاً حصہ دوم صفحہ 15

یہی خواہش ایک اور خط مورخہ 14 جون 1709ء میں دوہرائی گئی ہے:۔

"....ہم اپنی موجودہ کوششوں میں زیادہ زور عہد جدید کو مالاباری میں ترجمہ کرنے پر دے رہے ہیں؛ اس امید پر کہ اگر یہ نمودار ہوئی تو یہ خیر کی بنیاد پر ثابت ہوگی۔ ایک مالاباری دپرتگالی مطبع جیسا کہ آپ کو معلوم ہے، اس پورے منصوبہ کے لیے بیحد کارآمد ہے کیونکہ کتابوں کی نقل کرنا ناقابل تسخیر مشکلات سے معمور ہے۔(16)

"انجمن برائے ترقی عیسائی علم" (سوسائٹی فار پروموٹنگ کرسچین نالج) اس سے کوئی 20 برس قبل انگلستان میں قائم ہو چکی تھی۔ معززاے۔ ڈبلو بوہی نے جو ڈنمارک کے شاہزادہ جارج کے جرمن پادری تھے ہندوستان میں ڈنمارکی مبلغین کے خطوط کا ترجمہ اس انجمن کو بھیجا۔ اس سے ان مبلغین کے کام کی شہرت میں مدد ملی۔ سن 1711ء میں اس انجمن نے تبلیغی جماعت کو پرتگالی زبان میں انجیل کے کچھ نسخے، ایک مطبع جو پائیکا ٹائپ (دس پوائنٹ) میں تھا بمعہ لوازمات اور طابع بھیجنے کا انتظام کیا۔ لیکن اس جہاز کو جو ان کو لے جا رہا تھا فرانسیسیوں نے برازیل کے قریب روک لیا اور طابع جونس فنک کو گرفتار کر لیا، بعد ازاں وہ رہا کر دیا گیا۔ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد فنک بہ مرض بخار راس امید کے قریب مر گیا۔ ایک مفصل خط جو اس نے 20 اکتوبر 1711ء میں اپنی گرفتاری سے رہائی کے فوراً بعد لکھا، دستیاب ہے۔(17) اگلے ہی سال چھاپہ خانہ بغیر طابع کے ہندوستان پہونچا۔ اظہار تشکر کے طور پر ایک خط میں جو 11 جنوری 1713ء کو لکھا گیا مطبع و 100 دِم کاغذ اور پرتگالی میں عہد جدید کے 213 نسخوں وغیرہم کے موصول ہونے کی رسید ہے۔(18)

ایک خط سے جو زیگن بالگ نے اوگروں سے 11 جون 1713ء میں لکھا گیا ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ مطبع نے ایک طابع۔ منجملہ حروف چین (کمپوزیٹر) کی مدد سے کام کرنا شروع کر دیا:۔

"جو کچھ ہم نے اب تک طبع کیا ہے اس کے کچھ نسخے ہم اپنے مربّین کی دلچسپی کے لیے بھیجتے ہیں۔ مطبع کا قیام ہمارے منصوبہ میں اس قدر مددگار ثابت ہوا ہے

---

(16) ایضاً، صفحہ 29

(17) ایضاً، حصہ سوم صفحات 1 تا 17

(18) ایضاً، صفحہ 25

کہ ہم جائز طور پر اس نمایاں عنایت کے لیے خداوند کی ثنا کرتے ہیں۔ ہمارا طابع جو جرمنی کا باشندہ ہے وہ یہاں ڈنمارک کی کمپنی کی ملازمت میں ہے، وہ بیک وقت طابع و حروف چیں ہے۔" (19)

ابتدا میں طباعت کا کام پرتگالی زبان میں محدود تھا۔ مالاباری حروف کے ٹائپ بعد کو یوروپ سے حاصل کیے گئے۔ مندرجہ ذیل بیان ایک خط میں ملتا ہے جو 12 ستمبر 1713ء کو ٹراونکوبار سے لکھا گیا:۔

"ہم کچھ ہی عرصہ میں ایک کتاب داموَلین زبان میں طبع کرنے کی امید کرتے ہیں اور جس کی تیاری میں ہم آج کل مشغول ہیں۔" (20)

مالاباری زبان میں جو پہلی کتاب شائع ہوئی اس کا حوالہ ایک خط مورخہ 16 اکتوبر 1713ء کے مندرجہ ذیل اقتباس میں ملتا ہے:۔

" ہم اس کاغذ کے لیے جو اس (عہد جدید) کو داموَلین زبان میں طبع کرنے کے لیے بھیجا گیا، دلی شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جیسے ہی ہم اپنے مالاباری ترجمہ پر نظر ثانی اور تصحیح کرلیں گے اور جو ہم احتیاط کے ساتھ کر رہے ہیں، ہم بنا کسی تاخیر کے طباعت کے لیے دینا چاہتے ہیں۔ تاکہ اگلے سال ہم کچھ نسخے یوروپ بھیج سکیں۔ دریں اثنا ہم نے مالاباری حروف پر کچھ تجربے کیے ہیں اور ایک مختصر رسالہ کا نسخہ موسوم بہ "کافروں کی زشتی، وکافروں کی برارت کی راہ" منسلک ہے۔" (21)

مندرجہ بالا خط ان پانچ کتب کی جو پرتگالی میں ہوئیں فہرست بھی فراہم کرتا ہے۔ ان میں سے پہلی کتاب کا عنوان "ایکسپلنکیشن آف دی کرسچین ڈاکٹرائن افٹر دی میتھڈ آف کیچزم" (عیسائی عقائد کی تشریح، دینیاتی طریقہ پر) ہے۔

کچھ ہی عرصہ بعد ایک مالاباری حروف کا ڈھالاخانہ (Foundry) بھی قائم ہوگیا۔ جس کا حوالہ ایک خط مورخہ 11 دسمبر 1713ء میں ملتا ہے:۔

---

(19) ایضاً۔ صفحہ 46
(20) ایضاً صفحہ 66
(21) ایضاً صفحہ 61

" مالاباری مطبع اور ڈھالاخانہ اب کافی تیزی سے ترقی پر ہے اور ہم ہر ممکن تعجیل کے ساتھ عہد جدید کی اس کافر زبان میں طباعت کرنے والے ہیں۔ اسی طرح ہم عہد عتیق کی پرتگالی اور دامولین دونوں زبانوں میں ترجمہ کرنے پر لگے ہوئے ہیں"۔ (22)

ایک خط مورخہ 7 اپریل 1713ء میں ایک فہرست جو 32 کتب مالاباری زبان میں۔ اصل و ترجمہ۔ 22 کتب پرتگالی زبان میں جو مبلغین نے تیار کیں، پر مشتمل ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ مالاباری زبان کی کتب میں ایک لغت جو کاغذ پر تحریر تھی اور ایک جو بھوج پتر پر تحریر تھی، شامل تھیں۔

عہد جدید کو تامل میں طباعت کے کام کا حوالہ ایک خط 3 جنوری 1714ء میں ملتا ہے، اور ایک دوسرے خط 27 ستمبر 1714ء سے معلوم ہوتا ہے کہ " اناجیل اربعہ و اسوۂ حوارئین" پہلے ہی طبع ہو چکے تھے۔ اسی خط میں ایک دلچسپ حوالہ ہندوستان میں کاغذ سازی کے امکان پر ملتا ہے :-

" کاغذ کی کمی ہمیں مکاتیب حوارئین کی طباعت کی تکمیل کرنے میں حارج ہوئی۔ بڑی تختی کے کاغذ کے 75 رم جو آپ نے مہربانی فرما کر سال گزشتہ بھیجے تھے۔ ان میں اب صرف چھ باقی رہ گئے ہیں اور چھوٹی تختی کے کاغذ جو آپ نے پہلے ارسال فرمائے تھے۔ 30 رم ہمارے ذخیرہ میں باقی ہیں۔ یہاں کاغذ سازی کا قیام گو ہم بالکل ناممکن نہیں سمجھتے لیکن ہماری مستقل پیسہ کی کمی اس قسم کے تجربہ کی اجازت نہیں دیتی۔ مالاباری ٹائپ جو جرمنی سے بھیجے گئے تھے وہ جسامت میں اس قدر بڑے تھے کہ ان سے طباعت میں کافی کاغذ صرف ہوا۔ اس قباحت کو دور کرنے کے لیے ہمارے قالب گرنے پچھلے دو مہینے میں چھوٹی جسامت کے ٹائپ ڈھالنا شروع کر دیئے ہیں اور ان سے ہم عہد جدید کے بقیہ حصہ کو شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں"۔ (23)

زیگنبالگ 1714ء کے اختتام پر دو سال کی تعطیل پر گھر گیا۔ مالاباری زبان کے علم کو تازہ

---

(22) ایضاً صفحات 77–76

(23) ایضاً صفحہ 117

رکھنے کے لیے وہ ایک نوجوان ہندوستانی کو مالابار سے اپنے ہمراہ لے گیا۔ وہ اپنے ایک خط مورخہ 15 جنوری 1715ء میں جو اس نے اِس امید سے لکھا وہ اپنے اس ارادہ کا اظہار کرتا ہے کہ دورانِ سفرِ یورپ کے استعمال کے لئے ایک مختصر مالاباری زبان کی قواعد لکھے گا اور اسے جرمنی سے طبع کرائے گا۔ وہ ہالے (سیکسونی) سے لکھے گئے اپنے ایک خط مورخہ 20 اکتوبر 1715ء میں لکھتا ہے کہ اس نے یہ کام پورا کرلیا ہے۔ اور اپنے ایک دوسرے خط مورخہ یکم نومبر میں لکھتا ہے کہ وہ اب اس کی طباعت میں مشغول ہے۔ یہ تامل زبان کی قواعد جس کی تشریح لاطینی میں کی گئی تھی۔ 1716ء میں ہالے سے شائع ہوئی، اور اس کا ایک نسخہ سیرام پور کالج لائبریری میں دستیاب ہے۔ سب سے پہلے تامل میں کتاب جو ٹرانکوبار سے شائع ہوئی اور وہ مصنف ہذا کی نظر سے گزری وہ "اناجیل اربعہ اور اسوۂ حوارئین" مطبوعہ 1714ء ہے۔ اس کا ایک نسخہ سیرام پور کالج لائبریری میں ہے۔ عہد جدید کی طباعت کا کام پورا ہونے کے بعد جس کا حوالہ سے ہے۔ اس۔ گرندلیر کے ایک خط مورخہ 28 اگست 1715ء میں ملتا ہے، تامل میں طباعت کا کام پورے زور وشور سے شروع ہوگیا۔

ہم پیشتر ایک اقتباس دے چکے ہیں جس میں کاغذ کی کمی کی وجہ سے عیسائی ادب کی ہندوستان میں اشاعت میں رکاوٹ کا ذکر ہے۔ ہندوستان میں کاغذ سازی کے منصوبہ کا حوالہ کافی عرصہ قبل دسمبر 1713ء کے ایک خط میں ملتا ہے، لیکن یہ منصوبہ دو سال بعد عمل میں آیا۔ ایک خط مورخہ 16 جنوری 1716ء میں گرندلیر یوں لکھتے ہیں:-

"ہم تبلیغی جماعت کے مفاد میں آج کل ایک کاغذ سازی کا کارخانہ تعمیر کرنے میں بہت مصروف ہیں۔ ہمارے معزز گورنر اس کا نصف خرچ دے رہے ہیں۔ اور بقیہ نصف میں تبلیغی جماعت کی مد سے ادا کر رہا ہوں۔ اس کا لکڑی کا ڈھانچہ تیار ہوچکا ہے، اور چند ہی دنوں میں ہم اصل عمارت کی تعمیر شروع کردیں گے۔ اگر اس منصوبہ کو خداوند نے کامیابی عطا کی تو یہ تبلیغ اور پورے ہندوستان دونوں کے لیے بیحد مفید ثابت ہوگا۔" (24)

زیگنبالگ اور ان کے شرکار کار کی یہ خواہش تھی کہ ان کی طباعت کا کام تمام

---

(24) ایضاً، صفحہ 184

ہندوستان میں مشہور ہو۔ اس کا اظہار ایک خط مورخہ 9 جنوری 1718ء میں ملتا ہے جس میں زیگنبالگ اور گرندلیر یوں لکھتے ہیں۔

"دنیا کے اس حصہ میں جنتریوں کی جو بڑی قلت ہے اس نے ہمیں آمادہ کیا کہ ہم یک ورقہ جنتری چھاپیں جو نہ صرف کارومنڈل کے ساحل پر فروخت ہو بلکہ مالاپار و بنگال میں بھی۔ اس طرح ہمیں امید ہے کہ ہمارا چھاپہ خانہ دوسری اقوام اور نزدیک کے ممالک میں بھی مشہور ہو جائے گا۔" (25)

ڈنمارک کی مبلغین نے مراٹھی زبان کی چھپائی کی تاریخ میں براہِ راست کوئی رول ادا نہیں کیا۔ تاہم یہ دلچسپ ہے کہ ایک ڈنمارک کی مبلغ کرسچین فریڈرک شوارٹز، سرفوجی بھونسلے بادشاہِ تنجور (1799-1833ء) کا سرپرست و اتالیق اور رہنما بن گیا۔ اس نے اس روشن خیال سردار کو تنجور میں ایک مطبع قائم کرنے پر آمادہ کیا۔ جس میں کچھ سنسکرت اور مراٹھی کی کتب طبع ہوئیں۔ حال ہی میں جب مصنف ہٰذا تنجور گیا تو اس نے سرسوتی محل لائبریری میں مندرجہ ذیل کتب دیکھیں۔ جو اسی مطبع سے انیسویں صدی کے اوائل میں طبع ہوئیں۔

یدھ کانڈ از نیلے کانا کھا 1809ء

سسولیوادھا از ماگھا 1812ء

اس کے علاوہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دو اور تصانیف جو اس مطبع سے طبع ہوئیں، یعنی کراکاولی و مکتاولی، وہ بھی اسی لائبریری میں موجود ہیں۔ (26) ایک کتاب بنام بال بودھا مکتاولی (1806 ؟) جو اس مطبع سے طبع ہوئی، برٹش میوزیم کی لائبریری میں دستیاب ہے۔ اس مطبع میں جو دیوناگری ٹائپ مستعمل تھے، وہ سرچارلس ولکنس نے ڈھالے۔

شہر مدراس میں طباعت کی شروعات کچھ عجیب و غریب حالات میں ہوئی جس کا بیان ڈبلو۔ ایچ۔ وارن نے اس طرح کیا ہے۔

"1761ء میں سرائر کورٹ نے فرانسیسیوں سے پانڈیچری کو فتح کیا اور وہاں

---

(25) ایضاً صفحہ 48

(26) دی۔ سری نواساچاری، "مہاراج سرفوجی ۔ دی اسکالر پرنس" دی جرنل آف دی تنجور سرسوتی محل لائبریری، جلد اول نمبر 2 (40-1939) تنجور، صفحہ 14

گورنر کے مکان میں ایک مطبع اور کچھ ٹائپ تھے۔ یہ بطور مالِ غنیمت مدراس لائے گئے لیکن فورٹ سینٹ جارج کے حکام ان کو استعمال کرنے سے قاصر رہے کیونکہ ان کے پاس کوئی طابع نہیں تھا۔ فیبریسیس، مشہور تامل عالم اس وقت ویپیری میں رہ رہے تھے۔ یہ ساز و سامان ان کو اس شرط پہ حوالہ کیا گیا کہ اگر مستقبل میں کسی وقت کمپنی کو کچھ طبع کرانا ہو تو وہ یہ کام اس کے لئے کریں گے۔ یہ فیبریسیس ہی تھے جنہوں نے دعا کی کتاب اور اپنی تامل انگریزی لغت طبع کرائی۔" (27)

مذکورۂ بالا تامل۔ انگریزی لغت اور ایک انگریزی۔ تامل لغت مطبوعہ 1786ء کے نسخے اس نمائش میں دیکھے گئے جو آل انڈیا اورینٹل کانفرنس کے اجلاس منعقدہ انامالائی نگر 1955ء میں ہوئی وہ تامل ٹائپ جو اس لغت کی طباعت میں استعمال ہوئے وہ 1870ء تک مروج رہے۔

کناڈا و تلگو میں چھپائی

ایسا قیاس کیا جا سکتا ہے کہ کناڈا اور تلگو زبان میں چھپائی کی ابتدا شہر مدراس میں فورٹ سینٹ جارج کالج کے مطبع سے ہوئی۔ مصنف ہذا کے ذاتی کتب خانہ میں اے۔ ڈی کیمپبل کی "تلگو زبان کی قواعد" کے دوسرے ایڈیشن کا ایک نسخہ جو اسی مطبع سے 1820ء میں طبع ہوا، موجود ہے۔ "اس اشتہار" میں جو اس کتاب کے شروع میں ہے۔ مصنف نے مندرجہ ذیل الفاظ میں ہندوستانی زبانوں کی جنوبی ہند میں پرورش کے سلسلہ میں جو کردار سینٹ جارج کالج سے متوقع تھا۔ اس کا ذکر اس طرح کیا ہے:-

"مارکوئس ولیزلی کے فورٹ کالج کے قیام کے بعد متعدد قابل افراد نے مشرقی ادب کے بارے میں قابل قدر معلومات کا اضافہ کیا، اور متعلقہ صوبجات کی جو حکومت عالی کے ماتحت ہیں ان کی مختلف بولیوں میں اچھی دسترس حاصل کرنے کے لئے بہت سی سہولتیں بہم پہونچائی ہیں۔ اسی قسم کا ایک ادارہ (گو ایک محدود پیمانہ پر اور کچھ ترمیم کے ساتھ) سینٹ جارج میں حال ہی میں قائم کیا گیا ہے، اور اس بات

---

(27) میموئرس آف دی مدراس لائبریری ایسوسی ایشن، مدراس 1941ء صفحہ 42

(28) سی۔ ایس۔ سرینواسا چاری: ہسٹری آف دی سٹی آف مدراس 1939ء صفحہ 216

کی امید کی جاسکتی ہے کہ وقت کے ساتھ یہ بھی اسی قسم کے مفید کام جنوبی ہند کی
زبانوں کے لیے انجام دے گا۔ ان زبانوں سے متعلق بہت کم چیزیں مطبع کے ذریعہ
منظر عام پر آئی ہیں۔ حالانکہ اس کالج کے قیام سے قبل بہت سے افراد نے ان
زبانوں کے حصول میں کافی کامیابی حاصل کی تھی۔"

جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے خیال تھا کہ سینٹ جارج کالج ان ہی اصولوں پر کام کرے گا کہ جن پر
کلکتہ میں فورٹ ولیم کالج نے کیا۔ اس کالج کی مجلس عاملہ (بورڈ) حکومت نے سن 1812ء
میں مقرر کی۔ اس مجلس نے ایک فروختی گودام (سیلز ڈپو) اور مشرقی تصانیف کی لائبریری قائم
کی۔ سن 1820ء میں اس کی کارکردگی کے لیے باقاعدہ اصول مرتب کیے گئے۔ یہ کالج شہری حکام
کو صوبائی زبان میں تعلیم دیتا تھا۔ منشیوں اور ان اشخاص کی جو بطور قانونی افسر و بحیثیت وکیل
مقامی عدالتوں میں مقرر ہوتے تھے ان کی تعلیم کی نگرانی کرتا تھا۔ (28)

کیمبل کی قواعد کا پہلا ایڈیشن جو 1816ء میں[29] جاری ہوا وہ اغلباً اسی مطبع میں چھپا۔ جیسا کہ
جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ تلگو زبان کی ایک کتاب بعنوان "جنتو زبان کی قواعد جیسا کہ اس زبان
کو مدراس کے شمال و شمال مغرب کے رہنے والے جنتو لوگ بولتے ہیں": مصنفہ ایک
سرکاری ملازم۔ (ڈبلو۔ براؤن ؟) مدراس میں سن 1807ء میں طبع ہو چکی تھی۔ (30) ایک اور تلنگا
زبان کی قواعد مصنفہ ڈاکٹر ولیم کیری سیرام پور نزد کلکتہ سے 1814ء میں طبع ہوئی۔

ایک انگریزی۔ کناڈا لغت مرتبہ معزز ولیم ریو جو لندن کی ایک تبلیغی انجمن کے پروٹسٹانی
مبلغ تھے، فورٹ سینٹ جارج کے مطبع سے 1824ء میں چھپی۔ اس کتاب کا ایک نسخہ بمبئی
کی یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔ اس کے تمہیدی "اشتہار" میں مصنف کتاب کی ابتدا کے
بارے میں مندرجہ ذیل معلومات دیتا ہے:۔

"چونکہ مصنف کا ہندوستان میں آنے کا مقصد مقدس کتب کو کرناٹک
زبان میں ترجمہ کرنے میں مدد کرنا تھا، لہٰذا یہ لازمی تھا کہ وہ اس زبان کو سیکھنے کے
لیے خاص توجہ صرف کرے ... اس مقصد کا حصول ایک ایسی زبان کی وساطت

---

(29) جی۔ اے۔ گریرسن: لنگوسٹک سروے آف انڈیا، جلد چہارم، کلکتہ 1906ء صفحہ 582

(30) ایضاً

ے جو عام طور پر مروّج نہ تھی، جیسا کہ تصور کیا جاسکتا ہے، ایک مشکل کام تھا۔ ایسے
مواد کے فقدان کی وجہ سے جو اس کام میں مدد دے یہ ضروری ہوگیا کہ اس زبان
کی لغت اور دو لغات مرتب کی جائیں، ایک انگریزی سے کرناٹک کی اور دوسری
کرناٹک سے انگریزی میں۔ جب اس نے اول الذکر کچھ کام کیا تو اسی زمانہ میں
مسٹر جے۔ میکرل کی قواعد منظر عام پر آئی، لہٰذا مصنف نے اپنا کام منسوخ کردیا۔
اس کی موجودہ تصنیف 1817ء میں مکمل ہوئی اور اس کے بعد اس نے کرناٹک۔
انگریزی لغت پر کام شروع کردیا۔"

"کرناٹک زبان کی ایک قواعد" مصنفہ جے۔ میکرل جس کا مندرجہ بالا اقتباس میں ذکر کیا گیا
ہے۔ سن 1820ء میں مدراس سے شائع ہوئی۔ (31) اس طرح یہ کہا جاسکتا ہے کہ کناڈا میں طباعت
یا اس سے پیشتر شروع ہوئی۔ لیکن سیرام پور کے بپتسمی مبلغین نے جن کی طباعت کے
کام کے بارے میں ہمیں اگلے باب میں بالتفصیل ذکر کرنے کا موقع ملے گا، کناڈا زبان میں طباعت
پہلے ہی شروع کردی تھی۔ ڈاکٹر ولیم کیری کی "اے گرامر آف دی کرناٹا لنگویج" 1817ء میں طبع
ہوئی اور انجیل کا اسی زبان میں ترجمہ پہلی بار 1823ء میں ان لوگوں کی طرف سے طبع ہوا۔ ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ کناڈا ٹائپ جو مدراس کے مطبع میں مستعمل تھے وہ مقامی طور پر تیار کیے گئے
کیونکہ یہ اپنے طرز میں ان ٹائپوں سے مختلف تھے کہ جو سیرام پور کی مطبوعات میں استعمال ہوئے
حالانکہ جیسا کہ اوپر کہا جاچکا ہے کناڈا میں طباعت کا آغاز شہر مدراس میں ہوا، لیکن اس
کے مزید فروغ کے لیے وہ عیسائی مبلغین ذمہ دار ہیں جو بلاری، منگلور اور بنگلور میں سرگرم عمل
تھے۔ کناڈا ٹائپ کے حروف کی موجودہ زیبائی کا سہرا عام طور پر آننت آچاری سے موسوم کیا جاتا
ہے کہ جو منگلور کے آچاری فرقہ کے لوہاروں میں سے تھا۔ (32)

آزادی طباعت پر 1835ء تک سخت پابندیاں عاید تھیں، لیکن سر چارلس مٹکاف نے ان
کو ختم کردیا۔ اور اس کے نتیجہ میں مدراس میں چھاپہ خانوں کی تعداد بڑھنے لگی۔ مدراس میں 1863ء
میں دس مطبع تھے جن کے مالک ہندوستانی تھے۔ یہ سب مطبع لکڑی کے تھے۔ لوہے کے

---

(31) ایضاً، 367

(32) جیکساڈو: (کناڈا ساہتیہ سمیلن) منگلور 1947، صفحات 114 تا 116

چھاپہ خانہ بعدازاں مستعمل ہوئے۔ امریکن مبلغین نے ایک نیا چھاپہ خانہ براڈوے میں قائم کیا اور ان کے ایک طابع پی۔ آر۔ ہنٹ نے بہتر ساخت کے خوبصورت ٹائپ تیار کیے۔ یہ ٹائپ معزز میرون ونسلو کی تامل۔ انگریزی لغت کی طباعت میں استعمال ہوئے۔ مختصراً مدراس میں طباعت کے آغاز کی یہ کہانی ہے۔ اسی موضوع پر اپنے ایک مقالہ میں مسٹر ڈبلو۔ ایچ۔ وارن، ڈائیوسین مطبع مدراس کے سکریٹری یوں لکھتے ہیں۔

"ہم یہ بات فخر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ سو سال پیشتر مدراس کے مطبع دنیا کے کسی بھی مطبع کے ہم پلہ تھے، بلکہ حرفوں کے ہاتھ سے ٹھپا اٹھانے کے مشکل کام میں شاید مدراسی کاریگروں کو برتری حاصل تھی۔" (33)

اگلے باب میں ہمیں ڈاکٹر ولیم کیری کے سیرام پور میں طباعت کے میدان میں شاندار کارناموں کے ذکر کا موقع ملے گا۔ سیرام پور ایک ڈنمارکی نوآبادی تھا اور ڈاکٹر کیری نے اپنے کام کا فیضان زیگنبالگ سے حاصل کیا۔ ٹراونکور کے اسقف مناسب طور پر لکھتے ہیں:۔

"زیگنبالگ کے بغیر کیری ناممکن تھے اور ٹراونکور کے بغیر سیرام پور۔" (34)

---

(33) میموریل آف مدراس لائبریری ایسوسی ایشن۔ ایضاً صفحہ 43

(34) مائنطے رپورٹ جے۔ سانڈے گرین: ٹراونکور ٹو سیرام پور (کیری لکچر 1935) کلکتہ 1955، صفحہ 2

باب — چہار

بنگال میں چھاپہ خانہ: 1778ء

سرچارلس ولکنس کی خدمات

جیساکہ ہم دیکھ چکے ہیں گوا اور مدراس میں چھاپہ خانہ تبلیغ عیسائیت کی مدد کے طور پر لایا گیا۔ اس کے برخلاف بنگال میں سیاسی حکمتِ عملی کے تحت چھاپہ خانہ کا ورود ہوا۔ بنگالی زبان و بنگالی رسم الخط میں سب سے پہلی شائع شدہ کتاب بنگالی زبان کی ایک قواعد ہے جسے ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایک ملازم نیتھینل براسے ہال ہیڈ (1751 تا 1830ء) نے مرتب کیا۔ یہ کلکتہ کے قریب ہگلی میں سن 1778 میں چھپی۔ اپنے کلکتہ کے ایک حالیہ دورے کے دوران مصنف ہذا نے سینٹ زیویر کالج، ایشیاٹک سوسائٹی، یونیورسٹی اور بانگیا ساہتیہ پریشد مزید برآں نیشنل لائبریری کے کتب خانوں کو سن 1778 سے پہلے بنگال میں بنگالی یا انگریزی زبان کی کسی کتاب کے لئے تلاش کیا لیکن وہ ناکام رہے۔ بک لینڈ کے خیال میں ہگلی کا چھاپہ خانہ "ہندوستان کا سب سے پہلا چھاپہ خانہ تھا۔ (1)۔ حالانکہ یہ بیان غلط ہے لیکن غالباً یہ بنگال میں سب سے پہلا چھاپہ خانہ تھا۔ مذکورہ بالا کتاب کی طباعت سے دو سال پیشتر اسی مصنف کی ایک دوسری کتاب بہ عنوان "جنتو قوانین کا مجموعہ یا پنڈتوں کے احکام" (2) از روئے قیاس چھاپہ خانہ کی سہولیات کے فقدان کی وجہ سے لندن میں چھپی۔ اس سے بہت پہلے سن 1743 میں پرتگالیوں نے بنگالی زبان کی قواعد ولغت، اور بنگالی میں لکھی ہوئی دینیات کی کتابیں شائع کیں۔ لیکن یہ رومی رسم الخط میں لسبن میں چھپیں۔ لہذا ان کا ذکر یہاں ضروری نہیں۔

---

(1) سی۔ ای۔ بک لینڈ۔ ڈکشنری آف انڈین بایوگرافی۔ لندن، 1906ء صفحہ 185

(2) اس کتاب کا ایک نسخہ بمبئی کی ایشیاٹک سوسائٹی میں دستیاب ہے۔

ایک ڈنمار کی پروتستانی مبلغ موسوم بہ جان ذکریا کیرنا ندر (1711ء تا 1799ء) ٹرا ونکور سے سن 1758ء میں کلکتہ آیا اور وہاں ایک پروتستانی تبلیغی ادارہ قائم کیا۔ وہ بذاتِ خود بنگالی یا ہندوستانی سے واقف نہ تھا۔ وہ اپنی تعلیمات کے لئے پرتگالی زبان کا سہارا لیتا تھا۔ وہ ایک برلڈدی سلواسترے، کیتھولک وباشندہ گوا کو پروتستانی بنانے میں کامیاب ہوا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ایک کتاب دینیات اور ایک کتاب دعائے گوی * جنھیں سلواستر نے بنگالی میں لکھا لندن سے شائع ہوئیں۔ (3) لیکن یہ اب دستیاب نہیں ہیں؛ مزید برآں چونکہ یہ ہندوستان سے باہر ہی طبع ہوئیں اس لئے یہاں یہ موضوعِ بحث نہیں۔

ایسٹ انڈیا کمپنی نے سن 1772ء میں بنگال کی حکومت سنبھالی، رعایا کی زبان سیکھنے کی ضرورت اس کے فوراً بعد ہی محسوس ہونے لگی۔ نیتھینل براسے ہال ہیڈ نے (جس کا ذکر اوپر آچکا) اس مقصد کے لیے کتب کی تیاری کا ذمہ لیا۔ لندن میں ہال ہیڈ 1768ء میں ولیم جونز سے ملا۔ اور موخر الذکر کے زیر اثر مشرقی زبانوں کے مطالعہ کی طرف راغب ہوا۔ بعد ازاں وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت میں داخل ہو کر ہندوستان آیا۔ وارن ہسٹنگز (1774ء) کے مشورہ پر اس نے جنتو قوانین کا فارسی سے ایک ترجمہ شائع کیا۔ بنگال کے دوران قیام اس نے بنگالی زبان سیکھی اور اس زبان کی ایک قواعد اپنے ہم وطنوں کے استعمال کے لئے مرتب کی۔ یہ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے 1778ء میں ہگلی میں چھپی۔ حالانکہ یہ وثوق کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ بنگال میں طبع ہونے والی یہ پہلی کتاب تھی تاہم اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بنگالی زبان کے متحرک ٹائپوں سے طبع ہونے والی یہ پہلی کتاب تھی۔ (4) اس مقصد کے لئے بنگالی حروف کے ٹائپ چارلس ولکنس نے گورنر جنرل کے مشورہ بلکہ اصرار پر ڈھالے۔ ہال ہیڈ بنگالی قواعد کے مقدمہ میں ولکنس کے کارنامہ کا مندرجہ ذیل الفاظ میں پُرجوش ذکر کرتا ہے:-

---

(3) ایس۔ کے ڈے، ہسٹری آف بنگالی لٹریچر (1800 تا 1825ء) کلکتہ، 1919ء صفحہ 78

(4) موازنہ کیجئے: "ہم کو ایک ایسا مخطوطہ ملا جو 200 سال پرانا ہے، جو کندہ چوبی بلاک سے چھپا۔ لیکن اس وقت یہ فن عام نہ ہوا تھا۔" پروفیسر ڈی۔ ڈی سین۔ ہسٹری آف بنگالی لینگویج اینڈ لٹریچر، کلکتہ 1954ء، صفحہ 718

* اس وقت جب انجیل عام لوگ نہیں پڑھ سکتے تھے، وہ اس کتاب کو پڑھتے تھے۔ مترجم

"گورنر جنرل کے مشورہ بلکہ اصرار سے مجبور ہو کر مسٹر ولکنس نے جو بنگال میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازم (سول سروس) میں تھے، بنگالی ٹائپوں کو ڈھالنے کا کام اٹھایا۔ اور اس نے اس کو تکمیل کو پہونچایا۔ اور انھیں اس میں امید سے زیادہ کامیابی حاصل ہوئی۔ ایک ایسے ملک میں جو یورپی فن کاروں کے اثر سے دور تھا، اسے بیک وقت فلزکار (میٹالرجسٹ) نقش کار، قالب گر اور طابع بنا پڑا۔ اپنی اختراع پسندی کے ساتھ ہی اس کو ذاتی طور پر محنت و مشقت بھی کرنا پڑی۔ لیکن اس سرعت کے ساتھ جو یورپ میں نامعلوم ہے، اُن تمام رکاوٹوں کو جو اس قسم کے وقت انگیز فن کے ابتدائی مراحل میں حائل ہوتی ہیں، اس نے ان کو سر کیا۔ اور ان نقصانات کو بھی جو اس قسم کے یکہ و تنہا تجربہ میں پیش آتے ہیں۔ اور اس طرح تنِ تنہا اپنی پہلی ہی کوشش میں ایسا کمال دکھایا جس کے لئے دنیا کے دوسرے حصوں میں مختلف معاونوں کی مدد اور متواتر سالہا سال کی جلا درکار ہوتی ہے۔" (5)

جیسا کہ ہم آیندہ دیکھیں گے ولکنس نہ صرف بنگالی حروف کے ٹائپ تیار کرنے کا پیشرو خیال کیا جاسکتا ہے بلکہ دیوناگری حروف کا بھی۔ ولکنس نے اس فن کو ایک ہندوستانی لوہار بنام پنچانانا کرمارکر کو سکھایا۔ اور اس نے دوسرے ہندوستانی ماہرین کو سکھایا۔

چارلس ولکنس 1749-50 کے لگ بھگ پیدا ہوا۔ وہ سن 1770ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی میں بحیثیت کلرک بنگال آئے۔ اور وہ پہلے انگریز تھے جنھوں نے سنسکرت سیکھی، اور بھگوت گیتا ہیتو پدیشا وشکنتلا کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ سی بک لینڈ کا بیان ہے کہ انھوں نے سن 1769ء میں ایک سنسکرت کی قواعد شائع کی۔ اس کتاب میں غالباً سنسکرت کے الفاظ رومن حروف میں چھاپے گئے تھے۔ لیکن مصنف ہذا کی نظر سے اس کتاب کا کوئی نسخہ نہیں گزرا۔ ان کی (دوسری) سنسکرت کی قواعد سن 1808ء میں شائع ہوئی، اور اس کی طباعت کے لیے انھوں نے دیوناگری حروف کا ہم شکل خاندان تیار کیا۔ اس قواعد کے مقدمہ میں وہ اپنے کام کا ذکر مندرجہ ذیل الفاظ میں کرتے ہیں:-

"سن 1778ء کے قریب اپنے دوست جناب ہال ہیڈ کی تقلید میں مجھ میں سنسکرت

---

(5) این بی۔ ہال ہیڈ۔ اے گرامر آف بنگالی لینگویج۔ (مقدمہ)، ہگلی (بنگال میں) 1778 عیسوی صفحات XXIII تا XXIV

سیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔۔ سن 1795ء کے اوائل میں جب میں دیہات میں رہتا تھا۔
اور مجھے کافی فرصت حاصل تھی، میں نے اپنے مواد کی ترتیب دینا اور ان کو چھپائی
کے لیے تیار کرنا شروع کیا۔ میں نے فولاد پر حروف کاٹے، سانچے اور میٹرکس
فلزی بنائے اور ان کی مدد سے دیوناگری حروف کے ٹائپ تیار کیے اور یہ سب
محض اپنے ہاتھوں یا ان کاریگروں کی مدد سے جو دیہات میں مل سکتے ہیں۔ میں نے
بہت تیزی کے ساتھ چھپائی کے تمام اوزار اپنی قیام گاہ پر تیار کیے، اسی سال 2 مئی
تک میں نے 16 صفحات پروف کے اٹھائے، ان میں اور موجودہ دو اوراق میں
جو آپ کے سامنے ہیں، بہت کم فرق تھا۔ اس دن دو بجے تک سب کام خاطر خواہ
چلتا رہا لیکن افسوس! کہ فوراً ہی یہ معلوم ہوا کہ پورے مکان کو آگ نے اپنی لپیٹ
میں لے لیا۔ اور جو اتنی تیزی سے پھیلی کہ بجھانے سے پہلے ہی تمام مکان خاکستر
ہو گیا۔ خوش قسمتی سے اس آفت سے میں اپنی تمام کتب و مخطوطات اور قالبوں
و ٹھپّوں کا بڑا حصہ بچانے میں کامیاب ہوا، چونکہ ٹائپوں کو باہر پھینکنا پڑا۔ اس
لیے وہ تمام سبزہ زار پر تتر بتر ہو گئے! اور اس طرح یا تو وہ کھو گئے یا بیکار
ہو گئے۔

جیسا کہ ایک حادثہ کے بعد دوسرا حادثہ پیش آتا ہے، بالکل یہی میرے
ساتھ بھی ہوا، اور بہت سے ناگوار حالات جن کے ذکر سے کوئی فائدہ نہیں کیے بعد
دیگرے میرے کام میں حائل ہوتے رہے، یہاں تک کہ میں نے اس کام کا
خیال ہی ترک کر دیا۔ لیکن اس واقعہ کے 2 سال کے اندر ہی ایسٹ انڈیا کمپنی کے
کورٹ آف ڈائرکٹرس کی دور اندیش حکمت عملی کے تحت ہرٹ فورڈ میں ایسٹ
انڈیا کالج کے قیام نے مجھے اپنا ارادہ بدلنے پر آمادہ کیا۔ مشرقی زبانوں کا مطالعہ
اس شاندار ادارہ کا ایک اہم مقصد تھا۔ اور سنسکرت اس کا ایک لوازمہ ۔
چونکہ اس کی کوئی قواعد دستیاب نہ تھی۔ لہٰذا مجھ سے کہا گیا اور میری ہمت افزائی
کی گئی کہ میں جس کو بہت دنوں سے تیار کر رہا تھا۔ منظر عام پر لاؤں۔ لہٰذا میں نے
اپنے قالبوں سے مزید حروف ڈھالے اور ان کو فوراً مطبع میں بھیج دیا، جہاں سے
یہ موجودہ اشاعت رو نما ہوئی۔ اور شاید بقولے :

ویرآید درست آید ؎ (6)

ولکنس کو سن 1800ء میں انڈیا آفس کے پہلے لائبریرین کی حیثیت سے، بعد میں 1806ء میں ہیلی بیری کالج کے مستشرقیات کے شعبہ کے زائر کی حیثیت سے مقرر کیا گیا۔ موخرالذکر تقرری طلبا کے لیے سنسکرت کی قواعد لکھنے میں محرک ثابت ہوئی۔ ان کو 1833ء میں سر کا خطاب عطا ہوا۔ 1836ء میں ان کا انتقال ہوا۔

پیشتر ہم نے تیسرے باب میں انیسویں صدی کے اوائل میں تنجور میں طباعت کی سرگرمی کا ذکر کیا ہے۔ اسی زمانہ میں بمبئی میں مراٹھی کتب حکومت کے زیر سایہ شائع ہوتی تھیں۔ ولکنس کے تیار کردہ ٹائپ ان دونوں مقامات پر کارآمد ثابت ہوئے۔ ولکنس نہ صرف بنگال میں طباعت اور دیوناگری حروف کا پیشرو تھا بلکہ وہ ان فن کاروں کی تربیت کا ذمہ دار بھی تھا جنھوں نے اپنے نئے حاصل شدہ فن کو ہندوستان کے دوسرے رسم الخطوط کے لئے استعمال کیا۔

پتہ چلتا ہے کہ اٹھارویں صدی کے آخر تک کلکتہ میں کئی مطابع قائم ہو چکے تھے۔ کلکتہ کے حالیہ دورے کے دوران مصنف نے انگریزی، بنگالی فرہنگ کا ایک نسخہ بانگیا ساہتیہ پریشد کے کتب خانہ میں دیکھا، اس کو اے۔ اپجون نے بہ عنوان "انگاراجی اینڈ بنگالی ووکابیلاری" (انگریزی۔ بنگالی فرہنگ) سن 1898ء میں کرونیکل پریس (کلکتہ) سے طبع کیا۔ اس کتاب میں جو بنگالی ٹائپ استعمال ہوئے وہ ہال ہیڈ کی قواعد کے حروف سے مختلف معلوم ہوتے ہیں۔ اور غالباً یہ پنچانانا کرمارکر نے تیار کیے۔ مصنف ہذا کے ذخیرہ میں رابرٹ جونس کی "ایک نئی فارسی اور انگریزی کتاب جو بوائر وغیرہ کے طریق کار پر لکھی گئی ہے، دستیاب ہے، جو آنریبل کمپنی پریس، کلکتہ سے 1792ء میں چھپی۔ اسی مطبع سے 1785ء میں سر الیزا امپے کے قانون کا بنگالی ترجمہ جوناتھن ڈنکن (جو بعد میں گورنر بمبئی ہوئے) نے کیا اور 1793ء میں ایچ۔ پی۔ کارنواس کے قانون کا بنگالی ترجمہ شائع ہوئے۔ موخرالذکر تصنیف میں استعمال شدہ بنگالی ٹائپ ہال ہیڈ کی بنگالی قواعد کے حروف سے قدرے مختلف معلوم ہوتے ہیں۔ اور یہی فارسٹر کی انگریزی۔ بنگالی فرہنگ مطبوعہ 1799ء و بنگالی۔ انگریزی فرہنگ مطبوعہ 1802ء میں استعمال ہوئے۔ ان فرہنگوں کے نسخے نیشنل لائبریری کلکتہ میں دستیاب ہیں۔ ہنری پٹس فارسٹر (پیدائش 1761ء) بنگال کی

---

(6) چارلس ولکنس، اے گرامر آف سنسکرت لینگویج، (پیش لفظ، صفحات XI تا XIII، لندن 1808ء

حکومت میں تاجراعلیٰ (سینئر مرچنٹ) تھے ۔ ان کے " ایسے آن دی پرنسپلس آف سنسکرت گرامر " (سنسکرت قواعد کے اصولوں پر ایک مقالہ) (1810ء) سے واضح ہوتا ہے وہ سنسکرت اور بنگالی دونوں کے عالم تھے ۔ وہ اپنی تصانیف کے مقدمات میں بیان کرتے ہیں کہ ان کی تصانیف کا اصلی مقصد انتظامی قابلیت میں اضافہ تھا ۔[1]

سیرام پور تبلیغ کی خدمات

گو بنگال میں طباعت کا آغاز مذہبی سے زیادہ سیاسی وجوہ کی بنا پر ہوا ۔ لیکن مذہبی ضروریات بعد کی ترقی میں کافی مددگار ثابت ہوئیں ۔ اٹھارویں صدی کے اختتام اور انیسویں صدی کے اوائل میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی یہ حکمتِ عملی تھی کہ وہ تبلیغی سرگرمی سے دامن بچائے رکھے کیونکہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس میں الجھنے سے کمپنی کے سیاسی مقاصد کو نقصان پہنچ سکتا ہے ۔ کمپنی کے ہندوستانی علاقہ میں تبلیغی سرگرمی ممنوع تھی ۔ یہ صورتِ حال اس وقت بھی تھی جب ولیم کیری (1761 تا 1834ء) بجو بپتسائی (Baptist) تبلیغ کا کارکن تھا ۔ 11 نومبر 1793ء کو کلکتہ پہنچا ۔ اسی لئے اس کو اپنا تبلیغی کام خفیہ طور پر چلانا پڑا ۔ اس نے اپنے تبلیغی کام کے لیے ہندوستانی زبانوں کو جاننے کی بے پایاں اہمیت کو جلد ہی محسوس کر لیا ۔ اور اسی لئے اس نے بنگالی پڑھنا شروع کر دی ، اس کام میں اس کی رام باسو نامی ایک بنگالی نے مدد کی ۔ کیری نے (کلکتہ کے نزدیک) مدناوتی میں بحیثیت منتظم نیل کے کارخانہ میں ملازمت اختیار کی ، اور اپنے فرصت کے اوقات عہدنامہ جدید کو بنگالی میں ترجمہ کرنے میں صرف کرنے لگا ۔ اس ترجمہ کا پہلا مسودہ 1797ء میں مکمل ہوا ، جیسا کہ اس کے مندرجہ ذیل خط کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے ، جو 25 مارچ 1797ء کو لکھا گیا :

> " عہدنامہ جدید جس کا ترجمہ اب مطبع کے لیے عنقریب ہی تیار ہونے والا ہے اس کی طباعت کے اخراجات کے تخمینہ کے سلسلہ میں میں کلکتہ کے ایک طابع سے مشورہ کر رہا ہوں ، حالانکہ اس کی پہلی ہی تصحیح ہوئی ہے اور اس کی ایسی کئی تصحیح درکار ہوں گی ۔ میں نے اس مقصد کے لیے ایک پنڈت کو ملازم رکھا جس کے ساتھ میں پورے متن کا حتی الوسع اعادہ کرتا ہوں ۔ وہ اسلوب بیان اور ترکیب نحوی کے متعلق فیصلہ کرتا ہے ۔ اور میں ترجمہ کے صحیح الاصل ہونے کا خیال رکھتا ہوں ۔" (7)

عیسائی مذہبی کتب کو بنگالی میں ترجمہ کرنے کی پوری اہمیت کے لیے اس کو بنگالی کے ساتھ سنسکرت بھی سیکھنا پڑی۔ اپریل 1796ء میں وہ لکھتا ہے :-

"میں نے ایک رزمیہ نظم مہابھارت کا ایک معتدبہ حصہ پڑھا جو کہ بہت نفیس زبان میں لکھی گئی، اور وہ ہومر کے تقریباً ہم پلہ ہے اور یہ اس کی الیڈ کی طرح بشری ذہانت کا بہترین نمونہ خیال کی جاتی ہے اور میں بھی اس کو دنیا کی اولین تخلیقات میں سے سمجھتا ہوں ۔" (8)

دوبارہ اپنے ایک خط میں جو اوائل 1798ء میں لکھا گیا وہ لکھتا ہے :-

"میں سنسکرت سیکھ رہا ہوں، اور ان ذرائع کے پیش نظر جو یہاں میسر ہیں، یہ غالباً دنیا کی مشکل ترین زبان ہے۔ اس کو سرانجام دینے کے لیے میں نے سنسکرت قواعد و لغت کو انگریزی میں تقریباً ترجمہ کر لیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ایک سنسکرت معہ بنگالی و انگریزی کی لغت تالیف کرنے میں بھی کامیابی حاصل کی ہے۔" (8 الف) -

جب عہد نامۂ جدید کے بنگالی ترجمہ کا مسودہ مطبع کے لیے تیار ہو گیا تو کیری کو اپنی توجہ اس کی طباعت کی تدابیر و وسائل کی طرف مرکوز کرنا پڑی۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے مشن سوسائٹی لندن سے ایک مطبع، طابع اور کاغذ کی درخواست کی۔ اسی دوران 1778ء (بلحاظ 1798ء)* میں ان کی نظر سے ایک اشتہار گزرا کہ ایک لکڑی کی چھپائی کی مشین کلکتہ میں برائے فروخت ہے انھوں نے اس کو چالیس پونڈ میں خرید لیا۔ جب یہ ان کے مکان واقع مدناوتی میں قائم کی گئی تو مقامی باشندے انگریز کے اس "بت" کے قریب محو حیرت ہو کر اکٹھا ہو گئے۔

بنگالی حروف کے ٹائپ حاصل کرنا چھاپہ خانہ خریدنے کے بہ نسبت کہیں زیادہ دقت طلب ثابت ہوا۔ ابتداً کیری کا ارادہ لندن کے ایک مشہور قالب گر کاسلن سے بنگالی حروف بنوانے کا تھا۔ اس نے تخمینہ کیا تھا کہ ہر حرف کے ٹھپے کی قیمت پانچ شلنگ ہو گی، لیکن بعد کو ہر حرف

---

(7) ایسٹاس کیرے، میمائرس آف ولیم کیرے، ڈی۔ ڈی، لندن 1837ء صفحہ 305

(8) جارج اسمتھ، دی لائف آف ولیم کیری، ڈی ڈی، لندن 1885ء صفحہ 101

(8 الف) جارج اسمتھ، دی لائف آف ولیم کیری، ڈی ڈی، لندن 1885ء صفحہ 101

[اصل کتاب میں اس حوالہ کا نمبر غلط چھپا ہے] * اصل کتاب میں چھپائی کی غلطی — مترجم

کے کھٹیے کی قیمت بڑھ کر ایک گنی تک پہنچ گئی۔ اسی دوران اس کو معلوم ہوا کہ کلکتہ میں ایک ڈھالاخانہ ہندوستانی رسم الخط کے ٹائپ ڈھالنے کے لیے قائم ہوا۔ حالانکہ اس کو ڈھالاخانے کا سراغ نہ مل سکا۔ لیکن اس کو ملازمت تلاش کرتا ہوا ایک ٹیکنیشین مل گیا جس نے ہندوستانی حروف کے ٹائپ بنانے کے فن کی تعلیم سر چارلس ولکنس سے حاصل کی تھی۔ اس لیے اس نے لندن سے ٹائپ تیار کرانے کا خیال ترک کر دیا اور اس کام کے لیے مقامی ہنر سے استفادہ کرنے کا ارادہ کیا۔

1799 کے اوائل میں مارشمین، وارڈ اور دوسرے دو مبلغین کیری کی مدد کے لیے ہندوستان آئے۔ وہ سیرام پور کی ڈنمارکی بستی میں رہائش کے لیے جگہ پانے میں کامیاب ہوئے اس وقت نیل کے کاروبار میں بوجہ سیلاب مندا آیا ہوا تھا۔ اور کیری نے قریب ہی کے ایک مرکز کدر پور میں منتقل ہونے کا منصوبہ بنایا تھا۔ جہاں پر اس کا ارادہ اپنے اور اپنے شرکائے کار کے لیے مکانات بنوانے کا تھا۔ لیکن یہ منصوبہ پورا نہ ہو سکا۔ کیونکہ نئے مبلغین کو کمپنی کے حدود میں سکونت اختیار کرنے کی اجازت نہ تھی۔ اس لیے انھوں نے سیرام پور کی نقلِ مکان کرنے کا تہیّہ کیا اور یہاں اوائل 1800 عیسوی میں اپنے چھاپہ خانہ کے ساتھ آئے۔ اس دوران اپنے خطوط میں وہ سیرام پور کے تئیں اپنی پسندیدگی کے وجوہ بیان کرتا ہے اور وہاں کی اپنی ابتدائی سرگرمیوں کا حال بیان کرتا ہے۔ جس کی برمحل عبارت نیچے دی جاتی ہے۔ اقتباس خط مورخہ 5 فروری 1800ء۔

" مدناوتی میں چھاپہ خانہ کا قیام برادرم وارڈ کے بغیر نہ صرف بے کار ہوتا بلکہ یہ کوشش وجہ تباہی بن جاتی۔ ہم اس جگہ کمپنی کی قلمرو کے باہر اور ایک ایسی حکومت کے زیرِ سایہ رہ رہے ہیں جو ہمارے اور ہمارے مقاصد کے موافق ہے۔" (9)

اقتباس خط مورخہ 11 اکتوبر 1800ء

" اگر ہم مدناوتی یا اس کے قرب و جوار میں قیام کرتے تو یہ ایک عجوبہ ہی ہوتا کہ ہم اپنا چھاپہ خانہ وہاں قائم کر سکتے، حکومت نے ہم پر شبہ کیا ہوتا، حالانکہ بنا کسی بنیاد کے، اور گمانِ غالب یہی ہے کہ ہم کو چھاپنے سے روک دیا ہوتا، اس کے علاوہ موزوں سامان کو حاصل کرنے کی مشکلات بھی تقریباً ناقابلِ عبور ہی رہی ہوتیں۔

---

(9) ایضاً کیری، صفحہ 356

ہم نے کئی چھوٹے رسالے چھاپے اور دور دور ان کی اشاعت کی، ہم نے انجیل متی کے تقریباً 300 نسخے جاری کئے۔ ہم نے عہد نامۂ جدید کو اعمال حوارئین تک طبع کیا اور یہ (خط) آپ تک پہنچنے تک وہ پوری چھپ چکی ہوگی۔ سوائے اس کے کہ کوئی ناگہانی رکاوٹ اٹھ کھڑی ہو۔" (10)

حالانکہ مندرجہ بالا عبارت میں یہ واضح طور سے بیان نہیں کیا گیا کہ وہ کتابچے جن کا ذکر کیا گیا بنگالی میں لکھے گئے تھے لیکن مندرجہ ذیل اقتباس سے جو ایک خط مورخہ 23 نومبر 1800 سے لیا گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت کچھ ایسی ہی تھی :

"کل رام باسو یہاں آیا۔ تاکہ اپنا کتابچہ جو براہمنوں کے خلاف تھا اس پر نظر ثانی کرے اور وہ چھپ سکے۔ کتابچہ بہت سخت ہے، لیکن ایسا ہونا بہت ضروری بھی ہے تاکہ یہ ان میں صحیح احساس پیدا کر سکے... آج وہ قرنتی حصہ اول باب گیارہ مصرعہ چھبیس تک طبع کر رہے ہیں۔ میرے پاس اس کے بدیہی ثبوت ہیں کہ ترجمہ قارئین کی سمجھ میں بخوبی آتا ہے۔ ایک دن میں ایک گاؤں میں تھا جہاں ایک شخص نے متی کے چھٹے اور ساتویں حصہ کو کئی لوگوں کے سامنے پڑھ کر سنایا اور وہ اس کو بخوبی سمجھ پائے۔" (11)

یہ باور کرنے کی ایک وجہ ہے کہ کیری کے سیرام پور آنے سے قبل ہی بنگالی ٹائپ تیار ہوئے۔ سیرام پور کی تبلیغ کا ایک مورخ (مسٹر مارشمین) کا دعویٰ ہے کہ قالب گر پنچانن، کیری سے سیرام پور کی سکونت اختیار کرنے کے بعد ہی ملا :

"1803 کے اوائل میں مبلغین نے دیوناگری کے ٹائپ کے قالب تیار کرنے میں کافی ترقی کر لی تھی۔ دیوناگری دوسرے تمام ہندوستانی حروف تہجی کی ماں، اور دیو مالائی روایات کے مطابق دیوتاؤں کا عطیہ خاص ہے۔ یہ اس قسم کے ٹائپ کا پہلا اہم شکل خاندان تھا جو ہندوستان میں تیار کیا گیا۔ سیرام پور میں مطبع کے قیام کے فوراً بعد ہی مقامی لوہار پنچانن جس کو ٹھپے کاٹنے کے فن کی

---

(10) ایسناس کیری صفحہ 379

(11) ایضاً صفحات 392 تا 393

تعلیم مسٹر چارلس ولکنس نے دی تھی وہ بغرض ملازمت مبلغین کے پاس آیا۔ اس وقت مسٹر کیری سنسکرت کی ایک قواعد لکھنے کا منصوبہ بنا رہے تھے، جس کے لیے ناگری ٹائپ درکار تھے، لہٰذا پنچانن کو فوراً ہی اس کام میں لگا دیا گیا۔" (12)

سیرام پور کے مطبع کے قیام کے پانچ سال کے اندر جو کتب بنگالی میں طبع ہوئیں ان کی فہرست حسب ذیل ہے، یہ کلکتہ کی نیشنل لائبریری میں دستیاب ہیں :

1801ء — انجیل بزبان بنگالی

دھرما پُستاکا، سیرام پور، تبلیغی مطبع

اضافہ شدہ سرورق انگریزی میں مطابق مہر ناشر تاریخ 1802ء ہے۔

1801ء — رام رام باسو۔ راجا پرتاپادتیا کا چارترا . . . سیرام پور، تبلیغی مطبع

" کیری، ولیم۔ ڈایالوگس اِنٹنڈیڈ ٹو فیسیلیٹیٹ دی ایکوائرنگ آف دی بنگالی لینگویج (مکالمات برائے استعداد حصول زبان بنگالی) سیرام پور، تبلیغی مطبع

1802ء مہابھارت بزبان بنگالی۔ مہابھارت، ایک نظم جو چار جلدوں پر مشتمل ہے جس کا ترجمہ اصل سنسکرت سے کاشی رام داس نے کیا۔ سیرام پور، تبلیغی مطبع

" مرتیونجے ودیالنکر۔ بتریسا سمہاسنا۔ سیرام پور،

" رامائن بزبان بنگالی۔ رامائن، ایک نظم جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے جن کا ترجمہ اصل سنسکرت میں کیرتی واس (اوجھا) نے کیا۔ سیرام پور۔

1803ء — انجیل اولڈ سام (انجیل، عہد نامہ عتیق، زبور) بزبان بنگالی۔ داؤد کے گیت۔ سیرام پور

1806ء — چنڈی چرن منشی۔ توتا اتیہاس۔ سیرام پور۔

کیری کا 1801ء میں فورٹ ولیم کالج، کلکتہ میں بنگالی و سنسکرت کے پروفیسر کی حیثیت سے تقرر ہوا۔ اب تک کیری کی چھپائی کی سرگرمی کا مقصد خاص عہد نامہ جدید کا بنگالی ترجمہ شائع کرنا تھا اب اس نئے عہدہ نے اس کی توجہ اپنے طلبا کے استعمال کے لیے غیر مذہبی کتب کے چھاپنے کی طرف مبذول کی۔ مندرجہ ذیل عبارت سے جو اس کے ایک خط مورخہ 15 جون 1801ء سے لی گئی ہے، وہ اپنے نئے عہدہ کا حوالہ "بہت اہم فریضہ" کے طور پر دیتا ہے اور اظہار کرتا ہے

---

(12) جے سی مارشمین، دی لائف اینڈ ٹائمز آف کیری، مارشمین اینڈ وارڈ، ایمبریسنگ دی ہسٹری آف سیرام پور مشن، جلد اول لندن 1859ء صفحات 178 تا 179۔

کہ کس طرح اس کے فرائض نے اس کے لیے یہ ضروری بنادیا کہ وہ اپنے طلبا کے استعمال کے لیے درسی کتب تیار کرے:

"تم کو یہ جاننا چاہیئے کہ فورٹ ولیم میں سال گذشتہ ایک کالج برائے تدریس جونیر عہدہ داران کمپنی قائم کیا گیا۔ جہاں ان کے لیے یہاں پہونچنے تین سال بعد تعلیم حاصل کرنا لازمی تھا۔ میں نے ہمیشہ اس ادارے کو بہت پسند کیا، لیکن یہ تصور کبھی نہ کیا تھا کہ کبھی مجھے بھی اس میں ایک عہدہ ملے گا۔ معزز براؤن اس کے ناظم ہیں اور معزز کلاڈیس بکانن نائب ناظم ہیں۔ اور مجھے بیحد تعجب ہے کہ مجھے بنگالی کے پروفیسر کا عہدہ سنبھالنے کے لیے کہا گیا۔ جب میرا تقرر کیا گیا، تب میں نے جان لیا کہ مجھے ایک خاص منصب تفویض کیا گیا ہے اور یہ کہ میرے ہاتھ بٹانے کے لیے کوئی کتاب یا دوسرا سہارا ابھی نہیں ہے۔ اس لیے میں نے ایک قواعد تالیف کرنے کا ارادہ کیا، جو کہ اب تک آدھی چھپ چکی ہے۔ میں نے رام باسو کو ان کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کی تاریخ تصنیف کرنے کے لیے آمادہ کیا، یہ بنگالی زبان میں نثر کی پہلی کتاب ہوگی، ہم اس کو بھی چھاپ رہے ہیں...

میرا تقرر سنسکرت کے استاد کی حیثیت سے کیا گیا، اور حالانکہ ابھی تک کسی بھی طالب علم نے اس مضمون میں داخلہ نہیں لیا ہے، تاہم میرے لیے اس کی تیاری ضروری ہے، اس لیے میں اس زبان کی ایک قواعد لکھ رہا ہوں جو مجھے چھپوانا بھی ہے بشرطیکہ میں اس کی تکمیل کر پاؤں۔ اور غالباً ایک لغت بھی جو میں نے کئی سال پہلے شروع کی تھی۔" (13)

ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ کیری کو سنسکرت کی قواعد کے لیے دیوناگری کے ٹائپ تیار کرانا پڑے۔ 7 ستمبر 1803ء کے ایک خط کی مندرجہ ذیل عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہی ٹائپ مراٹھی اور ہندوستانی ادب کی چھپائی میں بھی استعمال کیے گئے:

"ہم ... ہندوستانی میں کچھ مختصر رسالے شائع کرانے والے ہیں۔ عزیز پیٹرس کا خطبہ برائے لشکر اس زبان میں ہے۔ ہمارے پاس مراٹھوں کے بھی کچھ مضامین ہیں۔ ایک مراٹھا پنڈت نے جس کو ہم نے داخل عملہ کر لیا ہے، صحیفہ کے

---

(13) ایس۔ پی۔ کیری، صفحہ 414 تا 417

کچھ مختصر اجزا کو اس زبان میں منتقل کرنے کا کام شروع بھی کر دیا ہے۔ اور دیوناگری ٹائپ ہی اس زبان کی اور ہندوستانی کی، نیز سنسکرت کی ضرورت کو پورا کرینگے۔" (14)

یہ بیان کیا گیا کہ "بشارت متی کو بزبان مراٹھی، ناگری ٹائپ (قطعۂ ربعی سائز) 180 صفحات، 1805ء میں طبع کیا گیا۔ (15) حالانکہ مصنف ہذا اس کتاب کا کوئی نسخہ کلکتہ یا سیرام پور میں تلاش کرنے میں ناکام رہا ہے۔ ان کے اپنے ذخیرہ میں مراٹھی زبان کی قواعد مصنفہ کیری موجود ہے جو سیرام پور سے اسی سال یعنی 1805ء میں چھپی۔ یہ فورٹ ولیم کالج کے مراٹھی زبان کے طلبا کے لیے تیار کی گئی۔ 8 فروری 1805ء کے ایک خط کے اقتباس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کالج میں مراٹھی زبان کی تعلیم 1804ء میں شروع ہوئی۔

"سال گذشتہ کالج میں مراٹھی زبان پڑھائی جاتی تھی۔ یہ میرے سپرد تھی۔" (16)۔

کیری کو بنگالی اور سنسکرت پڑھانے کے لیے 500 روپیہ ماہوار بطور مشاہرہ دیا جاتا تھا۔ لیکن جب اس کو مراٹھی پڑھانے کا مزید فرض سونپا گیا تو اس کی تنخواہ بڑھا کر ایک ہزار روپیہ ماہانہ کر دی گئی۔ یہ قرین قیاس ہے کہ اس وافر مشاہرہ کے تعین میں کالج کے انتظامیہ کا ارادہ کیری کی بالواسطہ تبلیغی کام میں مدد کرنا ہو۔ وہ خود 11 فروری 1807ء کو لکھتا ہے کہ اس کا مشاہرہ اس کے تبلیغی کام میں کافی مدد کرے گا۔" (17) جنوری 1805ء میں اس کالج سے پانچ متعلمین نے مراٹھی کا امتحان پاس کیا۔

حالانکہ چارلس ولکنس نے دیوناگری حروف کے ٹائپ 1795ء میں ہی تیار کر لیے تھے لیکن اس کی سنسکرت کی قواعد جن میں یہ استعمال کیے گئے لندن سے 1808ء میں شائع ہوئی۔ اس کے قبل کیری کی مراٹھی کی قواعد 1805ء میں اور سنسکرت کی قواعد 1806ء میں شائع ہوئی، اور ان دونوں میں دیوناگری ٹائپ استعمال ہوئے۔ اس سے بھی پیشتر 1802ء میں سیرام پور کالج

---

(14) ایضاً صفحہ 425

(15) جلد 3 ضمیمہ صفحہ 426.

(16) ایسٹا س کیری صفحہ 442.

(17) ایضاً صفحہ 455

کے طلبا کا ایک مقالہ چھاپنے میں یہ دیوناگری ٹائپ استعمال ہوئے اور اس کا ایک نسخہ کلکتہ کی نیشنل لائبریری میں دستیاب ہے۔ اس لائبریری میں ایک دوسری کتاب "گرامر آف ہندوستانی لینگویج" (ہندوستانی زبان کی قواعد) مصنفہ جان گلکرائسٹ موجود ہے۔ جو 1796ء میں کرانیکل پریس، کلکتہ سے طبع ہوئی اور جس میں دیوناگری ٹائپ استعمال ہوئے۔ غالباً یہ ہندوستان میں دیوناگری طباعت کا سب سے پہلا نمونہ ہے۔

یورپ میں دیوناگری رسم الخط میں چھپائی کی شروعات اس سے بہت پہلے ہوئی۔ ڈاکٹر سنیتی کمار چیٹرجی کے ذاتی ذخیرہ میں ایک کتاب موجود ہے جو یورپ میں 1743ء میں طبع ہوئی۔ اور جس میں دیوناگری حروف استعمال ہوئے۔ (18) لیکن اس نسخے کے معائنہ سے مصنف ہذا کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں چھپائی کے لیے متحرک انفرادی حروف کے ٹائپ کے بجائے لوح کا استعمال دیوناگری کے لیے کیا گیا۔ شانتی نکیتن کی لائبریری میں ایک کتاب ہے جو روم سے 1771ء میں طبع ہوئی اور جس میں دیوناگری رسم الخط استعمال ہوا۔ (19) اسی کتاب کا ایک دوسرا نسخہ بمبئی کی ایشیاٹک سوسائٹی میں بھی موجود ہے۔ گمان ہوتا ہے کہ اس کی چھپائی میں لکڑی کے متحرک ٹائپ استعمال ہوئے۔ بجنسہٖ یہی ٹائپ گلکرائسٹ کی مندرجہ بالا ہندوستانی قواعد میں بھی استعمال کیے گئے اور ایک دوسری قواعد میں جو 1804ء (20) میں چھپی، جس کا ایک نسخہ کلکتہ کی نیشنل لائبریری میں موجود ہے۔

ہم یہ بھی دیکھ چکے ہیں کہ 1608ء میں راہب اسٹیفنس نے تخمینہ کیا تھا کہ دیوناگری رسم الخط کی چھپائی کے لیے 600 علیحدہ ٹھپے تیار کرانا ضروری ہوں گے، لیکن اس کا خیال تھا کہ اس تعداد کو گھٹا کر 200 کر دینا بھی ممکن ہے۔ سیرام پور کالج کے مطبع میں جو ہم شکل خاندان تیار ہوئے وہ 700 مختلف ٹھپوں پر مشتمل تھے۔ سیرام پور تبلیغ کا مورخ اس کا تذکرہ اس طرح کرتا ہے:

"دیوناگری میں مرکب حروف کی بڑی تعداد کے باعث ہم شکل خاندان کے لیے 700 مختلف ٹھپوں کی ضرورت تھی، جن میں سے تقریباً نصف سال روان۔

---

(18) داوی داس تی ڈسرٹیشنس [ٹرکٹ (مختصر رسالہ) XLX - مسلینیا ادری انڈیا] روم 1743ء

(19) الفابیٹم براہمنیکم سواندوستانم (کنگریگیشنس دی پروپگینڈا فائیڈ) روم 1771ء

(20) پالینولے۔ ایس۔ بارتھیلمیو، ویاکرانا، روم 1804ء

یعنی 1803ء تک مکمل ہو چکے تھے۔ کام کی رفتار تیز تر کرنے کے لیے پنچانن کو یہ مشورہ دیا گیا کہ وہ اپنے ہم ذات وہم پیشہ نوجوان مسمیٰ منوہر کو بحیثیت مددگار لے لے، جو ایک ماہر اور سلیقہ مند کاریگر تھا۔ بعدازاں وہ سیرام پور کے مطبع میں 40 سال تک کام کرتا رہا اور جس کی سعی وہدایات کی وجہ سے بنگال بہت سے خوبصورت بنگالی، ناگری، فارسی، عربی اور دوسرے رسم الخطوط کے ہم شکل خاندان کا مرہونِ منت ہے، جن کا استعمال رفتہ رفتہ مختلف چھاپے خانوں میں رائج ہوا۔" (21)

پنچانن اس کے فوراً بعد ہی انتقال کر گیا۔ ایک کتاب بعنوان "میمائر ریلیٹو ٹو دی ٹرانسلیشن" (تاریخ احوالِ تراجم) مطبوعہ 1807ء میں پنچانن کے ہنر کو بہت فراخدلی سے خراجِ عقیدت پیش کیا گیا:-

"ہمارے سیرام پور میں سکونت پذیر ہونے کے فوراً بعد ہی فضلِ خدا سے ایک ایسا فن کار ملا جس نے اس فن میں ولکنس کے ساتھ کام کیا، اور بڑی حد تک ان کے خیالات کو اخذ کر لیا تھا۔ اس کی مدد سے ہم نے حروف کا ڈھالا خانہ قائم کیا۔ گو اب وہ انتقال کر چکا لیکن اس نے اپنا فن دوسرے بہت سے افراد کو اس طرح سکھا دیا ہے کہ وہ ٹائپ کے ڈھالنے اور کلوفہ فلزی کاٹنے کا کام اتنی صحت کے ساتھ کر سکتے ہیں کہ وہ یوروپی ماہرین سے کم نہیں ہے۔" (22)

اُن فن کاروں میں سے جن کو پنچانن نے اپنا فن سکھایا منوہر سب سے کامل تھا۔ اسمتھ اس کا ذکر اس طرح کرتا ہے:-

"پنچانن کا شاگرد منوہر تمام مشرقی زبانوں کے ٹائپ کے نفیس ہم شکل خاندان برائے تبلیغ اور دوسروں کے لیے برائے فروخت 40 سال سے کچھ زیادہ عرصہ تک بناتا رہا۔ اس طرح وہ نہ صرف ادب کا بلکہ عیسائی تہذیب کا بھی محسن بنا جس کا پوری طرح اُسے خود احساس نہ تھا، کیونکہ وہ آخر عمر تک ایک ہندو لوہار رہا۔ معزز جیمس کینیڈی جب پہلی بار 1839ء میں بحیثیت ایک نوجوان مبلغ کے ہندوستان آئے تو انہوں

---

(21) جے۔ سی۔ مارشمین جلد اول صفحہ 179

(22) جارج اسمتھ نے حوالہ دیا۔ صفحات 242 تا 243

نے پنچانن کو اپنے خاص ہُنر کے نیچے صرف جس کے زیر سایہ ہی وہ کام کرسکتا تھا کلوفہ فلزی کاٹتے وانجیل کے لیے ٹائپ ڈھلتے ہوئے دیکھا، بعدازاں یہی منظر مصنف ہٰذا نے اس کے شاگرد کے سلسلہ میں دیکھا۔ سیرام پور 1860ء تک مشرق میں مشرقی ٹائپ کا ڈھالا خانہ بنا رہا۔ (23)

ہم نے یہ ملاحظہ کیا ہے کہ کس طرح پرتگالی مبلغین نے ہندوستان کے پہلے طابع، جاؤ دی بستامانتے کے ہندوستانی ماہر شریک کار کے نام کا ذکر تک نہیں کیا ہے۔ اس کے برخلاف بپتاتی مبلغین کا فیاضانہ طریقہ پر ہندوستانی کاریگروں کی خدمات کو بہ نظر استحسان دیکھنا ان کے پیشرو پرتگالی مبلغین کے رویہ کے ساتھ ایک دلچسپ موازنہ پیش کرتا ہے۔

ابتدائی دیوناگری ٹائپ کا سائز کچھ اس قدر بڑا تھا کہ اس کی وجہ سے طباعت میں استعمال ہونے والے کاغذ کی قیمت کافی بڑھ جاتی تھی۔ بدیں وجہ بعد میں چھوٹے سائز کے ٹائپ تیار کیے گئے۔ "میمائر ریلیٹو ٹو دی ٹرانسلیشن" (تاریخ احوال تراجم 1807ء) سیرام پور میں تیار ہونے والے دیوناگری ٹائپ کا ذکر یوں کرتی ہے:-

"دیوناگری رسم الخط کے لیے ہم نے ایک ہم شکل خاندان ڈھالا۔ جو ہندوستان میں اپنی قسم کا بہت ہی نفیس نمونہ ہے۔ اس میں ایک ہزار مختلف النوع حروف کے مرکب شامل ہیں۔" (24)

حالانکہ دیوناگری حروف کے ٹائپ استعمال کے لیے موجود تھے لیکن سیرام پور میں مودی رسم الخط کا استعمال مراٹھی قواعد (دوسرا ایڈیشن)، انجیل بزبان مراٹھی، اور مراٹھی لغت وغیرہ جیسی کتب کے لئے ہوا۔ اس کی وجوہ مندرجہ ذیل اقتباس میں درج ہے:

"حالانکہ مراٹھا علاقہ میں دیوناگری حروف پڑھے لکھے اشخاص میں بخوبی رائج ہیں، تاہم کاروباری افراد میں ایک رسم خط رائج ہے جو بہت مختصر ہے اور ناگری سے شکل میں کافی مختلف ہے، حالانکہ اس کے حروف کی تعداد، لہجہ و تلفظ تقریباً یکساں ہے۔ ہم نے ان کا ہم شکل خاندان ڈھالا ہے، جس میں ہم نے مراٹھی میں

---

(23) جارج اسمتھ، ایضاً، صفحات 243 تا 244۔

(24) جارج اسمتھ نے حوالہ دیا، ایضاً، صفحہ 243

عہد جدید اور ایک مراٹھی لغت چھاپنا شروع کر دی ہے۔ یہ حروف تہجی میانہ سائز واضح اور خوبصورت ہیں۔ ان میں غالباً عہد نامہ جدید اڑیسہ کے مقابلۃً کم ہی صفحات پر آ سکے۔ ان دونوں کے ڈھالنے وغیرہ کا خرچہ تقریباً یکساں ہے۔ ہمیں تین مزید ہم شکل خاندان کی ضرورت ہے، ایک برمن میں، دوسرا تلنگا وکرناٹا میں، اور تیسرا سیک (سکھ) حروف میں، یہ چینی حروف کے ساتھ مل کر ہمیں اپنا کام پورا کرنے کے لائق بنا سکیں گے۔ (25)

مسٹر اسمتھ نے اپنی مندرجہ بالا کتاب میں ایک فہرست عہد نامۂ جدید کے ان تراجم کی دی ہے جو ڈاکٹر کیری نے مختلف زبانوں میں کیے (26) یہاں یہ نقل ہے، کیونکہ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کیری نے کتنے مختلف رسم الخط کے ٹائپ تیار کیے :-

پہلی بار شائع ہوئیں:

سال	زبان	عہد نامۂ جدید	عہد عتیق	سال
1801	بنگالی:	عہد نامۂ جدید ؛	عہد عتیق	1809–1802
1811	اڑیا :	"	"	1819
1824	مگدھی :	"	صرف	
1819 — 1815	آسامی :	"	"	1832
1824	کھاسی :			
1824 — 1814	منی پوری:			
1808	سنسکرت:	"	؛ عہد نامۂ عتیق	1822–1811
1811 — 1809	ہندی :	"	"	1818–1815
1832 — 1822	برج بھاشا:	"	صرف	
1822 — 1815	قنوجی :	"	"	
1820	کوسلی :	بشارت متی	صرف	
1822	اودے پوری:	عہد نامہ جدید	صرف	
1815	جے پوریا:	"	"	

(25) ایضاً ، صفحہ 243

(26) جارج اسمتھ ، صفحات 238 تا 239

1821 بھوگیلی · عہدنامۂ جدید صرف

1821 مارواڑی "

1823 بیکانیری "

1824 بھٹی * "

1822 ہراوتی "

1832 پلپا * "

1826 کمایونی * "

1832 گڑھوالی "

1821 نیپالی "

1811 مراٹھی " : عہدنامۂ عتیق 1820

1820 گجراتی " صرف

1819 کونکنی " : کتاب پنجگانہ 1821

1815 پنجابی " صرف : تاریخی کتب 1822

1819 ملتانی "

1825 سندھی * انجیل متی صرف

1820 کاشمیری عہدنامۂ جدید : عہدنامۂ عتیق دوسری Book of Kings تک

1826 — 1820 ڈوگری * " صرف

1819 پشتو

1815 بلوچی

1818 تلیگو " اور کتاب پنجگانہ 1820

1822 کناری " صرف

چھ [کتب] صرف کیری کی تہذیب شدہ اور طبع شدہ

فارسی۔ برمی — بشارت متی —

ہندوستانی — سنہالی —

ملیالم ، چینی (ڈاکٹر مارشمین)

مندرجہ بالا فہرست میں وہ کتب جن پر ستارہ کا نشان لگا ہے وہ وہی ہیں جو مصنف کو سیرام پور کی کالج لائبریری میں نہ مل سکیں۔ اس کے برخلاف اس لائبریری میں اور تراجم ایسی زبانوں میں جو بھٹیز (1824) و اوجین (1824) کے نام سے پکاری گئی ہیں، موجود ہیں اور جو مندرجہ بالا فہرست میں شامل نہیں ہیں۔ یہ بات بھی دلچسپ ہے کہ ان تراجم میں مختلف قسم کے ٹائپ نہ صرف مختلف رسوم الخطوط کے لیے بلکہ ایک ہی رسم الخط کے مختلف اسلوبِ تحریر کے لیے بھی استعمال کیے گئے، مثلاً سنسکرت، ہندی، قنوجی، مارواڑی، بیکانیری اور مگدھی کی چھپائی میں مختلف ٹائپ استعمال ہوئے، چونکہ یہ عام طور پر ایسے رسوم الخط میں لکھی جاتی ہیں جو درحقیقت دیوناگری کے مختلف اسلوب ہائے تحریر ہیں۔

سیرام پور تبلیغ کا دوسرا اہم ترین کارنامہ چینی حروف کا فلزی متحرک ٹائپ تیار کرنا تھا۔ یہ چینی طباعت کی تاریخ میں اولین موقع ہے کہ چوبی چھپائی کی جگہ ٹائپ چھپائی نے لی۔ مارشمین مندرجہ ذیل عبارت میں اس کارنامہ کا ذکر کرتا ہے جو کہ " چینی ادب کی تاریخ میں ایک نئے عہد کا آغاز ہے":

" سال رواں (1813) کے تراجم کی روداد میں خاص حوالہ اس ترقی کا دیا گیا جو کہ چینی فن طباعت میں ہوئی۔ بشارت عیسوی کا پہلا ترجمہ ایک طرف چین کے قدیم دستور کے مطابق چوبی بلاک سے چھپا، جس پر دیسی کاریگروں نے حروف کو کندہ کیا۔ لیکن جلد ہی یہ ظاہر ہو گیا کہ اس طریقۂ طباعت کی وجہ سے صحیفوں کے نئے ایڈیشن طبع کرانے کا کام بہت ہی گراں اور دیر طلب ثابت ہوگا۔ بلاک پر کندہ کاری کی قیمت ہر نئے ایڈیشن کے ساتھ ازسرِ نو دینی پڑیگی۔ لہٰذا یہ قرینِ مصلحت معلوم ہوا کہ ایسی کوشش کی جائے کہ یوروپی سستا اور شتابی طریقۂ کار فلزی متحرک ٹائپ کے استعمال کی شکل میں اپنایا جائے۔ اس کو بروئے کار لانے کے لیے دھات کے سادے مکعب ڈھالے گئے جو عام ٹائپ کی اونچائی کے مطابق تھے ان پر کاریگروں نے چینی حروف کندہ کیے پتہ یہ چلا کہ فلزی ٹائپ سے بہ نسبت چوبی بلاک پانچ گنا زیادہ نقش، بغیر نقوش کی نفاست کو بگاڑے حاصل ہو سکتے ہیں۔ علاوہ بریں علیحدہ ہونے والے ٹائپ کے استعمال کی وجہ سے مترجم کو پروف کے اوراق میں تصحیح کرنے میں ناقابلِ

اندازہ سہولت ہوتی تھی۔ وہ حروف جو بکثرت آتے تھے ان کا لوہے کا ایک ٹھپہ کندہ کیا جاتا جس سے حسب ضرورت حروف ڈھالے جا سکتے تھے۔ دیسی ٹھپہ کاٹنے والے نے مسٹر لاسن کے آنے سے قبل اس طرح کے بہت سے ٹھپے بنا لیے تھے لیکن لاسن کی زیر نگرانی ٹھپوں کی خوبصورتی اور صحت میں کافی اصلاح ہوئی۔ چینی تاریخ طباعت کے دو ہزار سال میں یہ ایجاد ایک سنگ میل تھی، کیونکہ اس ایجاد کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ چھاپے جانے والے مواد کی دوران طباعت بار بار تصحیح ہو سکتی بلکہ اس لیے بھی کہ اس میں خرچہ کم تھا۔ جب ضروری ٹھپے ایک مرتبہ کاٹ دیئے جاتے تو ان کے ہم شکل خاندان چوبی بلاک کے مقابلہ میں بہت کم قیمت پر کسی بھی مقدار میں بنائے جا سکتے۔ یہ اصلاح جس کی ابتدا اور بڑی حد تک نشو و نما سیرام پور میں ہوئی اور جس کو بعد میں دوسری تبلیغی جماعتوں نے اپنا لیا، دراصل چینی ادب کی تاریخ میں ایک نئے عہد کا آغاز ہے۔ بلاشبہ اس کو چینی خود بھی ہاتھوں ہاتھ لیں گے جب ان کی جامد تہذیب چوبی چھپائی جس کی بہت ہی مناسب علامت ہے، یورپی ترقی کے اثر کے ماتحت اصلاحات کو قبول کرے گی۔" (27)

مارشمین ہندوستان اور لندن میں مشرقی حروف کے ہم شکل خاندان کے ڈھالنے کی تقابلی قیمتیں بیان کرتا ہے تاکہ ہندوستانی کاریگروں کی خدمات سے جو بچت ہوئی وہ دکھا سکے۔

"مشرقی زبانوں کے ٹائپ کے ہم شکل خاندان تیار کرنے میں جو ترقی ہوئی وہ بہت حد تک اطمینان بخش تھی۔ مبلغین نے 1807 کے وسط میں چار ہم شکل خاندان مکمل کر لیے اور اس سے بعد فارسی ہم شکل خاندان کے کہ جو انگلستان سے منگایا گیا، مبلغین کتب مقدسہ کے سات زبانوں میں تراجم کرانے کے قابل ہوئے۔ سیرام پور میں قائم شدہ ڈھالے خانے کی اہمیت لندن کی بہ نسبت مشرقی ہم شکل خاندان کے صرف ڈھلائی کے اخراجات کی کفایت سے عیاں ہو جاتی ہے، اور وہ آج بھی اتنا زمانہ گذرنے کے بعد خالی از دلچسپی نہیں۔ فارسی ہم شکل خاندان جو مسٹر فلز نے بھیجا اس کی قیمت 500 لیرا ہے۔ مبلغین نے ان سے خواہش

---

(27) جے۔ سی۔ مارشمین، جلد دوم صفحات 63 تا 64

ظاہر کی کہ وہ معلوم کریں کہ کیا تلنگا اور ناگری ہم شکل خاندان بہ کفایت اور جلدی لندن میں حاصل ہو سکتے ہیں جہاں ممتاز قالب گر فرائی وگنس ایسٹ انڈیا کمپنی کے لیے مشرقی ٹھپے تیار کرنے کا کام کرتے تھے۔ ان کے جواب نے مبلغین کو ان کی ڈھالاخانہ قائم کرنے اور سیرام پور میں مقامی فن کاروں کو تربیت دینے کی دور اندیشی پر مطمئن کر دیا جو مسٹر فگنس نے ان کو تلنگا کے 407 کلونہ فلزی 641 لیرا میں بھیجنے پر آمادگی ظاہر کی اس شرط پر کہ ٹھپے اُن کے ہی پاس رہیں گے۔ ناگری کے متعلق انھوں نے ڈاکٹر چارلس ولکنس، ماہر مشرقیات سے صلاح و مشورہ کیا جنھوں نے بدست خود تیس سال قبل اول ہندوستانی ٹائپ تیار کیے تھے۔ ان کو معلوم ہوا کہ اس رسم الخط کی چھپائی کے لیے جو ٹھپے درکار ہوں گے ان کی تعداد مختلف تدابیر کے ذریعہ گھٹا کر 300 کی جا سکتی ہے ؛ لیکن اس تخفیف شدہ ہم شکل خاندان کی قیمت بھی تخمیناً 700 لیرا آتی۔ سیرام پور میں مبلغین مقامی کاریگروں کی مدد سے ناگری کا مکمل ہم شکل خاندان جو 700 حروف پر مشتمل تھا 100 لیرا میں تیار کرنے میں کامیاب ہوئے۔ پہلے دس سال کے دوران ان کے اپنے ڈھالے خانے میں ہم شکل خاندان تیار کرانے کا خرچہ اور انھیں کے لندن میں تیار کیے جانے کے خرچے کا فرق 2000 لیرا سے کچھ کم نہ تھا۔ (28)

اس وقت ہندوستان میں جو کاغذ تیار ہوتا تھا وہ بہت ہی غیر پائیدار اور ادنیٰ درجہ کا تھا۔ اس کے برخلاف وہ کاغذ جو یوروپ سے درآمد کیا جاتا وہ بہت ہی قیمتی اور اس کی فراہمی بھی غیر یقینی تھی اور رسد ختم ہو جانے کی وجہ سے کام رُک جاتا۔ سیرام پور تبلیغ نے "طویل تجربات" کے بعد ہندوستان میں ایک کارخانہ دُخانی انجن سے چلنے والا قائم کیا۔ اسمتھ اس پیشرو منصوبہ کا ذکر یوں کرتا ہے :-

"کاغذ کی تیاری کے لیے طویل عرصہ میں مشن نے کچھ کم سرگرمی نہ کی، اور کاغذ کی ایک قسم سیرام پور کے نام سے ہندوستان کے کونے کونے میں جانی جانے لگی۔ اور ڈاکٹر کیری کو اپنا عہد نامہ جدید کا بنگالی [کا نسخہ] چکنٹ، مسام دار اور کھردری چیز

(28) بیغٹ، ایلٹ جلد اول صفحات 420 – 421

پر جس کو پٹنہ کا غذ کہتے تھے، چھپوانا پڑا۔ بعد ازاں وہ انگلستان سے مال آنے پر بھروسہ کرنے لگا، جو کہ اس زمانہ میں چھاپہ خانہ میں غیر یقینی طور پر پہنچتا۔ اور اکثر اوقات کام روک دیتا اور اس طرح مہنگا پڑتا۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ دیسی کاغذ خواہ وہ ہاتھ کا بنا ہوا ہو یا کارخانے کا چونکہ اس کو چاول کا بیج لگا کر کرارا کیا جاتا تھا اس لیے وہ کرم اور دیمک کے لیے باعثِ کشش ہوتا، یہاں تک کہ بقول مسٹر جے مارشمین اگر پہلا ہی ورق مطبع میں کچھ دیر کے لیے رُک جاتا تو قبل اس کے کہ آخری ورق چھپے تو اس کو یہ کیڑے کھا جاتے۔ اسی لئے کیری اپنی خاص مخطوطات کو سنکھیائی کاغذ پر لکھ کر محفوظ کرتا جو کہ نہایت بدنما پیلا رنگ اختیار کر لیتے۔ لیکن صرف اسی وجہ سے ہم سیرام پور کالج کی لائبریری میں اس ہفت زبان لغت کی جس کو اس کے پنڈتوں نے انجیل کے ترجمہ کے لیے تالیف کیا تھا، پانچ عظیم الجثہ جلدیں محفوظ کر پائے۔ کاغذ کی اس دشواری کو دور کرنے کے لیے مبلغین کو طویل اور چند در چند تجربات کرنا پڑے نتیجۃً ایک ایسی پاؤں چکی کی شکل میں رونما ہوا جسے چالیس دیسی باشندے باری باری چلا کر خام مال کی لگدی بناتے یہاں تک کہ ایک آدمی اتفاقاً اس میں مر بھی گیا۔

مسٹر ولیم جونس نے کہ جو ہندوستانی کاریگروں کی اس عظیم مہم کا پیشرو تھا اور جس نے اول رانی گنج کی کوئلے کی کان میں کام کیا تھا، دُخانی انجن کو اس کام میں لانے کا مشورہ دیا۔ بولٹن کی تھویٹ اور راتھویل کمپنی سے ایک بارہ ہارس۔ پاور کا [انجن] منگانے کی فرمائش کی گئی۔ یہی انجن سب سے پہلے ہندوستان میں لگایا گیا اور یہ سراسر ایک تبلیغی کارنامہ تھا۔ اس "آگ کی مشین" کو جیسا کہ وہ مشہور تھی، دیکھنے کے لیے دیسی لوگوں کا ایک جم غفیر تبلیغی مرکز تک آتا، اور ان کا تجسس باہر سے درآمد کیے گئے انجن چلانے والوں کے لیے صبر آزما ہوتا، اس کے برعکس بہت سے یورپی افراد جنھوں نے دُخانی طاقت سے چلنے والی مشین کبھی نہیں دیکھی تھی، اس کو دیکھنے اور نقل کرنے کے لیے آتے۔ یہ 1820 کے مارچ کی 27 تاریخ تھی جب "یہ انجن چلنے لگا"۔ اس وقت سے 1865 تک سیرام پور ولایتی و ہاتھ کے بنے ہوئے دیسی کاغذ کی رسد کا ایک اہم مرکز بنا رہا۔ 1857۔

میں بدنام ہونے والے کارتوس کبھی اس کارخانہ میں بنے ، حالانکہ اس وقت اس کا تبلیغی مرکز سے تعلق کافی عرصہ پہلے ختم ہوچکا تھا۔ اس میں کام صرف اسی وقت بند ہوا جبکہ سکریٹری آف اسٹیٹ نے ایک قلیل مدت کے لیے یہ حکم دیا کہ تمام سرکاری سامان تحریر [اسٹیشنری] کا مطالبہ لندن سے کیا جائے۔ یہ ایک نامناسب حکمتِ عملی تھی جس کی مذمت کی گئی کیونکہ یہ مقامی صنعت وحرفت و محصول دہندگان سے ناروا سلوک تھا، اس لیے بعد کو ترک کردی گئی۔" (29)

حالانکہ مذکورہ بالا جائزے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ چھپائی کا کام ہندوستان میں پہلے گوا اور ٹرانکوبار میں شروع ہوا لیکن جب ہم سیرام پور تبلیغ کی اس مدمیں کارکردگی کی وسعت وتنوع پر نظر کرتے ہیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ طباعت کا آغاز سیرام پور میں ہوا۔

---

(29) جامع التہذیب الہند صفحات 244 تا 245

باب پانچ

بمبئی میں چھاپہ خانہ : 1780

رستم کارےساجی

بمبئی میں سب سے پہلی کتاب جس کے متعلق قابلِ اعتماد اطلاع دستیاب ہے وہ "کلنڈر برائے سالِ خداوند (عیسیٰ مسیح) 1780 بازار سے مطبوعہ رستم کارے ساجی ہے۔ مسٹر جارج بسنت مدیر بمبئی ٹائمز نے اس بابت یہ لکھا ہے :

"ایک دیسی دوست نے ہم کو کچھ اخبارات کے اصل نسخے بھیجے ہیں جو بمبئی کی ابتدائی تاریخ کی عکاسی کرتے ہیں، حالانکہ یہ زیادہ اہم تو نہیں لیکن اس قابل ضرور معلوم ہوتے ہیں کہ ان کو محفوظ رکھا جائے۔ ان میں پہلا "کلنڈر برائے سالِ خداوند (عیسیٰ مسیح) 1780 مطبوعہ بازار رستم کارے ساجی" قیمت دو روپیہ ہے۔ یہ چونتیس صفحات پر پھیلی پھیلی چھپائی پر مشتمل ہے۔۔۔ یہ مضبوط سرکاری وزیری (فل اسکیپ) کاغذ پر چھپا ہے جو اپنے واٹر مارک اور انہیں تاریخوں کے منسلک سرکاری خطوط سے پہچانا جاتا ہے۔ یہ امر قابلِ غور ہے کہ اس وقت صرف حکومت ہی ایسی جماعت تھی جو انگریزی کاغذ کا استعمال کرتی تھی، اور وہ بھی صرف کھاتہ جات کے لیے، دفتر کے معمولی کام کا زیادہ حصہ اور چھپائی کے تقریباً سب کاموں میں ان تیس سال کے عرصہ میں چینی کاغذ استعمال ہوتا تھا۔ ہم کو ایسی کوئی اطلاع نہیں ملی جس سے سب سے پہلے بمبئی میں ایک مطبع کے قیام کا پتہ چلے تاہم جو کچھ ہمارے سامنے موجود ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہم نے اس بارے میں کلکتہ پر سبقت کی۔ جہاں کہا جاتا ہے کہ

چھاپہ خانہ 1780 میں قائم ہوا۔ یقیناً کلنڈر کو 1779 میں مرتب کیا گیا ہوگا، اور ایسا قیاس کرنا بھی قرین عقل ہے کہ کسی مہم جو پارسی نے 1778 کے اختتام سے پہلے ہی اپنا کارخانہ قایم کیا ہو۔ جیسا کہ فہرست باشندگان سے معلوم ہوتا ہے اس وقت بیسیوں انگریز بمبئی میں "آزاد ملاح" کے لقب کے تحت، بنا کمپنی کے ملازم ہوئے اجازت لے کر رہ رہے تھے۔ اِن حالات میں خاص طور پر قابلِ تعریف ہے کہ پارسی جو کہ دیسی باشندوں میں ہمیشہ اپنی مہم جو (فطرت) کے لیے مشہور رہے ہیں، ان میں سے ایک شخص نے ہندوستان میں پہلا مطبع قائم کیا ہو۔" (1)

جیسا کہ ہم ابھی دیکھ چکے مسٹر ٹیسٹ کا یہ دعویٰ کہ کارے ساجی کا مطبع ہندوستان کا سب سے پہلا مطبع تھا، صحیح نہیں ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی افسوسناک ہے کہ انہوں نے اس کتاب کو محفوظ کرنے کا کوئی مناسب انتظام نہیں کیا جس کو وہ "محفوظ کرنے کے قابل" سمجھتے تھے۔

شہر بمبئی کے گزیٹیر کے مطابق بمبئی کا سب سے پہلا شائع شدہ اخبار بمبئی ہیرالڈ تھا جو 1789 میں جاری ہوا۔(2) بدقسمتی سے مصنف ہٰذا کو اس اخبار کا کوئی شمارہ بھی کسی جگہ دستیاب نہ ہوا، اور نہ کوئی قابلِ اعتماد اطلاع اس کے وجود کی مل سکی۔ دوسرا رسالہ جو اس شہر سے نکلا وہ بمبئی گزٹ اور بمبئی کوریر تھا جو گزیٹیر کے مطابق علی الترتیب 1791 و 1790 میں جاری ہوتے۔(3)

ان رسالوں کے پہلے سال کا کوئی بھی شمارہ آج دستیاب نہیں ہے لیکن بعد کے سالوں کے شمارے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بمبئی گزٹ واقعی 1790 میں اور بمبئی کوریر 1791 میں جاری ہوا ہوگا۔(4)

سب سے پہلی کتاب جو بمبئی سے طبع ہوئی اور آج کل دستیاب ہے وہ 1793 میں

---

(1) دی بمبئی ٹائمز اینڈ جرنل آف کامرس۔ جلد VI نمبر 1171 (منگل 4 دسمبر 1855ء)

(2) دی بمبئی سٹی گزیٹیر جلد III، بمبئی 1910 صفحہ 140۔

(3) ایضاً

(4) اے۔ کے۔ پرولکر، آر۔ بی۔ دادوبا پاندورانگا (خود نوشت سوانح وسوانح) بمبئی 1947ء صفحہ 459۔

مندرجہ ذیل عنوان کے تحت چھپی۔

"ریمارکس اینڈ اکر رینس آف مسٹر ہنری بیکر ڈیورنگ ہز امپریزنمنٹ آف ٹواپرس اینڈ اے ہاف ان دی ڈومینینس آف ٹیپو سلطان فرام دہیر ہی میڈ ہز ایسکیپ" (بیان واقعات مسٹر ہنری بیکر جو ان کو ٹیپو سلطان کی حکومت میں ڈھائی سال کی قید اور وہاں سے فرار کے دوران پیش آئے) (5) اس کتاب پر مطبع کا نام چھپا ہے لیکن کتاب کے مقدمہ میں یہ صاف طور سے بیان کیا گیا کہ "یہ بمبئی سے چھپنے والی سب سے پہلی کتاب ہے۔"

مذکورۂ بالا بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ چھپائی کا فن بمبئی میں اٹھارویں صدی کی آخری دھائی میں بہت مستحکم طور پر قائم ہو چکا تھا۔ انگریزی ٹائپ جو اس وقت استعمال ہوتے تھے وہ یورپ سے منگائے جاتے۔ بمبئی میں اس زمانہ میں کوریر پریس بہت مشہور تھا۔ کئی سالوں تک سرکاری چھپائی و اشتہارات پر اس کا اجارہ رہا۔ جلد ہی مراٹھی اور گجراتی حروف کے ٹائپ کی ضرورت محسوس ہوئی۔ گجراتی حروف میں پہلا اشتہار بمبئی کوریر مورخہ 29 جنوری 1797 میں چھپا۔ اس اشتہار کے لیے جو ٹائپ استعمال ہوئے وہ کوریر پریس کے کسی ملازم نے ڈھالے۔

فردونجی مرزبان نے گجراتی کا پہلا مطبع بمبئی میں 1812 میں قائم کیا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ اس مہم میں اسے کوریر پریس کے طابع مسمی جی جی بھائی چھاپ گر سے تحریک ملی۔ مرزبان کا سوانح نگار لکھتا ہے:

"اس وقت کوریر پریس ہی بمبئی میں انگریزی کا اکیلا مطبع تھا۔ فردونجی اکثر اس مطبع میں مسمی مسٹر جی جی بھائی چھاپ گر سے ملنے کے لیے جاتا جو اس کا قریبی دوست تھا۔ زیرک فردونجی کے وہاں بکثرت جانے نے اس کی آنکھیں کھول دیں اور اس نے ایک ہندوستانی چھاپہ خانہ قائم کرنے کا ارادہ کیا۔"(6)

"پارسی پرکاش" میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اسی جی جی بھائی نے گجراتی حروف کے ٹائپ کوریر پریس کے لیے ڈھالے۔ (7)

جی جی بھائی نے ملیالم حروف کے ٹائپ بھی ڈھالے۔ ڈاکٹر رابرٹ ڈرمنڈ اپنی کتاب

---

(5) اس کتاب کا ایک نسخہ ہیراس انسٹی ٹیوٹ آف انڈین ہسٹری اینڈ کلچر بمبئی میں دستیاب ہے۔

(6) کے۔ بی۔ مرزبان، فردونجی مرزبانجی، بمبئی 1898 صفحہ 47۔

(7) ب۔ بی۔ پٹیل، پارسی پرکاش، ج 1 بمبئی 1888 صفحہ 97۔

"گرامر آف دی ملابار لینگویج" (ملابار زبان کی قواعد، (بمبئی' 1799) کے مقدمہ میں جی جی بھائی کے کارناموں کی سراہنا کی ہے۔

> "خرابی صحت کی وجہ سے اپنے پیشہ وارانہ فرائض منصبی کو چھوڑنے پر مجبور ہوکر میں نے مندرجہ ذیل اوراق کو انگلستان کے مطبع میں چھپوانے کا ارادہ کیا۔ لیکن بمبئی پہنچنے پر مجھے ملاباری حروف کا ہم شکل خاندان پاکر اطمینان ہوا' جس کو ایک مقامی باشندے بہرام جی' جی جی بھائی نے غیر معمولی انداز کا بنایا ہے' اور جو ایک اختراع پسند فن کار ہے' وہ کئی سال قبل بغیر کسی مددیا علم کے صرف چمبر میں ڈکشنری آف آرٹس اینڈ سائنس (چمبر کی لغت برائے فنون و علوم طبیعہ) کی خوشہ چینی کرکے گجراتی ٹائپ کا ہم شکل خاندان تیار کرنے میں کامیاب ہوا۔ اور اس موقع پر بھی ان نے اپنی اختراعی قابلیت کا مظاہرہ ایک انوکھے انداز میں کیا' جو بالعموم معاشرہ کے لیے اور بالخصوص حکومت کے لیے مفید ہے' اس کا وافر ثبوت اس کے آئندہ کام نے پہنچایا۔"(8)

طباعت کے لیے رسم الخط کے انتخاب کا مسئلہ

اس وقت یہ یاد رکھنا بہت ضروری ہے کہ گجراتی اور مراٹھی زبانیں دو مختلف رسوم الخط میں لکھی جاتی تھیں۔ دونوں زبانوں میں کلاسیکی منظوم تصانیف کے لیے دیوناگری رسم الخط مستعمل تھا۔ اس کو مراٹھی میں بالبودھ اور گجراتی میں شاشتری رسم الخط کہتے تھے۔ اس کے برخلاف روزمرہ کی خط و کتابت اور تجارت کے لیے مختلف رسوم الخط جو تیز لکھے جاسکتے' استعمال کیے جاتے۔ مراٹھی کے لیے مستعمل رسم الخط کو مودی اور گجراتی کے لیے استعمال ہونے والے رسم الخط کو مہاجن کہتے۔ البتہ ہم کو پرانے گجراتی منظوم کلاسیک کبھی کبھی مہاجن رسم الخط میں بھی ملے۔ حال ہی میں مصنف ہذا کو مراٹھی کلاسیک کے پرانے مخطوطات مودی رسم الخط میں مدراس' کمبا کونم اور تنجور میں ملے۔

اٹھارویں صدی کے اختتام اور انیسویں صدی کے اوائل میں بمبئی میں گجراتی بولنے والے زیادہ تر پارسی و گجراتی ہندو تجار تھے۔ ان کی روزمرہ کی ضروریات کافی حد تک مہاجن رسم الخط سے

---

(8) ہامیلٹ ڈرمنڈ' گرامر آف دی ملابار لینگویج' بمبئی' 1799 (پیش لفظ)

پوری ہوجاتیں، اور غالبًا وہ کسی دوسرے رسم الخط سے واقف بھی نہ تھے۔ کوریر کا پہلا گجراتی اشتہار جس کا تذکرہ ابھی قبل ہی ہوا، اسی لیے مہاجن رسم الخط میں چھپا۔ اس رسم الخط میں ایک مسلسل سطر ہوتی جو متعدد حروف کو ان کی پیشانی پر ملاتی۔ یہ آج بھی مودی رسم الخط میں مستعمل ہے۔ اس سطر کو چھاپنے کے لیے ایک خاص مسطر استعمال ہوتا۔ ایسا لگتا ہے کہ بعد میں یہ دستور تکلیف دہ اور غیر ضروری پایا گیا، اور پیشانی والی سطر چھپائی میں ختم کر دی گئی۔ یہ جدت پہلی مرتبہ گجراتی اشتہار میں دیکھنے میں آتی ہے جو کوریر کے شمارہ مورخہ 22 جولائی 1797 میں شائع ہوا۔ البتہ پیشانی کو ملانے والی سطر کے استعمال کا طریقہ سنگی طباعت کی تصانیف میں تھوڑے عرصہ قبل تک رائج رہا۔ لیکن تبدریج اس سطر کا استعمال کم ہوگیا، یہاں تک کہ آج ہاتھ کی لکھائی میں جاتا رہا۔

مراٹھی کا پہلا اشتہار بمبئی کوریر کے شمارہ مورخہ 17 جولائی 1802 (جلد X نمبر 512) میں نکلا۔ یہ امر باعث دلچسپی ہے کہ یہ مودی رسم الخط میں تھا۔ اسی قسم کے مودی حروف ڈاکٹر ڈرمنڈ کی مصنفہ "السٹریشن آف دی گرامیٹکل پارٹس آف دی گجراتی، مراٹھا اینڈ انگلش لینگویجز" (گجراتی۔ مراٹھا و انگریزی زبان کی قواعد کی مثالیں" مطبوعہ کوریر پریس 1808) میں استعمال ہوئے۔ اس کتاب کے مقدمہ میں ڈاکٹر ڈرمنڈ اس رسم الخط کے استعمال کرنے کی وجوہ یوں بیان کرتے ہیں۔

معزز ڈاکٹر کیری کی قواعد بہت کم اشخاص کے پاس ہے۔ اور درحقیقت اس قوم کے چند ہی افراد بالبودھ یا ناگری حروف پڑھ سکتے ہیں۔ اسی رسم الخط میں اس کتاب کی مثالیں دی گئیں ہیں (9)

ڈاکٹر کیری نے خود اپنی قواعد کے پہلے ایڈیشن (1805) میں بیان کیا کہ اگرچہ مودی رسم الخط عام طور سے رائج ہے" تاہم ان کو دیو ناگری سے کام لینا پڑا، کیونکہ مودی رسم الخط کے ٹائپ اسوقت موجود نہیں تھے۔ انھوں نے اس سلسلہ میں لکھا۔

"مراٹھی زبان میں کتابیں عام طور سے دیوناگری میں لکھی جاتی ہیں، لیکن وہ رسم الخط جو عام طور سے تجارت میں مستعمل ہے وہ موڑ (مودی) ہے۔ اس زبان و دیوناگری کے حروف تہجی ایک ہی ہیں۔ موڑ حروف کے ٹائپ چونکہ ابھی تک بنگال میں نہیں ڈھلے ہیں، لہٰذا دیوناگری ہی کا استعمال اس کتاب میں کیا جائے گا۔ (10)

---

(9) رابرٹ ڈرمنڈ، السٹریشن آف دی گرامیٹیکل پارٹس آف دی گجراتی، مراٹھا، اینڈ انگلش لینگویجز، بمبئی 1808 (پیش لفظ)

(10) ڈبلو۔ کیری، اے گرامر آف دی مراٹھا لینگویج، سیرامپور 1805 صفحہ 1۔

کیری کی قواعد کے بعد کے دو ایڈیشن جو 1807 اور 1825 میں شائع ہوئے وہ مودی رسم الخط میں چھپے، اور اسی طرح ان کی انجیل کا مراٹھی ترجمہ (1807) اور دوسری تصانیف چھپیں۔

یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ اس وقت ہندوستانی زبانوں میں طباعت زیادہ تر یا تو کاروبار و تجارت کے لیے یا عوام میں مذہبی نشر و اشاعت کے لیے استعمال ہوتی تھی۔ اس لیے یہ امر فطری تھا کہ وہ رسم الخط جو مقبول عوام تھا اسی کا انتخاب ذریعہ طباعت بنایا جائے۔

1822 میں "بمبئی نیٹو اسکول بک اینڈ اسکول سوسائٹی" (بمبئی کے دیسی اسکولی کتب و اسکول سوسائٹی) قائم ہوئی۔ (11) اس کا مقصد ہندوستانی زبانوں میں ایک موثر طریقہ تعلیم کا نشو و نما، اسکولوں کا قیام اور اسی مقصد کے لیے درسی کتب کی تیاری تھا۔ اس مسئلہ کے ادبی، تہذیبی، اور تعلیمی پہلوؤں کو خیال میں رکھتے ہوئے، سوسائٹی نے دیو ناگری رسم الخط کو اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ نہ صرف چھپائی کے لیے بلکہ روزمرہ کی نجی و کاروباری خط و کتابت کے لیے بھی۔ یہ بمبئی ایجوکیشن سوسائٹی کی تیسری سالانہ روئداد (بابت 1825-1826) کے مندرجہ ذیل اقتباس سے واضح ہوتا ہے، جہاں استادوں کی لیاقت کا حوالہ دیا گیا ہے۔

> "ان تمام استادوں کی لیاقت حسب ذیل ہے۔ اولاً اپنی مادری زبان کا پڑھنا، اور لکھنا، بالبودھی میں، جیسا کہ یہ ہندوستان کے اس علاقہ میں پکاری جاتی ہے، یا دیوناگری میں جس نام سے یہ شمالی ہندوستان میں منسوب کی جاتی ہے۔ اور جس رسم الخط کو کمیٹی نے اپنی تمام کتب کی چھپائی کے لیے اختیار کرنا طے کیا ہے۔" (12)

پتہ چلتا ہے ابتدا کے کچھ سالوں میں، سوسائٹی کی اس حکمت عملی کے تحت دیو ناگری رسم الخط کا استعمال گجراتی و مراٹھی کتب کی طباعت کے لیے ہوتا، جو حکومت کی سرپرستی میں شائع ہوتیں۔ لیکن گجراتی کتابوں کی چھپائی کے لیے دیو ناگری کا استعمال مقبول نہ ہوا۔ رفتہ رفتہ مہاجن یا موجودہ رسم الخط کا رواج اس مقصد کے لیے ہو گیا۔ اس کی وجوہات اس زمانہ کے حالات میں مل سکتی ہیں۔ بمبئی کی گجراتی بولنے والی آبادی کا غالب حصہ پارسی تھا اور اس کی زبان میں دلچسپی ادبی و ثقافتی کم، عملی و افادی زیادہ تھی۔ اس کے برخلاف گجراتی ہندو طبقہ علم کی تبلیغ میں نمایاں طور پر سرد مہری برتتا۔ یہ ایک حقیقت ہے جس کو

---

(11) اس کو بعد میں بمبئی نیٹو ایجوکیشن سوسائٹی کا نام دیا گیا۔ تیسری سالانہ روئداد۔ بمبئی نیٹو ایجوکیشن سوسائٹی بمبئی 1827 صفحہ 7۔

(12) ایضاً صفحہ 16۔

بمبئی ایجوکیشن کی مذکورہ روئداد نے صریحی طور پر یوں بیان کیا۔

،، سنٹرل گجراتی اسکول نے ستمبر 1825 سے کہ جب اس کے خلاف ناسازگار رپورٹ دی گئی، اس کے بعد معتد بہ ترقی کی ہے۔ ایک ہوشیار استاد مل گیا جو اس کو چلا رہا ہے، اور اس شہرت و افادیت کو بمبئی کے گجراتی بولنے والوں میں دن بدن مقبولیت حاصل ہو رہی ہے۔ ان لڑکوں کی تعداد جو شمار میں جو بہتر ہیں زیادہ تر پارسی ہیں یہ ایک ایسی صورت حال ہے جو علم کی تبلیغ میں اس علاقے کے گجراتی ہندوؤں کی سرد مہری کا پتہ دیتی ہے۔ اس پر جلسۂ عمومی میں اظہار افسوس کیا گیا اور اب بھی قابل افسوس ہے۔" (13)

ان حالات کا تفصیلی جائزہ مصنف ہٰذا نے اپنے ایک مقالہ معروف "گجراتی مدرا نا نو آدی پاروا" میں جو 1948 میں فوربس گجراتی سبھا میں پڑھا گیا۔ (14) حالیہ سالوں میں کچھ گجراتی مصنفین نے بظاہر اس حقیقت کو سمجھ لیا ہے کہ دراصل دیوناگری رسم الخط کا چھوڑ دینا ایک غلطی تھی، اور ان میں سے کچھ پھر اس رسم الخط کو اپنی کتابیں چھاپنے کے لیے اختیار کر رہے ہیں۔ مہاتما گاندھی نے اپنی سوانح عمری کا ایک خاص ایڈیشن دیوناگری رسم الخط میں نکالا، اور اپنی تمہید میں انھوں نے اس خاص ایڈیشن کا مقصد ان الفاظ میں بیان کیا۔

" اس ایڈیشن کو دیوناگری حروف میں چھپوانے کا دوہرا مقصد ہے۔ پہلا اور اولین مقصد یہ معلوم کرنا ہے کہ ایک گجراتی قاری کس حد تک دیوناگری رسم الخط کو سمجھ سکتا ہے۔ میرا شمالی افریقہ کی سکونت سے ہمیشہ یہ خیال رہا ہے کہ وہ تمام زبانیں جو سنسکرت سے پیدا ہوئیں ان سب کی ایک مشترک حروف تہجی ہونی چاہیے اور وہ "دیوناگری" ہے۔ لیکن یہ آج تک محض ایک تصور ہی رہا، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مشترک حروف تہجی کے لیے ایک معقول تحریک چل رہی ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ 'بلی کے گلے میں گھنٹی کون باندھے؟' یا دوسرے الفاظ میں پہل کون کرے؟ گجراتیوں کا کہنا ہے کہ "ہمارے گجراتی حروف خوب صورت ہیں،

---

(13) ایضاً، صفحہ 25۔

(14) اے۔ کے۔ پردل کر، "گجراتی مدرا نا نو آدی پاروا" شری فوربس گجراتی سبھا تریماسیکا، جلد 14 نمبر 2-1 اپریل ستمبر 1949، صفحات 31 تا 80۔

> مزید برآں سادہ میں، ہم ان کو کیسے تج دیں؟ حال ہی میں یہ خیال پیدا ہوا جو میرا بھی
> خیال ہے۔ کہ دیوناگری خود ناقص اور تکلیف دہ ہے، اور اسی لیے پہلے اسی کی
> اصلاح ہونی چاہیئے تاکہ یہ کامل ہو سکے۔ البتہ ہم اس وقت تک منتظر رہیں جب
> تک یہ کامل ہو۔ تب ہم کو ابدیت تک انتظار کرنا ہوگا۔ ہم ایسا نہیں کر سکتے۔
> اسی لیے ہم نے بطور تجربہ یہ خاص ایڈیشن دیوناگری میں شائع کیا۔ اگر عوام نے
> اس کا خیر مقدم کیا تو ہم 'نوجیون پرکاشن مندر' کی دوسری کتب بھی دیوناگری
> میں شائع کریں گے۔"

اس تجربہ کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ ہندی بولنے والی آبادی کو گجراتی کتاب دیوناگری رسم الخط میں مل جائے۔ میرا عقیدہ
یہ ہے کہ اگر گجراتی اور دوسری زبانوں کی کتابیں دیوناگری میں چھاپی جائیں تو ان زبانوں کو سیکھنے کی دشواری کافی حد تک دور ہو جائے گی۔ (15)

بمبئی میں دیسی زبان کا پہلا چھاپہ خانہ

بمبئی میں دیسی زبان کا سب سے پہلا چھاپہ خانہ قائم کرنے کا سہرا فردونجی مرزبان کے سر ہے۔
وہ سورت میں 1887 میں پیدا ہوا۔ وہ بچپن ہی سے علم کا دلدادہ تھا، اور اٹھارہ سال کی عمر میں عربی و فارسی
کی تحصیل کے لیے ملا فیروز کے پاس بمبئی گیا۔ اس نے 1808 میں جلد سازی کی دوکان کھولی اور بعد میں
ڈاک کے ٹکٹ فروخت کرنے لگا۔ وہ جب اس کام میں مشغول تھا تب ہی جیسا کہ ابھی قبل ذکر ہوا جیجی
بھائی چھاپ گر کے ساتھ رسم و راہ رکھنے کی وجہ سے گجراتی چھاپہ خانہ قائم کرنے کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ ایک
چھوٹا چھاپہ خانہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔ لیکن گجراتی ٹائپ حاصل کرنا بہت مشکل تھا۔ اس نے بہت
محنت سے یہ ٹائپ خود تیار کیے، اور ان ٹائپوں کو اس نے اپنے خاندان کی عورتوں کی مدد سے جلادی۔
حالانکہ وہ ٹائپ آج کل کے مستعمل نفیس ٹائپوں کی بہ نسبت بھدّے تھے، لیکن ہم کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ مرزبان
کی کوشش اس میدان میں پیشروانہ تھی۔ مرزبان 1812 میں اپنا گجراتی چھاپہ خانہ قائم کرنے میں کامیاب
ہوا۔ اور وہاں سے پہلی کتاب 1814 میں طبع ہوئی۔ یہ ہندو سمبت سال 1871 کی تقویم تھی، جس کا کوئی
نسخہ آج دستیاب نہیں ہے۔ فارسی کتاب دبستاں کا گجراتی ترجمہ جو خود مرزبان نے کیا اس مطبع سے 1815ء

---

(15) ایم۔ کے۔ گاندھی، ستیانا پرایوگو اتھوا آتم کتھا۔ احمد آباد، 1940 (میں گجراتی سے اس ترجمہ کے لیے۔ جے۔
ایس زادی والا کا ممنون ہوں)

میں چھپا۔ اس کی قیمت پندرہ روپیہ فی نسخہ تھی۔ خورد اوستا کا گجراتی ترجمہ بھی 1817 میں شائع ہوا۔ اس طرح مرزبان نے متعدد گجراتی کتابیں شائع کیں۔ اس نے اپنے عمل کا دائرہ 'بمبئی سماچار نامی رسالہ یکم جولائی 1822 کو نکال کر' وسیع کر دیا۔ یہ ابتدا میں ایک ہفتہ وار رسالہ تھا جو بعد میں 1823 میں روزانہ اخبار میں تبدیل ہو گیا یہ آج تک شائع ہوتا ہے۔ حالانکہ مرزبان طبیعتاً بے حد مذہبی تھا لیکن وہ اپنے سماجی نظریہ میں ترقی پسند تھا۔ اس نے ساٹھ سال کی عمر میں 23 مارچ 1847 کو بمقام دمن انتقال کیا۔(16)

یہ کہا جا سکتا ہے کہ کلکتہ کی طرح بمبئی میں بھی ابتدائی طباعت کی سرگرمی کا مقصد سیاسی و انتظامی تھا۔ ڈاکٹر ڈرمنڈ نے ان مقاصد کو مندرجہ ذیل عبارت میں واضح کیا ہے۔

> "۔۔۔ ذیل کے صفحات خاص طور پر اپنے ان نوجوان ہم وطنوں کے لیے ہیں جن کو یہاں آکر رہنا پڑے گا اور جن کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ معاشرے تمام طبقوں کے لیے وہ ایک پاک و صاف انتظامیہ کی نعمت مہیا کریں، اور ان روشن فکر دیسی باشندوں کی ہمت افزائی کریں جو ہمارے قوانین کو اچھی نظر سے دیکھتے ہیں اور ہماری سیکھنے کے خواہش مند ہیں۔" (17)

البتہ 1813 میں امریکن کرسچین مشنریز (امریکی عیسائی مبلغین) بھی اس موقع پر آوارد ہوئے اور انھوں نے فن طباعت کو اپنے مذہبی مقاصد کے لیے استعمال کیا۔ اپنی سرگرمیوں کے دوران انھوں نے اس فن کی بڑی حد تک ترقی۔

امریکی مبلغین کا کام

فروری 1812 میں امریکن بورڈ کے پانچ مبلغین کلکتہ آئے۔ لیکن وہاں ان کا داخلہ ممنوع قرار دیا گیا۔ کیونکہ یہ اندیشہ تھا کہ وہ اپنے مذہبی جوش میں عوام میں ناراضگی اور بے چینی نہ پھیلا دیں۔ اور برطانوی راج کے استحکام کو خطرہ میں ڈالیں۔ نتیجۃً ان میں ایک تو جزیرہ فرانس اور دو برما چلے گئے۔ بقیہ دو بھی جزیرہ فرانس کی طرف روانہ ہوئے، لیکن راستہ ہی میں انھوں نے بمبئی کا ارادہ کیا، اس امید پر کہ شاید وہاں داخلہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ البتہ بمبئی کی حکومت کو سخت احکام ملے تھے کہ ان کا داخلہ

---

(16) تفصیل کے لیے مرزبان دیکھئے۔

(17) ڈرمنڈ' السٹریشن اف دی گرمیٹیکل پارٹس (انتساب) ...

روک دیا جائے۔ مزید براں اس وقت انگلستان اور امریکہ میں جنگ جاری تھی اس لیے امریکی شہری کو بمبئی میں سکونت اختیار کرنے کو اجازت دینے میں خطرہ تھا۔ لیکن اس وقت سرایوان نیپئیر بمبئی کے گورنر تھے انھوں نے ان کی استدعا ہمدردی کے ساتھ سنی اور ان کو اس وقت تک بمبئی میں قیام کی اجازت دیدی جب تک کورٹ آف ڈائرکٹرس سے آخری فیصلہ آجائے۔ کافی بحث و مباحثہ کے بعد کورٹ آف ڈائرکٹرس نے یہ فیصلہ بمبئی کی حکومت کے اختیار تمیزی پر چھوڑ دیا اور موخر الذکر کی منظوری پر امریکی تبلیغ نے بمبئی میں 1813 میں اپنا کام شروع کیا۔ (18)

اس وقت بھی کہ جب امریکی مبلغین مذبذب تھے کہ آیا ان کو بمبئی میں قیام کی اجازت ملے گی بھی یا نہیں! انھوں نے مراٹھی کا مطالعہ شروع کر دیا تھا۔ 1814 میں انھوں نے عوام کے لیے ایک مراٹھی اسکول کھولا۔ 1815 تک انھوں نے مراٹھی میں اتنی استعداد حاصل کر لی کہ اس زبان میں تبلیغ کر سکیں۔ 1816 میں انھوں نے عہد نامہ جدید کے ایک حصہ کا مراٹھی میں ترجمہ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ 1817 میں انھوں نے بشارت متی کا ترجمہ چھاپا۔ (19) جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس تاریخ سے پہلے انھوں نے بمبئی میں ایک چھاپہ خانہ قائم کر لیا تھا۔ مگر مطبع کے قیام کی صحیح تاریخ کے بارے میں محققین میں اختلاف رائے ہے۔

گوند ترائن مدگاؤنکر اپنی کتاب ممباساورننا (بمبئی کا بیان) میں لکھتا ہے کہ امریکی مبلغین نے 1813 میں ایک چھاپہ خانہ قائم کیا اور سنگی طباعت سے مراٹھی میں عیسائی مذہب کا ادب چھاپنا شروع کیا۔ (20) اس کے برخلاف 'دیانودایا' کے مطابق جو امریکی مبلغین شائع کرتے تھے، یہ پتہ چلتا ہے کہ دسمبر 1817 میں امریکی مبلغین نے عیسائی مذہب سے متعلق ادب شائع کرنے کے لیے ایک چھاپہ خانہ قائم کیا۔ (21) جیسا کہ ہم اوپر دیکھ چکے ہیں۔ امریکی مبلغین 1813 میں اپنے پیر بمبئی میں جمانے میں کامیاب نہ ہو سکے تھے۔ آئندہ ہم یہ بھی دیکھیں گے کہ سنگی طباعت ہندوستان میں کافی بعد تک رائج تھی۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دیانودایا کی بیان کردہ تاریخ صحیح ہے اور بالخصوص اس وجہ سے کہ اس میں سال و ماہ دونوں درج ہیں۔

---

(18) جے۔ مرے مچل 'ان دی ویسٹرن انڈیا' ایڈنبرگ، 1899 صفحات 42 تا 43

(19) میموریل پیپر آف دی امریکن مراٹھی مشن 1813 تا 1881 بمبئی 1882 صفحہ 77

(20) گوند ترائن 'ممباساورننا' (بمبئی کا بیان)، بمبئی 1863 صفحہ 246

(21) دیانودایا' جلد XII نمبر 12 (16 جون 1853) بمبئی صفحہ 188

امریکی مطبع سے پہلی مراٹھی کتاب 1817 میں شائع ہوئی۔ مصنف ہٰذا کو اس کتاب کا کوئی نسخہ دیکھنے کو نہ ملا۔ اس کے بارے میں مندرجہ ذیل بیان ملتا ہے۔

" 1817 ۔ ایک دینی رسالہ، غالباً مصنفہ گورڈن ہال، شائع شدہ 10 مارچ 1817، 1500 نسخہ۔ مراٹھی زبان میں عیسائی ادب کی پہلی کتاب قطع وزیری صفحات 8۔" (22)

مصنف ہٰذا کے ذخیرہ میں ایک کتاب اسی چھاپہ خانہ کی 1818 کی طبع شدہ موجود ہے اس کا مراٹھی اور انگریزی سرورق اس کتاب کے چوتھے حصہ میں نقل ہے۔ 1881 میں احمد نگر تبلیغ کی پچاس سالہ برسی منائی گئی۔ اس موقع پر شائع شدہ کتاب بعنوان "میموریل پیپرس آف دی امریکن مراٹھی مشن 1813 تا 1881" (وقائع امریکی مراٹھی تبلیغ) میں سے ایک اقتباس ذیل میں دیا جاتا ہے جو اس تبلیغ کی فن طباعت میں سرگرمی کی ایک مستند روئداد ہے۔

امریکی تبلیغ کا چھاپہ خانہ۔

1۔ چھاپہ خانہ کا قیام۔ تبلیغ کا چھاپہ خانہ 1816 کے اختتام پر قائم ہوا۔ مبلغین کے لیے اس کا قیام ضروری تھا تاکہ وہ اپنے کام کو بخوبی چلا سکیں۔ اس وقت عیسائی صحیفوں، یا اسکولی کتابوں یا رسالوں کی مراٹھی زبان میں چھپائی کا بمبئی میں یا ہندوستان کے اس علاقے میں کوئی انتظام نہ تھا۔ مبلغین کا شروع میں صرف اپنے استعمال کی چیزیں چھاپنے کا ارادہ تھا۔ ان کا کام صرف ایک چوبی چھاپہ خانہ سے شروع ہوا۔ مزید ان کے پاس صرف ایک مراٹھی ٹائپ ہم شکل خاندان تھا جو انھوں نے کلکتہ سے حاصل کیا۔ اپنے دفتر میں شعبہ انگریزی کے قیام کا شروع میں ان کا ارادہ نہ تھا، لیکن بعد میں اندازہ ہوا کہ خود تبلیغ کے لیے اکثر انگریزی میں کام کرنا ہوگا نیز یہ کہ دوسری تبلیغی جماعتیں بھی انگریزی میں کام کروانا چاہیں گی۔ مزید برآں یہ بھی معلوم ہوا کہ دیسی زبانوں میں کام کے لیے نگرانی کا جو نظام قائم تھا وہی انگریزی کام کی بھی دیکھ بھال کر سکتا تھا، پس طے کیا گیا کہ دفتر میں انگریزی شعبہ کا بھی اضافہ کر دیا جائے۔ بڑھتی ہوئی ضروریات کے مطابق اس شعبہ میں توسیع ہوتی رہی۔

2۔ منتظمین مطبع۔ جو چھاپہ خانہ 1816 میں حاصل کیا گیا تھا معزز ہوریشیو ساکن بارڈول کی

---

(22) میموریل پیپرس وغیرہ صفحہ 112

آمد پر اس سال پہلی نومبر کو تبلیغ کے حوالہ کر دیا گیا۔ انھوں نے فن طباعت سیکھا تھا اور اسی وجہ سے ان کو لنکا کی بجائے جہاں ان کو پیشتر متعین کیا گیا تھا، بمبئی بھیجا گیا۔ جوں ہی انھوں نے مراٹھی زبان وادب میں معتد بہ استعداد حاصل کر لی۔ ویسے ہی چوبی چھاپہ خانہ شروع کر دیا گیا اور ۱۵ مارچ 1817 کو آٹھ صفحات پر مشتمل صحیفہ کا کتابچہ چھاپا گیا۔ یہ مراٹھی زبان میں پہلا عیسائی کتابچہ خیال کیا جاتا ہے۔ اسی سال بشارت متی اور ایک مطابقۂ بشارت بھی طبع ہوئیں۔ مسٹر ہارودل 1821 کے اوائل تک چھاپہ خانے کے نگران رہے، جب خرابی صحت کی وجہ سے وہ امریکہ لوٹنے پر مجبور ہوتے۔ وقتی طور پر چند ماہ کے لیے مسٹر نیول نے چھاپہ خانہ کا انتظام سنبھالا تا وقتیکہ ور مئی 1821 کو ایک پیشہ ور طابع مسٹر گیرٹ وہاں پہنچیں مندرجہ ذیل فہرست میں 1817 میں اس مطبع کے قیام سے لے کر 1865 میں اس کے بند ہونے تک کے تمام منتظمین کے نام درج ہیں۔

نام	از	تا
معزز مورشیو بار دول	1817	1820
معزز سیمول نیول	1821	مئی 1821
مسٹر جیمس گیرٹ	مئی 1821	1831
معزز سائرس اسٹون	1831	1833
مسٹر ولیم سی سیپسن	جنوری 1834	اکتوبر 1835
مسٹر عالی جاہ اے ویبسٹر	اکتوبر 1835	1842
معزز ڈی او ایس ڈی ڈی	1842	1850
معزز ایس. بی فیربینک	1850	1855
معزز اے ہیزن	1855	1856

3۔ ادارے کی توسیع۔ چھوٹا چوبی چھاپہ خانہ اور مراٹھی ٹائپ کا ایک اکیلا ہم شکل خاندان ضروریات پوری کرنے کے لیے ناکافی تھا۔ لہٰذا یہ ضروری ہوا کہ چھاپے خانے اور ٹائپوں کا نہ صرف مراٹھی بلکہ انگریزی، گجراتی اور ہندوستانی زبانوں میں اضافہ کیا جائے۔ یہ حسب ضرورت وقت بوقت اضافہ ہوتا رہا یہاں تک کہ 1844 میں یہ اطلاع دی گئی کہ ادارے کے پاس "انگریزی، سنسکرت، مراٹھی، گجراتی، ہندوستانی، فارسی، عربی زند اور پہلوی میں چھاپنے کے لیے سامان مہیا ہے" اس کے علاوہ دوسری قسم کے متعدد ٹائپ کے ہم شکل خاندان بھی جو اقتباسات، مقولہ جات، تنقید وغیرہ چھاپنے میں استعمال ہوتے۔ ایک سنگی چھاپہ خانہ حاصل کیا گیا، ایک کارخانہ جلد سازی کا اضافہ ہوا۔ جو اس دفتر کے تمام

مطبوعات کی جلد سازی کے لیے کافی تھا۔ ٹائپ کے ایک ڈھالے خانے کا قیام بھی ہوا جس میں اس دفتر میں مستعمل تمام ٹائپ تیار ہوتے تھے جب یہ ادارہ پوری طرح کام کرتا تب تقریباً اس میں 125 آدمی اور لڑکے کام کرتے ہوتے۔ یہ کاریگر عام طور سے مراٹھی میں مراسم سبت ادا کرتے اور روزانہ مطبع کے کھلنے سے پیشتر اور حاضری کے فوراً بعد صحیفہ کی قرارت و عبادت ہوتی۔

اہم مالیات کی فہرست جو معزز ہیر بینک نے 1854 میں تیار کی مندرجہ ذیل تھی۔

"ادارے میں سات دستی چھاپے خانے، ایک سنگی چھاپہ خانہ، ایک کندہ کاری کا چھاپہ خانہ، دو مشین (طبع شدہ کاغذ کو ہموار کرنے کے لیے) دو کٹائی مشین (کتابوں کی چھٹائی کے لیے) سات بھٹیاں اور ڈھالے خانے کے دوسرے آلات۔ اس کے پاس انگریزی ٹائپ کے ہم شکل خاندان ڈھالنے کے لیے سانچے و کلو فظری تین سائز کے جن کو اسمال پائیکا، لانگ پرائمر اور بورژوا* کہا جاتا ہے: سات مراٹھی ہم شکل خاندانوں کے لیے قالب، ٹھپے اور کلو فظری، بالبودھ رسم الخط میں ایک مراٹھی ہم شکل خاندان مودی (منڈی) رسم الخط میں، ایک گجراتی ہم شکل خاندان اور ایک زند ہم شکل خاندان کے لیے۔ اس کے پاس ہندوستانی چھاپے کے لیے دو چھوٹے ہم شکل خاندان ہیں۔ مندرجہ بالا ہم شکل خاندانوں کے ذریعہ ہم سندھی، ہندی، سنسکرت، فارسی اور عربی میں چھپائی کر سکتے ہیں۔ ایک میوزک (موسیقی) ہم شکل خاندان بھی اس کے پاس ہے۔ ادارے میں مختلف قسم کے تزئینی دنساوہ انگریزی ٹائپ اتنی تعداد میں ہیں جو ایک پروف ریڈر کے پڑھنے بھر کا کام نکال سکتے ہیں۔"

ٹائپ ڈھالنے کی شروعات۔ چھاپہ خانہ کے قیام کے کئی سال تک ٹائپ ڈھالنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ 1825 میں مراٹھی ٹائپ کا ایک نیا ہم شکل خاندان کلکتہ سے حاصل کیا گیا، اور غالباً یہ وہی ہم شکل خاندان تھا جو 1830 میں عہدنامہ جدید کو چھاپنے میں استعمال ہوا۔ اصل ٹائپ ڈھلنے سے قبل کئی سال تک ان کو ڈھالنے کی کوشش ہوتی رہی۔ امشرقی ہندی لڑکا تھا سن گراہم نامی کچھ عرصہ سے مسٹر ہال کے ساتھ رہ رہا تھا اور روزانہ مراٹھی اسکول جاتا۔ وہ مسٹر ہال کے آخری دورہ یعنی ناسک

---

* یہ ٹائپ کے سائز کے نام ہیں۔ مترجم

کے مضافات میں ان کے ہمراہ تھا۔ جہاں ان کا انتقال ہوا۔ نوعمر گراہم بعد میں مسٹر گریوز کے ساتھ رہنے لگا اور چھاپہ خانہ میں ملازم ہو گیا۔ کچھ عرصہ تک وہ لوہار کے کارخانہ پر دھونکنی چلانے والے کی حیثیت سے کام کرتا رہا جہاں پر چھاپہ خانہ کے لیے ضروری مرمت کی جاتی، لیکن یہ سلسلہ زیادہ دن نہ چلا۔ وہ ایک تیز مشاہدہ والا لڑکا تھا، اور اس میں نقل و اختراع کرنے کی غیر معمولی صلاحیت تھی۔ اس کو مدنظر رکھتے ہوئے مسٹر گریوز نے اس کو مشورہ دیا کہ نئے مراٹھی ٹائپ کے ہم شکل خاندان کے لیے ٹھپّے کاٹنے کی کوشش کرے۔ مسٹر گریوز اس کو ٹھپّے تیار کرنے کے بارے میں کوئی ہدایت نہ دے سکے۔ وہ صرف اتنا جانتا تھا کہ حروف فولاد کے ٹکڑے پر کاٹے جاتے ہیں۔ لیکن گراہم نے اس بارے میں کوشش کرنے مصمم ارادہ کیا، اور نمونہ کے طور پر کچھ ٹائپ لے کر اس نے ان کو نقل کرنے کی کوشش کی۔ وہ کوشش میں جٹا رہا اور تہیہ کیا کہ جب تک کامیاب نہ ہوگا اس کوشش کو جاری رکھے گا۔ پہلا حروف تیار کرنے میں جو انگریزی کا سادہ حرف "ٹی" تھا اس کو پورا ایک ہفتہ لگا۔ لیکن اس ایک ہفتہ کے تجربہ نے اس کو یہ سکھا دیا کہ کام کس طرح کرنا ہے، اور مزید مشق نے اس کے ہنر کو جلا بخشی۔ جلد ہی اس نے کئی سو ٹھپّوں کا ایک ہم شکل خاندان بنایا۔ یہ مسٹر گریوز کے اکتوبر 1832 میں امریکہ جانے سے قبل ہی پورا ہو چکا تھا۔ مسٹر گریوز نے ٹھپّے اپنے ساتھ لے تا کہ ٹائپ ڈھالنے کے لیے کلو فلزی اور سانچے بنائے جا سکیں۔ لیکن ان کی 1833 میں مراجعت ہندوستان کے سفر کے دوران تمام ٹھپّوں کا ہم شکل خاندان زنگ سے تباہ ہو گیا۔ کچھ عرصہ تک اس سلسلہ میں کوئی کام نہ ہوا۔ لیکن جب مسٹر سیمپسن چھاپہ خانہ کے مہتمم ہوئے تو اس کی کافی توسیع کی گئی۔ اور مسٹر گراہم نے جانتے ہوئے کہ اپنے ٹائپ آپ بنانا کس قدر مفید ہوگا۔ مسٹر سیمپسن کو یہ مشورہ دیا کہ اس مقصد کے لیے وہ ضروری سانچے اور دوسرے اوزار منگائیں۔ وہ بذات خود ٹھپّے کاٹنے کی ذمہ داری لینے پر تیار تھا۔ اس مشورہ پر دل خواہ توجہ کی گئی۔ بنا بریں مسٹر سیمپسن نے اس سلسلہ میں امریکہ کو لکھا۔ کچھ دن بعد مسٹر ویبسٹر کو چھاپہ خانہ کا انتظام سنبھالنے کے لیے بھیجا گیا (وہ اکتوبر 1835 کو پہنچے) اور وہ اپنے ساتھ مجوزہ ٹائپ۔ ڈھلائی خانہ کی تمام مشینری و متعلقات لائے۔ مسٹر گراہم نے ٹھپّے کاٹے۔ اور مسٹر ویبسٹر نے کلو فلزی اور سانچے بنائے۔ پہلا ہم شکل خاندان 1836ء میں ڈھلا اور استعمال ہوا، اور یہ پہلے تمام مستعمل ہم شکل خاندانوں سے کافی بہتر تھا۔ مسٹر گراہم نے مراٹھی ہم شکل خاندان کے کاٹنے میں دوہرے حروف کی تعداد معتد بہ حد تک آدھے حروف یا حروف کے کچھ جزو بنا کر کم کر دی۔ ایسا ہی گجراتی ہم شکل خاندان میں بھی ہوا۔ یہی ہم شکل خاندان آج تک رائج ہیں۔

5۔ ٹائپ کی اصلاح ۔ مسٹر گراہم اور مسٹر ویبنز نے ٹائپ کے نئے ہم شکل خاندان تیار کرنے میں جو سب سے زیادہ اصلاح کی وہ ان حروف کا سائز چھوٹا کرنا اور ان کو جاذب نظر بنانا تھا۔ یہ اصلاح اس قدر واضح تھی کہ جس کسی کو بھی اس کے استعمال کا موقع ملتا اس کی توجہ اس طرف مبذول ہوتی۔ بائیبل سوسائٹی کی روئداد بابت 1842 کا بیان ہے۔

> "یہی وہ موقع ہے جہاں سوسائٹی کو ان فوائد سے آگاہ کرنا چاہیے جو امریکن مشن پریس کی اس مستقبل وماہرانہ توجہ کے نتیجہ میں ظاہر ہوئے جو کہ وہ دیسی زبانوں کی ٹائپ چھپائی سے متعلق اصلاحات میں صرف کرتے' ان دونوں (مراٹھی وگجراتی) میں بغیر ان حروف کی وضاحت یا امتیازی شکل میں کسی کمی کے ان حروف کا سائز کافی حد تک چھوٹا کرنے میں انھیں بین کامیابی حاصل ہوئی۔ یوں تو فن سے انجان بھی اس پر دلی مبارک باد دے گا' پر اس کی صحیح قدر اس وقت ہوگی جب اس کو یہ بتایا جائے گا کہ اس اصلاح نے چھپائی کی قیمت تقریباً آدھی کر دی اور کتاب کا وزن و حجم کم کر کے اس کو سہل استعمال بنا کر زیادہ مقبول کر دیا۔ اس کے علاوہ یہ اصلاحات جو ان کی مستقل توجہ اور ہنر کا نتیجہ ہیں ایکے مزید فوائد ہیں۔ جو اس سے واضح ہوتے ہیں کہ اس اصلاح نے سوسائٹی کی افادیت کے ذرائع دوچند کر دئے۔ انجیل کی تعداد دوگنی کر دی۔ وہ بیج دوگنا کر دیا جس کا بونا ان کا فریضہ تھا۔ اس تندہی کی قدر شناسی میں نہ تو مزید کچھ کہنے کی ضرورت ہے نہ بجا ستائش کی جو ان کا حق ہے"۔

6۔ چھاپہ خانہ کے فوائد۔ ٹائپ ڈھالا خانہ کے کامیاب قیام سے جس کا اوپر ذکر ہوا چھپائی کے کام میں بڑی وسعت آگئی۔ وہ زیادہ کام اٹھانے لگا اور پہلے سے کہیں جلدی اس کو نپٹانے لگا۔ کئی سال تک بمبئی میں کوئی دوسرا چھاپہ خانہ ایسا نہ تھا جو اس کا مقابلہ کر سکتا۔ ڈاکٹر ایلن کے زیر انتظام مطبع نے کارکردگی میں اتنی ترقی کی کہ اس سے حاصل شدہ منافع کئی سال تک بمبئی کی تبلیغ کے تمام اخراجات کے لیے پورا ہوتا ہے۔ 1853 سے آٹھ سال پیشتر اس نے ترانوے ہزار کا منافع کمایا۔ یہ منافع اگر کلیتاً نہیں تو بڑی حد تک پیشکر چھپائی سے ملا۔ منافع کے لیے چھپائی کے کام کے علاوہ مطبع نے تبلیغ کی تمام چھپائی کی اور کئی سال تک بمبئی بائبل و ٹریکٹ سوسائٹی (بمبئی انجیل وصحیفہ انجمن) کی تمام چھپائی کا کام بھی یہی کرتا رہا۔ اپنے قیام سے اختتام تک اس مطبع نے تقریباً 136,000,000 صفحات چھاپے۔

اکثر تبلیغ پر چھاپہ خانہ رکھنے پر اعتراضات کئے گئے ہیں۔ اس وجہ سے کہ اس میں دنیاوی بکھیڑا زیادہ ہوتا ہے اور اس کی دیکھ بھال میں بہت وقت صرف ہوتا ہے۔ ان اعتراضات کا حوالہ تبلیغ کی رودادر بابت 1844 میں اس طرح ہے۔

"تبلیغ کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ صحیفہ جات، رسالہ جات اور اسکول کی کتابیں ان اشخاص کی زبان میں رکھیں جن کی روحانی نجات کے لیے وہ کوشاں ہیں۔ کچھ مقامات پر یہ ادب بغیر خود چھاپے حاصل نہیں کیا جا سکتا ہے۔ بمبئی میں اول تبلیغ کے لیے کچھ اسی قسم کے حالات تھے۔ اور جب یہ اہم ضرورت مقامی باشندوں کے فن طباعت کے علم و ہنر سیکھ لینے پر ختم ہو گئی۔ تب بھی تبلیغ کے لیے چھاپہ خانہ کا کارخانہ باقی رکھنا اگر ضروری نہیں تو مناسب ضرور ہے : بوجہ اس کفایت و کارگزاری کے جو تبلیغ کے کاموں میں اس سے ملتی ہے۔ ایسے کارخانہ کو بالعموم جہاں تک بھی ممکن ہو سکے تبلیغ کے مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہیئے۔ اور دوسری تبلیغی جماعتوں، مذہبی انجمنوں و اوقاف کے کام سے جو آمدنی ہو وہ اس سے زیادہ نہیں ہونا چاہیئے جو کہ کارخانہ کے کل اخراجات کے لیے کافی ہو۔ انہیں احوال کو مدنظر رکھ کر ہمارے چھاپہ خانہ نے ہمیشہ کام کیا ہے، اور کسی بھی کام سے جو منافع حاصل ہوا ہے، وہ ہمیشہ ہی تبلیغ کے اخراجات کے لیے تصرف میں لایا گیا۔"

ہ۔ چھاپہ خانہ بند کرنے کے اسباب۔ چھاپہ خانہ نے جو اہم مقام حاصل کیا وہ مغربی ہندوستان میں عیسائیت کی ترویج میں بہت اہم ثابت ہوا۔ لیکن ساتھ ہی چھاپہ خانہ کو تبلیغ کے آلہ کار بنانے میں کچھ خطرات بھی تھے۔ اس میں بہت سی ذمہ داریاں عاید ہوتی تھیں۔ یہ ایک مرکزی طاقت تھی جس پر جو کسی کی ضرورت تھی۔ اس بات کا خطرہ تھا کہ مبلغین کا زیادہ وقت اس میں نہ لگ جائے۔ اندیشہ تھا "کہ نوجوان کلیسائی رضاکار جو مطبع کے کام میں منہمک ہو جاتے، انہیں کی خدمات بحیثیت استاد و دینی معلمین زیادہ مفید ہو سکتی تھیں" اور "اپنے اردگرد ان اشخاص کو جمع کرے جو اگر اپنے گاؤں میں رہیں تو زیادہ موثر ہو سکتے ہیں۔" علاوہ ازیں ایسے کارخانہ کو باقی رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ بمبئی میں اب اتنے چھاپہ خانے تھے کہ تبلیغ کا کام بآسانی دوسری جگہ ہو سکتا تھا۔ اور چونکہ یہ بورڈ کا دستور تھا کہ وہ ایسے کاروبار میں نہ الجھے بجز اس کے کہ وہ بہت ہی ضروری ہوں، دسمبر 1854 میں بورڈ کے ایک وفد نے تبلیغ کے معائنہ کے وقت یہ تجویز کیا کہ چھاپہ خانہ بند کر دیا جائے۔ چنانچہ 1855 میں

شعبہ انگریزی اور تین سال بعد دیسی زبان کا شعبہ فروخت کر دیا گیا۔ (23)

حکومت بمبئی کی چھپائی کی سرگرمیاں

اب ہم مختصراً ان چھپائی کی سرگرمیوں کا جائزہ لیں گے جو کہ بمبئی میں حکومت کے زیر سایہ عوام میں تعلیم کو فروغ دینے کے مقصد سے کی گئیں۔ 1818 تک مہاراشٹرا میں عہد پیشوا کی جگہ برطانوی راج نے لے لی تھی۔ نئے حکمرانوں نے عوام کو ان کی مادری زبان میں تعلیم دینے کی ضرورت کو محسوس کیا۔ سوسائٹی فار پروموٹنگ دی ایجوکیشن آف دی پورودھان دی گورنمنٹ آف بمبئی (انجمن برائے فروغ تعلیم مساکین در حکومت بمبئی) جو بمبئی ایجوکیشن سوسائٹی (بمبئی کی تعلیمی سوسائٹی) کے نام سے زیادہ مشہور ہے، 1815 میں قائم ہوئی۔ اس کا مقصد خاص ان بچوں کی تعلیم کا تھا جو کہ یورپی سپاہیوں ملاحوں اور ہندوستانی ماؤں کی مخلوط نسل سے پیدا ہوئے تھے۔ ماونٹ اسٹوارٹ الفنسٹون جو گورنر بمبئی تھے اس ادارہ کے صدر بنے اور انھوں نے اس کی سرگرمیوں کا دائرہ 1820 میں ایک نیٹو سکول اینڈ اسکول بک کمیٹی (دیسی اسکول اور اسکولی مجلس کتب) بنا کر وسیع کر دیا جس کا عام مقصد ہندو، پارسی و مسلمان بچوں میں تعلیم کا فروغ تھا۔ ابتداً اس ادارہ کی زبان انگریزی تھی۔ پر یہ کمیٹی پر واضح تھا کہ عوام کو تعلیم اس کی مادری زبان ہی میں دی جانی چاہئے۔ کمیٹی نے مندرجہ ذیل قرار داد میں اس کی بہت صفائی اور زور کے ساتھ وضاحت کی ہے اور ان مناسب درسی کتب کی تیاری کی ضرورت کا اعادہ کیا ہے جو ملک میں رائج دیسی نظام تعلیم کو بہتر بنانے میں مدد ہو سکتی ہیں۔

مقامی افراد کو کسی حد تک مفید تعلیم دینے کے لیے اور اس امید کے ساتھ کہ اس کا اثر اچھا اور دیرپا ہوگا یہ بدیہی طور پر واضح ہے کہ ملک کی زبان ہی نمایاں اور مناسب ذریعہ اظہار ہونا چاہئے۔ انگریزی زبان کا استعمال جزیرہ بمبئی تک ہی محدود ہے اور یہاں بھی یہ بالخصوص ان ہی افراد میں بولی جاتی ہے جو اس کو اس وجہ سے حاصل کرنے کے خواہش مند ہیں کہ اس کے ذریعہ اپنے تجارتی کاروبار کو بڑھاوا دے سکیں، یا اس کے ذریعہ یورپی افراد سے رسم و راہ پیدا کریں اور ملازمت حاصل کر سکیں۔ صوبہ کے بیشتر عوام کو اس کے استعمال سے کوئی بھی منافع نہیں ہے۔ اور وہ اس سے بالکل ناواقف ہیں۔ بدیں وجہ انگریزی پریزیڈنسی (صوبہ) میں کتنے ہی سودمندانہ طریقہ پر

---

(23) ایضاً، صفحات 92 تا 96

بہت سے افراد کو پڑھائی جائے۔ یا خواص کو اس سے باسر، تاہم یہ توقع کرنا ناممکنات سے ہے اور وہ بھی کامیابی کی امید رکھتے ہوئے، کہ ان کو عام طور سے اور سود مندانہ طریقہ پر ہم اس زبان میں تعلیم دے سکیں گے جو کہ ایک بڑی آبادی کے لیے ہمیشہ بدیشی زبان رہے گی۔ لیکن یہ بھی قابل غور ہے کہ ملکی زبان میں اخلاقی رجحان والی کتابیں اگر دستیاب بھی ہیں تو معدودے چند "بچوں کی تعلیم کے لیے موجودہ ضروریات کے پیش نظر تو اور بھی کم۔ مقامی آبادی میں مدارس تو عام طور پر ہیں اور ہر جگہ پائے جاتے ہیں، تاہم ان میں پڑھائی بہت ہی کم درجہ کی ہے اور اسے زیادہ کچھ نہیں کہ ان کو کچھ حروف و ہندسہ کا علم ایک پیچیدہ علم حساب کے ذریعہ سکھایا جاتا ہے۔ نہ پڑھنا سکھاتے ہیں نہ لکھنا۔ جہاں تک معلومات عامہ کا تعلق ہے یا اپنے مذہبی و اخلاقی فرائض کی جان کاری کا سوال ہے۔ بچوں کو کوئی تعلیم نہیں دی جاتی۔

اس لیے مقامی باشندگان کی تعلیم میں اصلاح کرنے کے لیے سب سے پہلا کام غیر نزاعی درسی کتب کا ان کی دیسی زبان میں تیار کرنا اور چھاپنا ہوگا۔ یہ زبانیں زیادہ تر مراٹھی اور گجراتی زبانیں ہوں گی۔ اول الذکر انجہانی پیشوا کے طویل و عریض صوبہ بمبئی کے شمال و مشرق میں رائج ہے۔ اور موخر الذکر شمال میں۔(24)

مراٹھی میں درسی کتابیں تیار کرنے کا کام ابتداءً کمیٹی کے سکریٹری ڈاکٹر جان ٹیلر کے سپرد کیا گیا۔ لیکن طویل علالت کے باعث، جو بالآخر ان کی موت کا باعث ہوئی۔ اس کام میں مختصر پیش رفت ہی ممکن ہو سکی۔ ان کے کارناموں کا خلاصہ سوسائٹی کی ساتویں سالانہ روئداد بابت 1822 میں درج ہے۔

"البتہ کمیٹی نے گجراتی و مراٹھی دونوں میں تصنیف و تالیف کے کام میں کچھ پیشرفت کی ہے۔ گجراتی میں اول طویل خطوط، دوم مختصر جملے، سوم انتخاب حکایات (حکیم آصف) تیار کیا اور طبع کرایا۔ یہی مراٹھی میں بھی شائع ہو رہی ہیں، اس کے علاوہ پنچو پکھیان کو بھی چھاپنے کا ارادہ کیا ہے۔ اور ہمیں اس بات کے کہنے میں خوشی ہے کہ معزز ماونٹ اسٹوارٹ الفنسٹون، گورنر بمبئی نے کمیٹی کی خواہشات کے پیش نظر سرکاری خرچ پر اس کتاب کے ایک ہزار نسخے چھاپنے

(24) چھٹی سالانہ روئداد (1821) بمبئی ایجوکیشن سوسائٹی صفحات 20 تا 26 (انتخاب ایجوکیشنل ریکارڈز بمبئی) حصہ 2 (1815 تا 1840) مصنفہ آر۔ دی پروول کروسی۔ ازل۔ بخشی، بمبئی 1955۔ صفحہ 27

انجام دیا ہے۔ یہ کام وی۔ ایچ۔ ونیتھنس کے زیر نگرانی انجام دیا جائے گا، جنھوں نے بطیب خاطر کمیٹی کے سکریٹری کا عہدہ سنبھالنا منظور کر لیا ہے۔

معزز گورنر با جلاس کونسل نے انگلستان سے بھی مراٹھی ٹائپ کا بھی ایک بالکل نیا ہم شکل خاندان حاصل کیا ہے۔ جس سے مذکورہ بالا تصنیف چھاپی جائے گی، نیز مسٹر ونیتھنس حکومت کی اجازت سے دوسرے دیسی غیر نزاعی رسائل کا انتخاب کر رہے ہیں اور ایسی انگریزی کتب جن کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ مستقبل قریب میں کارآمد ہوں گی ان کا ترجمہ کر رہے ہیں:"(25)

جیسا کہ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں مراٹھی ٹائپ کا جو ہم شکل خاندان انگلستان سے حاصل کیا گیا، اور جس کا حوالہ مندرجہ بالا عبارت میں دیا گیا ہے۔ یہ سر چارلس وکنس نے تیار کیا تھا۔ پنچو پکھیاں چھاپنے کے لیے کوریر چھاپہ خانہ میں 1822 میں استعمال ہوئے۔ یہ بمبئی سے طبع ہونے والی کتابوں میں پہلی کتاب ہے جو کلیتہً مراٹھی میں تھی۔ چونکہ یہ اس وقت کے لیے نادر کام تھا اس لیے الفنسٹون نے اس کتاب کے بہت سے نسخے اس وقت کے ممتاز افراد کو بطور تحفہ دیے۔ سردار مادھو اننت راستے کا ایک خط مورخہ 22 اکتوبر 1824 میں دستیاب ہوا ہے۔ جس میں انھوں نے اس تحفہ کا شکریہ ادا کیا ہے۔ اس میں مراٹھا سردار نے لکھا ہے۔

"جزیرہ بمبئی میں پنچو پکھیاں مشین پر بالبودھی رسم الخط میں مراٹھی میں پڑھی جانے کے لیے چھپی۔ اس کتاب کا ایک نسخہ ہم کو بھیجا گیا تاکہ ہم اس عجیب و غریب کارنامہ کو دیکھ سکیں۔ ہم نے آپ کی اس درخواست کو کہ ہم اس نسخہ کو قبول کرلیں اور پھر بغور اس کا مطالعہ کریں، ذہن نشین کر لیا ہے، کتاب مل گئی اور ہم اسے بخوشی قبول کرتے ہیں"۔(26)

پنچو پکھیاں کے بعد دوسری مراٹھی کتاب وِدُور انیتی 1823 میں شائع ہوئی۔ ایک اشتہار جو بمبئی کوریر کی اشاعت مورخہ 4 اکتوبر 1823 میں چھپا اس کا مندرجہ ذیل بیان ہے۔

"ہمارے پاس مراٹھی کتاب پنچو پکھیاں اور وِدُور انیتی کے بہت نسخے برائے فروخت موجود ہیں۔ اول الذکر کی قیمت یوروپی اشخاص کے لیے آٹھ روپیہ اور

---

(25) ساتویں سالانہ روئداد، بمبئی ایجوکیشن سوسائٹی، بمبئی صفحات 24-27 چاپر و نکر و بمبئی ایضاً صفحہ 34)

(26) ٹی۔ ایس۔ ساردیسائی، سلیکشنس فرام دی پیشوا دفتر (پیشوا دفتر سے انتخاب، جلد 42، بمبئی 1934 صفحہ 52۔

دیسی لوگوں کے لیے تین روپیہ اور دو دو آنے کی قیمت یوروپی اشخاص کے لیے
چھ روپیہ اور دیسی باشندوں کے لیے دو روپیہ ہے۔ جو کوئی بھی مندرجہ بالا
قیمت پر ان کتابوں کے نسخے خرید کرنا چاہے وہ کوریر کے آفس آکر ہیڈ کلرک
پنڈورنگ ڈالوی سے حاصل کر سکتا ہے۔ مورخہ 3 ر اکتوبر 1823۔"

یہی ٹائپ 1824 میں سنگھاسن بتیسی کے چھاپنے کے لیے بھی استعمال ہوئے جو بمبئی سے شائع ہونے والی تیسری مراٹھی کتاب تھی۔

ان کتابوں کے کچھ نسخے الفنسٹون کے گھر پر رکھے تھے کیونکہ یہ ان کے عملی تائید کے ساتھ شائع ہوئی تھیں۔ مندرجہ ذیل واقعہ جو الفنسٹون کی فرض شناسی اور سیاسی بصیرت کا ثبوت فراہم کرتا ہے ستارا کے برطانوی ریذیڈنٹ جان برگس نے رقم کیا ہے۔

"ایک دن میں نے ان کے خیمہ کے ایک کونہ میں طبع شدہ کتابوں کا ایک ڈھیر دیکھا، تب میں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ کس مقصد کے لیے ہیں؟ دیسی باشندوں کی تعلیم کے لیے انھوں نے کہا 'اور یہی ہماری یوروپ کی واپسی کا پیش خیمہ بنے گا!'
- تب میں نے جواب دیا 'مجھے تعجب ہے کہ بمبئی کے گورنر ہوتے ہوئے آپ نے اس راہ پر کیوں قدم رکھا۔ انھوں نے جواب دیا 'ہم مجبور ہیں کہ ہر حال میں ان لوگوں کی نسبت اپنا فرض پورا کریں'۔" (27)

ایسا لگتا ہے کہ انگلستان سے جو ٹائپ حاصل کئے گئے ان کی تعداد ناکافی تھی۔ مزید براں یہ بھی محسوس کیا جا رہا تھا کہ گجراتی ٹائپ بھی مراٹھی کتابوں میں مستعمل "نتے بالبودھ" کی طرز پر تیار کئے جائیں۔ اس کا اظہار حکومت سے کی گئی مندرجہ ذیل اپیل میں ہوا جو جارج جروس، سکریٹری نیٹو اسکول بک اینڈ اسکول سوسائٹی (دیسی اسکول کتب و اسکول سوسائٹی) کی 4 ر اکتوبر 1823 کی درخواست میں درج ہے۔

"سوسائٹی مراٹھی ٹائپ کی وافر تعداد کا حاصل کرنا اور گجراتی کا ایک نیا ہم شکل خاندان حاصل کرنا ایک مقصد عظیم خیال کرتی ہے۔ موخر الذکر نتے بالبودھ کی طرح تیار کئے جانے چاہیں، اس کے حروف کے خاکے وطن بھیجنے چاہئیں۔ یہ بعد میں دیسی چھاپہ خانوں کو مناسب شرائط پر بیچے جا سکتے ہیں۔ اور اس طرح

---

(27) جرنل آف دی ایسٹ انڈیا ایسوسی ایشن، روئداد بابت 1867 تا 1868 (ن 1 جلد 2) صفحہ 103۔

تصانیف بہ آسانی چھاپی جا سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ سوسائٹی ایک سنگی چھاپہ خانہ کی التماس کرتی ہے۔" (28)

لیکن مراٹھی اور گجراتی حروف کے ٹائپ انگلستان سے درآمد کرنے اور پھر ان کو رعایتی داموں غیر سرکاری طابع کو بیچے جانے کی تجویز پر غور ملتوی کر دیا گیا۔ کیونکہ اس پر کچھ حلقوں سے اعتراض ہوا۔ لیکن دوسری تجویز یعنی سنگی چھاپہ خانہ درآمد کرنے کی تجویز کو حکومت نے مان لیا۔ اور اپنے خط مورخہ ۱۰ مارچ 1824 کے ذریعہ سوسائٹی کے سکریٹری کو مندرجہ ذیل اطلاع دی۔

"کورٹ آف ڈائرکٹرس سے متعدد سنگی چھاپے خانوں کی درخواست کی گئی ہے ان میں سے ایک سوسائٹی کو دیا جائے گا۔" (29)

یہاں ایک عام غلط فہمی کا ازالہ مناسب ہوگا۔ عام طور سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ سنگی چھپائی فن طباعت کے ارتقاء میں پہلی منزل تھی اور یہ کہ ٹائپ چھپائی بعد میں آئی۔ یہ غلط ہے۔ سنگی چھپائی کی ایجاد موئخ میں الوئس سینفلڈر (1772 تا 1834) نے 1796 تا 1799 میں کی۔ اور سنگی چھپائی انگلستان میں 1817 سے پیشتر مقبول عام نہ ہو سکی۔ اس سلسلہ میں چارلس رومنز یوں لکھتا ہے۔

"سینفلڈر کی ایجاد کو انگلستان میں 1800 میں خود موجد نے رواج دیا لیکن وہ ریڈولف ایکرمین تھا جس نے 1817 میں سنگی چھاپہ خانہ شروع کیا۔ اور وہ صحیح معنوں میں برطانیہ میں سنگی چھپائی کو مقبول کرنے والا مانا جا سکتا ہے۔" (30)

شروع میں چھ سنگی چھاپہ خانہ، تین بڑے، اور تین چھوٹے کورٹ آف ڈائرکٹرس سے ملے۔ پہلے یہ ارادہ تھا کہ ایسا چھاپہ خانہ ہر ایک سرکاری محکمہ کو دیا جائے اور وہ اس کو اپنے مستقل عملہ یا اس میں معمولی اضافہ کی مدد سے چلائیں۔ لیکن جلد ہی یہ محسوس کیا گیا کہ یہ قابل عمل نہیں ہے۔ اور اس لیے اس خیال کو ترک کر دیا گیا۔ اس کا حوالہ مندرجہ ذیل سرکاری یادداشت میں ہے۔

"جس وقت کے سنگی چھاپہ خانہ کی انگلستان سے درخواست کی گئی تب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیال کیا جاتا تھا کہ ایک چھاپہ خانہ ہر دفتر کو دیا جائے۔

---

(28) دی بمبئی سکریٹریٹ ریکارڈس۔ جی۔ ڈی۔ جلد (63) 8 برائے 1824 صفحات 93 تا 94

(29) ایضاً۔ صفحہ 306۔

(30) چارلس رومنز، پرنٹرس پروگرس۔ لندن (بغیر صفحہ نمبر)

یہاں اس کی بہت ضرورت ہوتی ہے، اور دفتر کے مستقل عملے یا اس میں معمولی اضافہ
کی مدد سے یہ چھاپہ خانہ چلے۔ اس طریقہ کار میں اس اندیشہ کے امکانات ہیں کہ یہ چھاپہ
خانے نہ تو اچھی طرح چل سکیں گے اور نہ پوری طرح کارآمد ہوں گے۔"

معقول نگرانی و توجہ اور اس ایجاد کے اصولوں سے واقفیت (چھاپہ خانہ چلانے کے لیے)
ضروری ہیں، مختصراً ایک ایسی نگرانی جس کا دیسی باشندوں سے ملنے کا کم ہی امکان ہے، اور اس کو ایک
فعال ادارہ بنانے کے لیے ضروری ہے کہ پابندی سے چلتا رہے، جو شاید مذکورۂ بالا طریقہ کار میں مہیا نہیں
ہو سکتا۔ ایک یورپی نگراں ایک چھاپہ خانہ کے لیے درکار ہوگا۔ لیکن وہی شخص ان چھ حاصل شدہ چھاپہ خانوں
کی بھی نگرانی کر سکے گا ....

کوریر کے دفتر کی چھپائی سے جو بچت ہوگی اور دوسروں کی چھپائی سے ان اوقات میں جب کہ
مطبع سرکاری کام سے خالی ہو، جو آمدنی ہوگی وہ اس کے اخراجات کے لیے کافی ہوگی۔ نیٹو اسکول بک
اینڈ اسکول سوسائٹی (دیسی اسکولی کتب و اسکول سوسائٹی) کی چھپائی کا کام مفت کیا جائے گا ....

پریزیڈنسی میں سنگ شناس کے فرائض میں سے یہ بھی ہوگا کہ وہ دوسروں کو یہ کام سکھا کر
ملک کے دوسرے حصوں میں بھیجے۔ اس کی تنخواہ تین سو پچاس روپیہ ماہوار مقرر ہے۔ لیکن اس کو تنخواہ کا
ایک پیسہ بھی اس وقت تک نہیں ملے گا جب تک ایک کمیٹی، جو چیف سکریٹری اور دو سکریٹریوں پر
مشتمل ہوگی، تقرر شدہ شخص کے بارے میں یہ رائے نہ دیدے کہ وہ اپنے فرائض ادا کرنے کا مکمل
طور پر اہل ہے۔ مسٹر میکڈوول جو سکریٹری کے دفتر سے منسلک ہیں ان کو سنگ شناس مقرر کیا گیا۔ (31)

سرکاری سنگی چھاپہ خانہ کی نگرانی کے لیے ایک ماہر سنگی طابع کے تقرر کی تجویز گورنر نے 26
جون 1824 کو منظور کرلی، اور جلد ہی میکڈوول نے اس حیثیت سے عہدہ سنبھال لیا۔ اس کی مدد
کے لیے مندرجہ ذیل افراد کا تقرر کیا گیا۔

بڑے چھاپہ خانہ کے لیے:

ایک صدر مستری مطبع (تنخواہ بارہ روپیہ ماہوار) اور دو مستری مطبع (تنخواہ چھ روپیہ ماہوار)

چھوٹے چھاپہ خانہ کے لیے:

ایک صدر مستری مطبع (تنخواہ آٹھ روپیہ ماہوار) اور دو مستری مطبع (تنخواہ چھ روپیہ ماہوار)

---

(31) بمبئی سکریٹریٹ ریکارڈس، جی۔ ڈی، جلد 70/14 برائے 1824 صفحات 57 تا 59

ابتدائی مندرجہ ذیل تقرری کی تفاصیل سرکاری دستاویزات سے ملتی ہیں:۔ (32)

نام	عہدہ	تاریخ تقرر
نادو باپو	صدر مستری مطبع	15-7-1824
ایسانا ماجی	ایضاً	ایضاً
راما راگو	مستری مطبع	28-7-1824
شائق علی	ایضاً	1-8-1824

حکومت نے اپنی ایک گشتی چھٹی 28 اگست 1824 کے ذریعہ بہت سے سرکاری دفاتر کو حکم دیا کہ وہ اپنی چھپائی کی ضروریات سرکاری سنگی چھاپہ خانہ کو بھیجیں۔ گشتی چھٹی کی اصل عبارت یوں ہے۔

"کورٹ آف ڈائرکٹرس نے چونکہ چند سنگی چھاپہ خانہ بھیج دیے ہیں اس لیے مجھے حکم ہوا ہے کہ میں آپ کو مطلع کروں کہ اشتہارات چاہے وہ انگریزی میں ہوں یا دیسی زبانوں میں یا گشتی چھٹیاں وغیرہ، جو کہ آپ کے دفتر سے جاری ہونا ہوں، اور جن کے لیے یہ ضروری ہو کہ وہ حکومت کے خرچے پر طبع ہوں، وہ آئندہ سنگی چھاپہ خانہ میں بغرض طباعت بھیجی جائیں۔ دوم۔ اگر یہ مناسب ہو تو وہ خط یا دوسری دستاویزات دفتر کے کسی بھی کلرک کی تحریر کا چربہ ہونا چاہیے۔ اور اس کو یہ ہدایت بھی کرنا چاہیے کہ وہ اس خط کے مسودہ کو دیکھے جو اس کے قلمی نسخہ سے تیار ہوا ہے۔" (33)

مندرجہ ذیل عبارت جو بمبئی کے نیٹو اسکول بک اینڈ اسکول سوسائٹی (دیسی اسکولی کتب واسکول سوسائٹی) کی دوسری سالانہ روئداد (بابت 1825-1824) سے اخذ کی گئی ہے، سنہ سوسائٹی کی 1825-1824 میں چھپائی کی سرگرمی کے بارے میں ایک ذہنی خاکہ بنانے میں مددگار ثابت ہوگی۔

کمیٹی کے حلقہ اختیار میں جو ایک چھاپہ خانہ تھا، اس کی چھپائی کی سست رفتاری کی وجہ سے وہ پچھلے سال ان تمام تصانیف کو چھاپنے سے قاصر رہے کہ جو شائع ہونے کے لیے تیار تھیں۔ لیکن کتابوں کی بسرعت وجامع نشر واشاعت میں جو اس ادارے کے مقاصد کے لیے لازمی ہے، اس رکاوٹ کا تدارک بڑی حد تک حکومت کی حسب معمول فیاضی نے کیا۔ اور اس سوسائٹی کو چار سنگی چھاپے خانے،

---

(32)۔ دی بمبئی سکریٹریٹ ریکارڈس، جی۔ ڈی، جلد 70/14 برائے 1824، صفحہ 87

(33)۔ ایضاً، صفحہ 91

دو ٹائپ کے ہم شکل خاندان جو بنگال سے منگائے گئے ہیں اور آج کل میں متوقع ہیں، سوسائٹی کو دیئے۔ یہ اس کے علاوہ ہیں جو چھاپہ خانے اور ٹائپ (انگریزی و بالبودھ) اپنے استعمال کے لیے انگلستان سے فرمائش کی ہے۔ کمیٹی کو یہ باور کرایا گیا کہ ان وسائل سے سوسائٹی کا چھاپہ خانہ بہ سرعت و کفایت چلے گا۔ ان تمام فوائد کے رونما ہونے سے پہلے کچھ وقفہ درکار ہوگا، کیونکہ یہ ضروری ہے کہ سنگ شناسی و چھپائی کے مختلف طریق عمل کے بارے میں کچھ افراد کو پہلے تعلیم دی جائے۔ لیکن دیسی افراد نے یہ ضروری علم حاصل کرنے میں قابل ستائش اہلیت کا ثبوت دیا اور دل خواہ طور پر نپے تلے انداز میں اس علم کو کام میں لاتے۔

اسی لیے سال گزشتہ صرف گنت یا یوروپی پر علم حساب گجراتی میں اور چار سو نسخہ بھی کھاتہ کی جدول اسکول کے استعمال کے لیے لنکاسٹر کے اصول کے مطابق مراٹھی میں چھپیں۔ لیکن فی الحال لنکاسٹر کی جدول گجراتی میں چھاپہ خانہ میں زیر طبع ہیں، بچوں کے لیے مراٹھی میں کہانیاں، اور کرنل پاسلے کی عملی ہندسہ کی کتاب کا مراٹھی اور گجراتی میں ترجمہ، اور ہٹن کی، مساحت مسطح و مکعب، ایک رسالہ بہ موضوع سطح علم مثلثات، بہ معہ جدول لوگاریتم و لاگ، جیب (ساتنس)، وغیرہ مراٹھی میں، حکایات حکیم آصف کا مراٹھی میں ترجمہ، جامع الحکایات سے کہانیوں کا ہندوستانی میں ترجمہ، چھاپہ خانہ میں زیر طبع ہیں۔ اس کے علاوہ گنت حصہ دوم مراٹھی اور گجراتی میں تیار ہے اور بس چھپنے کے انتظار میں ہے۔ سوسائٹی کے پنڈت ایک مراٹھی زبان کے قواعد و لغت، صرف مراٹھی میں بالخصوص دیسی افراد کے استعمال کے لیے تیار کر رہے ہیں ایک گجراتی سے انگریزی اور انگریزی سے گجراتی لغت سوسائٹی کو سپرد کی گئی ہے، اور مختصر تاریخ انگلستان کا مراٹھی ترجمہ بھی۔ مراٹھی زبان کی قواعد و لغت کے متشابہ تصنیف، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، گجراتی میں بھی تیار کرنے کا ارادہ ہے، ان کی افادیت ظاہر ہے کیونکہ یہی دو زبانیں اب تک روزمرہ کی بول چال اور بیوپار کے لیے استعمال کی گئی ہے۔ اور نثر نگاروں نے نہ تو ان کو کوئی باقاعدگی بخشی ہے اور نہ ہی سنوارا ہے۔ بدیں وجہ دیسی باشندے خود ان زبانوں کی قواعد کے ضوابط، ترکیب نحوی کے قطعی اصول کے مطابق، سے واقف نہیں ہیں، اور نہ ان کو ان زبانوں کی صلاحیت کا صحیح اندازہ ہے، اور نتیجۃً جب تک یہ ضروری نکات طے نہیں ہو جاتے، نئی تصانیف کرنے والوں کو اور بالخصوص مترجمین کو ایسی، معیاری تصانیف کے نہ ہونے کی وجہ سے جس میں تسلیم شدہ قوانین کی طرف رجوع کیا جا سکے، شدید مشکلات کے تحت کام کرنا ہوگا۔ (34)

---

(34) سیکنڈ رپورٹ آف دی پروسیڈنگس آف نیٹو اسکول بک اینڈ اسکول سوسائٹی (1825-1824) بمبئی 1829ء ص 13 تا 14۔

نیٹو اسکول بک اینڈ اسکول سوسائٹی (دیسی اسکولی کتب اور اسکول سوسائٹی) کا نام ایک جلسہ میں جو 20 جنوری 1827 کو بدل کر بمبئی نیٹو ایجوکیشن سوسائٹی (بمبئی کی دیسی تعلیمی انجمن) کر دیا گیا۔ روئداد بابت 1826-1825 میں جو اس جلسہ میں پڑھی گئی ہم کو بالتفصیل اس ادب کا پتہ چلتا ہے جو اس عرصہ میں چھپا یا چھپنے والا تھا، اور ساتھ ہی ان دقتوں کا بیان بھی جو تصانیف کے شائع کرنے میں محسوس کی گئیں۔ متعلقہ عبارت یہاں نقل کی جاتی ہے۔

(1) مندرجہ ذیل کتابوں کی طباعت سالِ گزشتہ جلسہ عمومی کے بعد مکمل ہوئی،

بودھ بچن یا نصیحتیں برائے اطفال دوسرا ایڈیشن	مراٹھی	1000	نسخہ
ڈاکٹر ہٹن کے حساب کا ترجمہ حصہ اول، یا مکمل، دوسرا ایڈیشن		1000	″
بال گوشٹی یا چھوٹے بچوں کے لیے کہانیاں		1000	″
ڈاکٹر ہٹن کے حساب کا ترجمہ حصہ دوم مکسور وغیرہ عملی سوالات کے اختتام تک۔		1000	″
پیپی بارا یا کتاب ہجا دوسرا ایڈیشن۔		2000	″
کرنل پاسلے کی عملی ہندسہ کا ترجمہ		1000	″
لوگارتھم کے جدول مع توضیحی بیانات کے۔		2000	″
دل پسند کہانیوں کا ترجمہ تارا چند دت کے بنگالی ایڈیشن سے		1000	″
	گجراتی		″
نصیحتیں برائے اطفال دوسرا ایڈیشن		1000	″
اسکول کی جدول، ورق بزرگ النکاسٹر کے طریقہ پر ہر مجموعہ میں 361۔		400	مجموعہ
ڈوڈسلے کی جدول سے انتخاب کا ترجمہ		1000	نسخہ
کتاب ہجا برائے بالغان		1000	″
ڈاکٹر ہٹن کے حساب کا ترجمہ، حصہ دوم، مکسور وغیرہ عملی سوالات کے اختتام تک۔		1000	″
ترجمہ ایضاً ایضاً حصہ اول تکمل دوسرا ایڈیشن۔		1000	″
کرنل پاسلے کی عملی ہندسہ کا ترجمہ۔		1000	″
	ہندوستانی		″
کہانیوں کا ترجمہ، فارسی کی کتاب موسومہ جامع الحکایات سے انتخاب۔		200	″

(2) وہ کتب جو چھاپہ خانہ میں زیر طبع ہیں۔

مراٹھی

حکایات حکیم آصف

مبادی علم ہندسہ ڈاکر ہٹن کے اسباق ریاضیات سے ترجمہ۔

گجراتی

مبادی علم ہندسہ ڈاکر ہٹن کے اسباق ریاضیات سے ترجمہ۔

فارسی

دیوان حافظ

انوار سہیلی

(3) وہ کتاب جو تالیف ہو چکیں لیکن چھپائی کے وسائل کی فراہمی کی منتظر ہیں۔

مراٹھی

مبادی الجبرا، ہٹن اور بونی کیسل کی تصانیف سے ترجمہ۔

رسالہ سطح علم مثلثات و مساحت اونچائی و فاصلہ، معہ جدول لوگارتھم، جیب، خط مماس وغیرہ۔

رسالہ مساحت سطح و مکعب۔

گجراتی

رسالہ سطح علم مثلثات و مساحت اونچائی و فاصلہ، معہ جدول لوگارتھم، جیب، خط مماس وغیرہ۔

رسالہ مساحت سطح و مکعب۔

مبادی الجبرا، ہٹن اور بونی کیسل کی تصانیف سے ترجمہ۔

(4) مندرجہ ذیل کتب جو زیر تالیف ہیں۔

ایک مراٹھی قواعد، دیسی افراد کے استعمال کے لیے۔ یہ تیار ہے اور تقریباً نظر ثانی ہو چکی ہے۔

سوال و جواب متعلق مراٹھی قواعد یہ بھی تقریباً تیار ہے لیکن نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

" " " گجراتی قواعد " " " "

ایک مراٹھی لغت، دیسی افراد کے استعمال کے لیے۔

ایک گجراتی لغت، دیسی افراد کے استعمال کے لیے۔

ایک انگریزی سے مراٹھی اور مراٹھی سے انگریزی لغت۔

ایک مراٹھی اور انگریزی قواعد

ایک انگریزی سے گجراتی اور گجراتی سے انگریزی لغت۔

ایک گجراتی اور انگریزی قواعد

مارین کی کھاتہ نویسی کا مراٹھی ترجمہ۔

بیوٹیز آف ہسٹری (حسن تاریخ) کے انتخاب سے مراٹھی ترجمہ

ایسیت کے مکالمات پر علم طبیعات سے ترجمہ۔

مراٹھی و انگریزی میں محاورہ کی مشقیں۔

گجراتی و انگریزی میں محاورہ کی مشقیں۔

ہرکوئین کی چلڈرین فرینڈ (ہرکوئین کی بچوں کا دوست) مراٹھی میں۔

مذکورہ فہرست سے معلوم ہوگا کہ وہ تصانیف جو چھاپہ خانہ سے جاری ہوئیں ابتدائی قسم کی ہیں۔ لیکن کمیٹی کا خیال ہے کہ تعلیم میں نمایاں ترقی کا انحصار مناسب توجہ و اولین طور پر ایسی کتب کی تیاری ہے۔ وہ کتابیں جو زیر طبع ہیں اعلا خصوصیت کی ہیں۔ اور جو تیاری ہو رہی ہیں وہ سوسائٹی کی بتدریج افادیت اور دیسی افراد میں اعلا تصانیف کے لیے ایک عمدہ مذاق کی نشاندہی کرتی ہیں۔

البتہ اب تک سوسائٹی کے محدود وسائل کی وجہ سے تصانیف کی جو مانگ تھی اس کو تیزی سے خاطر خواہ طور پر پورا کرنے میں کامیابی نہ ہوئی۔ شروع سال میں جو کتابیں زیر طبع تھیں ان کی فہرست پر نظر ڈالنے سے یہ واضح ہو جائے گا کہ سنگی چھاپہ خانہ ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ پانچ کتابیں چھاپ سکتا تھا۔ لہذا چند دوسری کتابیں جو بہت اہم تھیں اور جن کو منتخبہ کمیٹی نے منظور کر لیا تھا۔ وہ طوعاً و کرہاً علیحدہ رکھنا پڑیں جب تک مذکورہ کتابیں پوری ہوں یا چھاپہ خانہ کے ساز و سامان و کاریگروں میں اضافہ ہو۔ نئی تصانیف یا وہ جن کے دوسرے ایڈیشن کی ضرورت تھی۔ ان کتابوں کی تعداد میں اضافہ کرتی رہیں جن کی چھپائی چھاپہ خانہ کے محدود ذرائع کی وجہ سے التوا میں تھی۔ سوسائٹی کے اس شعبہ کے بظاہر تساہل کی وجوہات مقرر کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ہم ان زحمتوں و رکاوٹوں پر دھیان دیں جو چھپائی میں کاغذ کی وجہ سے پیش آتی تھیں۔ ہماری ضروریات کو پورا کرنے میں بازار کی تمام دکانیں تقریباً خالی ہو گئیں، مطلوبہ قیمتیں حد سے بڑھ گئیں، یہ اثرات خاص طور سے اس وقت بہت محسوس ہوتے ہیں جب سوسائٹی کو اپنی مطبوعات کی قیمت مجبوراً

س سے زیادہ رکھنی پڑتی ہے جتنی کہ وہ مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ باوجود ان رکاوٹوں کے یہ امید ہے کہ پچھلے جلسۂ عمومی کے بعد جو کچھ شائع ہوا خریداروں کو اس کی وسعت و کیفیت کی طرف سے مایوسی نہ ہوگی۔ قبل اس کے کہ معزز کورٹ آف ڈائرکٹرس سے چھاپہ خانے، ٹائپوں اور کاغذ وغیرہ کی بھاری رسد آئے جس کی فرمائش خریداری حکومت نے اگست 1825 میں سوسائٹی کے استعمال کے لیے کی (اس خطرہ کے پیش نظر کہ کہیں چھپائی کا کام پیچھے نہ رہ جائے۔ حفظ ماتقدم کے طور پر انگلستان سے دو سو پونڈ کا غذ منگانے کی ہدایت کی گئی ہے (جس کی رسید روزانہ متوقع ہے) اور جس کی قیمت سوسائٹی کے سرمایہ سے ادا ہوگی۔ حکومت نے نہ صرف یہ کہ اپنا تمام سنگی چھاپہ خانہ کا ساز و سامان دیسی تصانیف چھاپنے کے لیے پیش کر دیا ہے بلکہ مزید آں سوسائٹی کے استعمال کے لیے تین نئے چھاپہ خانے اسی ملک میں تیار کرنے کا حکم دیا ہے، اور اندرون ملک مختلف سرکاری کارندوں کو یہ ہدایات جاری کی ہیں کہ وہ اپنے متعلہ اضلاع میں اس پتھر کی تلاش کریں جو سنگی طباعت کے لیے مناسب ہوں۔ (35)

اس وقت گو چھپائی کی روشنائی ہندوستان ہی میں بنتی تھی، لیکن سنگی چھاپہ خانہ کے لیے پتھر یوروپ سے منگانا پڑتا۔ اسی لیے سرکاری طور پر یہ تحقیقات کی گئی کہ چھپائی کے لیے جو پتھر درکار ہے کیا وہ ہندستان میں مل سکتا ہے۔ نتیجۃً مدراس صوبہ کے ضلع بلاری میں بمقام کرنول پتھر ملا جو درحقیقت یوروپ سے درآمد کئے گئے پتھر سے بہتر قسم کا تھا۔ ڈبلو۔ گیرڈ نے جو قلعہ سینٹ جارج پر اعلا انجینر تھا اس کی اطلاع قلعۂ سینٹ جارج کے گورنر کو ایک خط میں جو کرنول کے ہی سنگی پتھر سے چھپا، بایں الفاظ دی:۔ "کرنول کے پتھر سے چھپائی کا یہ نمونہ آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہوتے مجھے ذاتی فخر محسوس ہوتا ہے، جس کے دریافت ہونے کی اطلاع میں نے اپنے خط مورخہ 15 / نومبر 1826 میں حکومت کو دی۔ اس کے علاوہ مجھے یہ اطلاع دیتے ہوئے بھی خوشی ہے کہ یہ پتھر مطلوبہ تعداد میں حاصل کیا جا سکتا ہے اور یہ پتھر یوروپ سے درآمد کیے گئے پتھر کی بہ نسبت۔ جیسا کہ مجھے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ زیادہ بھاری بھر کم اور بہتر قسم کا ہے۔ اور یہ قلمی دستاویزات و وضاحت و باریکی والے ہر کام کے لیے بہتر قسم کا ثابت ہوگا۔" (36)

مندرجہ ذیل خط جو ایچ۔ ولیس منتظم چھاپہ خانہ نے دلوبی، سکریٹری حکومت بمبئی کو 24 نومبر 1830

---

(35) تھرڈ رپورٹ آف دی پروسیڈنگس آف نیٹو اسکول بک اینڈ اسکول سوسائٹی 1826-1825 بمبئی 1826 صفحات 10 تا 13

(36) بمبئی سکریٹریٹ ریکارڈس، جی۔ ڈی جلد 19/143 برائے 1827 صفحہ 185

کولکھا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بمبئی میں سنگی چھاپہ خانہ کے لیے جو پتھر درکار تھے وہ بھی کرنول سے دستیاب ہوا۔

"سرجنٹ جیب جو آج کل مشرقی شعبہ سنگی طباعت سے منسلک ہے کچھ عرصہ قبل حکومت کے لیے سنگی چھپائی کے پتھر حاصل کرنے کے لیے کرنول بھیجا گیا وہ اب سو سے زیادہ پتھرلے کر پونا واپس آگیا۔ جس میں سے چالیس تو اس ادارے کے لیے ہیں۔ کیا میں درخواست کرسکتا ہوں کہ کپتان جارج جروس کو ہدایت کی جائے کہ وہ پتھروں کی تعداد پونا کے محکمہ رسد کے حوالے کردے اور اس محکمہ کو یہ ہدایت جاری کی جائے کہ وہ ان کو کم سے کم تاخیر سے بمبئی بھجوادیں۔" (37)

حکومت کے سنگی چھاپہ خانہ کی موثر ترقی نے نجی تاجروں کو اس حلقہ عمل میں داخل ہونے کی ترغیب دی۔ نظیر کے طور پر ہم یہاں ایک درخواست مورخہ 8 / نومبر 1826 کی نقل کرتے ہیں جو فردونجی سہراب جی دستور ساکن حدود قلعۂ بمبئی نے پیش کی۔

"احقر درخواست کنندہ نے تجارتی قسم کا ایک سنگی چھاپہ خانہ کتابیں واخبار چھاپنے کے لیے کھولا۔ اس لیے میں معزز بورڈ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ حکومت کے چیف سکریٹری (اعلا سکریٹری) کو یہ حکم دیں کہ وہ درخواست کنندہ کو ایک اجازت نامہ، اس مقصد کے لیے ان قواعد کے تحت جو کمپنی بہادر نے مطبوں کے لیے اسی سال یعنی 1825 میں شائع کئے ہیں جاری کریں۔" (38)

مسٹر واڈن نے یہ تجویز کیا کہ اب چونکہ نجی سنگی چھاپہ خانے قائم ہوگئے ہیں لہٰذا حکومت کو چاہیے کہ وہ اپنے کل سنگی چھاپہ خانے نیٹو اسکول بک اینڈ اسکول سوسائٹی کو دیدیں، تاکہ ان نجی چھاپہ خانوں کا دائرہ عمل بڑھ جائے۔ یہ تجویز الفنسٹون نے اس بنا پر رد کردی کہ سوسائٹی ان چھاپہ خانوں کو چلانے کے اخراجات نہ اٹھا سکے گی۔ (39)

سرجان ملکوم، گورنر بمبئی نے سوسائٹی کے سالانہ جلسہ منعقدہ 8 / مارچ 1828 میں حکومت کے چھاپہ خانہ کی سنگی طباعت میں ترقی کی تعریف کی۔ یہ سوسائٹی کی سالانہ روداد بابت 1827 کے

---

(37) بمبئی سکریٹریٹ۔ ریکارڈس جی۔ ڈی۔ جلد 207 برائے 1830 صفحہ 314

(38) بمبئی سکریٹریٹ ریکارڈس، جی۔ ڈی۔ جلد 10/118 برائے 1826 صفحہ 553

(39) بمبئی سکریٹریٹ ریکارڈس، جی۔ ڈی۔ جلد 10/143 برائے 1827 صفحہ 81 تا 85

مندرجہ ذیل اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے ۔

"... سرجان مالکوم نے کہا کہ انھوں نے سنگی طباعت کی ترقی کو بغور دیکھا (جس کو دیکھ کر انھیں اطمینان خاطر ہوا) ان کو اس ادارے کے چھاپہ خانہ کی بہترین حالت جاننے کے لیے اس بالکفایت و تیز طریقہ چھپائی کے علاوہ اور کوئی مزید ثبوت نہیں چاہئے جو ان کو پیش کی گئی ایک فارسی کتاب (انوار سہیلی) سے ملا۔ انھیں (سرجان مالکوم کو) اطلاع ملی ہے کہ سوسائٹی نے اس کی قیمت صرف پچیس روپے مقرر کی جب کہ ان کا خیال ہے کہ یہی کتاب ایران میں دوسو روپے سے کم میں نہ مل سکے گی۔" (40)

پہلے سنگی طابع ہیکنڈوں کے انتقال کے بعد فرانسکو کو اس عہدہ پر 18 ستمبر 1826 میں مامور کیا گیا۔ کپتان جرویس اپنے ایک خط میں یہ لکھتے ہیں کہ وہ حکومت کے سنگی چھاپہ خانہ کے نگراں 1829 میں بنائے گئے۔ (41) سن 1830 میں انجینرنگ کالج، جس سے کپتان جرویس بحیثیت استاد وابستہ تھے، پونا منتقل ہوا۔ اس موقع پر شہر کے چند معزز باشندوں نے ایک خطبہ استقبالیہ میں جو جرویس کو پیش کیا ان کے سنگی چھپائی کے کام کی بہت تعریف کی (42) جرویس اپنے ساتھ ایک سنگی چھاپہ خانہ پونا لے گئے۔ غالباً یہ پونا میں قائم ہونے والا سب سے پہلا چھاپہ خانہ تھا۔ جب جرویس 1831 میں انگلستان واپس ہوتے تو سوسائٹی کا سنگی چھاپہ خانہ پونا میں بند ہو گیا اور یہ طے کیا گیا کہ چھپائی کے سارے کام بمبئی کے سرکاری چھاپہ خانہ میں کرایا جائے ۔

حالانکہ سوسائٹی کے مطبع میں ٹائپ چھپائی کی سہولیات بہم تھیں۔ پر سنگی چھاپہ خانہ کو کفایتی ہونے کی وجہ سے ترجیح دی جاتی۔ ہم نے اس سے قبل ان کتابوں کا حوالہ دیا ہے جو حکومت بمبئی نے انگلستان میں سرچارلس دلکنس کے تیار کئے ہوئے ٹائپوں سے شائع کیں۔ البتہ ان ٹائپوں کا سائز بہت بڑا تھا، لہٰذا ان کے استعمال سے کاغذ پر بہت زیادہ خرچ آتا۔ اسی لیے کلکتہ سے چھوٹے سائز کے ٹائپ منگائے گئے۔ ایک خط مورخہ 29 مئی 1824 میں کہ جو سوسائٹی کے سکریٹری نے حکومت کو لکھا، اس کا حوالہ ملتا ہے۔

"سوسائٹی کے چھوٹے رسالوں میں چھپائی میں کفایت کے پیش نظر کمیٹی نے یہ طے کیا ہے کہ وہ کلکتہ سے ویسے ہی ٹائپ منگائے جیسے کہ بیٹ کی سنسکرت قواعد میں استعمال

---

(40) دی فورتھ رپورٹ آف دی پروسیڈنگس آف دی بمبئی نیٹو ایجوکیشن سوسائٹی برائے 1827 بمبئی 1828، صفحہ 6

(41) ڈبلو۔ پی۔ جرویس 'لائف آف کرنل ٹی۔ بی۔ جرویس' لندن 1898، صفحہ 33

(42) بمبئی سکریٹریٹ ریکارڈس 'جی۔ ڈی' جلد 6 برائے 1830 صفحات 328 تا 330 -

ہوئے، اور جدول کا کام خود ہمارے ملازم حروف چین سے کریں گے، بعدہ یہ چھپائی کے لیے جزیرہ کے کسی ایک چھاپہ خانہ کو بھیج دیا جائے گا۔"(43)

اوپر کے اقتباس سے یہ بات واضح ہے کہ کم سے کم اس وقت تک سوسائٹی کے چھاپہ خانہ کے پاس ٹائپ چھپائی کی مشین نہیں تھی۔

ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ فردونجی مرزبان نے گجراتی حروف کے ٹائپ ڈھالے اور ایک چھاپہ خانہ قائم کیا۔ البتہ اس کے تیار کردہ ٹائپ شکل میں بہت بھدّے اور بھونڈے تھے۔ لیکن گجراتی اور دیوناگری حروف کے ٹائپ تقریباً نقطہ کمال تک پہنچانے کا سہرا گنیت کرشناجی اور جاوجی داداجی کے سر ہے جو بمبئی پریذیڈنسی (صوبہ) میں دیوناگری و گجراتی چھپائی کی تاریخ میں بہت اہم مقام رکھتے ہیں

گوند نرائن مدگاؤنکر اپنی تصنیف ممباساورنا (تاریخ بمبئی: (1863) میں گنیت کرشناجی کے پیشہ ورانہ کام کا مندرجہ ذیل دلچسپ بیان کرتے ہیں۔

"امریکی مبلغین نے ایک چھاپہ خانہ 1813 میں قائم کیا اور عیسائی مذہب پر کتابیں سنگی طباعت کے ذریعہ چھاپنا شروع کیں، متوفی گنیت کرشناجی نے یہ کتابیں دیکھکر 1840 میں یہ سوچا کہ ایک چھاپہ خانہ ہندو مذہب اور دوسرے مضامین پر کتابیں چھاپنے کے لیے قائم کرنا چاہیے لیکن اس کے پاس چھاپنے کا کوئی سامان یا مشینری نہیں تھی۔ اور نہ اس وقت بمبئی میں دستیاب تھی۔ اس لیے اس نے امریکی مبلغین کے کام کے مشاہدے اور اپنی قوت اختراع کو کام میں لاتے ہوئے بذات خود ایک چھاپہ خانہ بنانے کے تجربات کیے۔ وہ بھنڈاری ذات کا تھا اور ایک ماہر، ذہین اور دوراندیش اور ہندو مذہب میں راسخ العقیدہ شخص تھا۔ پہلے اس نے لکڑی کے مشین اپنے ہاتھ سے تیار کی اور پتھر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے مختلف مقامات سے اکٹھا کیے تاکہ وہ یہ دیکھے کہ ان سے حروف کس طرح چھاپے جا سکتے ہیں۔ اس کے بعد چھپائی کی روشنائی تیار کرنے کے مختلف طریقوں پر تجربات کرنے لگا۔ اور خود اپنی تکنیک سے مختلف قسم کی روشنائی بنائی۔ بعد میں اس نے مقامی طور پر لوہے کا ایک چھاپہ خانہ بنوایا۔ بڑے پتھر خرید کیے اور چھوٹی کتابیں چھاپنا شروع کیں۔ اس نے 1831 میں ایک مراٹھی ہندو تقویم

---

(43) بمبئی سکریٹریٹ ریکارڈیں: جی۔ڈی۔ جلد 8/361 برائے 1824 صفحہ 365

(باسامگا) اس سال کے لیے تیار کی اور چھاپی اس وقت سے پہلے طبع شدہ مراٹھی ہندو تقویم ایک شے معدوم تھی۔ اس نے تقویم کو آٹھ آنہ فی نسخہ بیچا۔ اس کی تقویم صحیح تھی اور نفیس چھپی تھی۔ اس زمانے میں برہمن چھپتی ہوئی کتابوں کے استعمال میں اکراہ کرتے تھے۔ لیکن انھوں نے یہ تقویم بہ خوشی خریدی اور ہندو نئے سال پر اس کا سال آئندہ کے متعلق نجومی پیشگوئیاں کرنے کے لیے استعمال کیا۔ گنپت کرشناجی نے اپنی طبع شدہ کچھ کتابیں ڈاکٹر ولسن، راسب گیرٹ اور راسب ایلن کو دکھائیں۔ یہ یوروپی حضرات اس کے کام سے بہت خوش ہوئے اور اس کی ذہانت کی تعریف کی۔ اس کی ہمت افزائی کے لیے انھوں نے اس کو چھپائی کا کچھ کام بھی دیا۔ اس طرح اس کا چھاپہ خانہ دور دور تک مشہور ہوگیا اور اس کی سرگرمیاں بتدریج بڑھتی گئیں۔

اس نے 1843 میں ٹائپ تیار کرنے کے طریقہ پر بھی تجربہ کرنا شروع کیا۔ کافی محنت و مشقت کے بعد اس نے ٹھپّے تیار کئے اور ٹائپ ڈھالنے کے لیے ایک ڈھالخانہ بھی قائم کیا۔ اس نے تمام ٹائپوں کا ایک مکمل ہم شکل خاندان تیار کیا اور ایک ٹائپ چھاپہ خانہ بھی قائم کیا اس طرح اس نے دونوں طرح کے چھاپہ خانوں سے گجراتی اور مراٹھی کی ہزاروں کتابیں شائع کی ہیں۔ جہاں تک طباعت کی عمدگی کا تعلق ہے غالباً وہاں کوئی دوسرا مراٹھی چھاپہ خانہ نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ (44) گنپت کرشناجی نے 1861 میں انتقال کیا۔

فن طباعت اور ٹائپ ڈھالنے کے کام میں حقیقی انقلاب جاوجی داداجی (1839 تا 1892) نے پیدا کیا۔ اس کی حیات و کارنامہ کا مختصر تذکرہ جو ٹائمس آف انڈیا کے 1912 کے شمارہ میں شائع وفیات سے لیا گیا، درج ذیل ہے۔

1 - ایک غریب گھرانے میں پیدا ہونے کی وجہ سے اس کو اسکول کی تعلیم حاصل کرنے کا موقع نہ ملا۔ جب وہ صرف دس سال کا تھا تو اسے امریکن مشن پریس میں دو روپیہ ماہوار پر نوکری مل گئی۔ یہ چھاپہ خانہ بعد میں ٹائمس آف انڈیا کے چھاپہ خانہ میں مدغم ہوگیا۔ (45) جاوجی کا وہاں تبادلہ کر دیا گیا اور تنخواہ بڑھا کر چھ روپیہ کر دی گئی۔

---

(44) گووند نرائن، صفحات 246 تا 248۔

(45) 1859 میں۔ ملاحظہ ہو جاوجی داداجی چودھری کا مختصر تذکرہ، بمبئی 1909، صفحہ 4۔

بعدہ وہ تیرہ روپیہ کے مشاہرہ پر اندو پرکاش پریس (46) کے عملہ میں شامل ہوگئے۔ جاوجی
نے ٹائپ ڈھالنے کی شد بد اس وقت حاصل کی جب وہ امریکن مشن پریس میں
کام کرتا تھا اور اس میں اضافہ کا موقع اس کو اندو پرکاش پریس میں نصیب ہوا۔ اس نے
1846 میں نجی ٹائپ ڈھالا خانہ ایک چھوٹے پیمانے پر کھولا۔ اور 1869 میں نیرانایا
ساگرا پریس قائم کیا۔ اس کے ٹائپ تمام ہندوستان اور امریکہ میں استعمال ہوتے
ہیں اور سنسکرت، مراٹھی، ہندوستانی اور گجراتی کی کتابیں جو اس کے چھاپہ خانہ سے
چھپیں۔ صحت و خوش وضعی کے لیے عالموں میں مشہور ہیں۔ مسٹر جاوجی ملنسار تھے اور
جس کسی کو جاوجی سے ملنے کا موقع ملا اس کے دل میں جاوجی کی بہت قدر و منزلت
ہوگئی۔ حال ہی میں ان کو جسٹس آف پیس بھی بنا دیا گیا تھا۔ ان کی موت فن طباعت
و ٹائپ ڈھالنے کے لیے نقصان عظیم ہے۔" (47)

جاوجی کے تیار کردہ گجراتی اور مراٹھی ٹائپ سرتاسر افضلیت کے لیے آج بھی بے نظیر ہیں۔ ان
کے دوست و رفیق کار رانوجی راوجی آروکا ذکر کرنا یہاں مناسب ہے کیونکہ اس نے کافی حد تک جاوجی
داداجی کی کامیابی میں ہاتھ بٹایا۔

ہم نے اب تک مختصر طور پر فن طباعت کے ورود اور ہندوستان کے بڑے مرکزوں میں اس کی
ابتدائی ترقی کا جائزہ لیا ہے۔ یہاں پر ہمارا مقصود ان متعدد ارتقائی حالات کا بیان کرنا نہیں ہے جو ہندوستان
میں چھاپے کی صنعت و حرفت کے استوار بنیاد پر قائم ہو جانے کے بعد واقع ہوئے اور ہماری قومی زندگی کا
جزو لاینفک بن گئے۔ حالانکہ ابتدائی دور کے بعد فن طباعت و ٹائپ ڈھالنے کے طریقوں میں کافی ترقی ہوئی
جو وقت کے ساتھ ہندوستان کی طباعت کی صنعت و حرفت نے بھی اپنائیں پر ان کا موجودہ جائزہ میں
کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔

---

(46) 1862 میں۔ ملاحظہ ہو ایضاً

(47) دی ٹائمز آف انڈیا، بمبئی، 9 ر اپریل 1912

باب چھ

چھاپہ خانہ کی مخالفت

ہندوستان میں برطانوی عہد حکومت کے اوائل ہی میں حکام چھاپہ خانہ کی ترقی کو شبہ کی نظروں سے دیکھتے تھے۔ اس وقت تک ہندوستانیوں نے اتنی ترقی نہیں کی تھی کہ وہ صحافت میں موثر طور پر حصہ لے سکیں، مزید برآں چھاپہ خانے حکمرانوں کے ہم وطنوں کے ہاتھ میں تھے۔ لیکن یہ افراد بسا اوقات حکومت کی سخت نکتہ چینی کرتے۔ ان کی نکتہ چینی نہ صرف یہ کہ اس وقت کے لئے پریشان کن تھی بلکہ یہ اندیشہ تھا کہ کہیں یہ ہندوستانیوں میں سیاسی بیداری کو ہوا نہ دے۔ اور اس صورت حال پر بہت سے حکام خاموش رہنے کو تیار نہ تھے۔ خوش قسمتی سے اس وقت بھی مثل الفنسٹون کے دور اندیش سیاست دان تھے جو یہ خیال کرتے تھے کہ مطبع کے فوری عملی فوائد برائے تعلیمات عامہ دوررس سیاسی خدشوں سے کہیں زیادہ اہم ہیں اور انھوں نے اس مشکل مسئلہ کو ایسے چھاپہ خانہ کے قیام سے حل کیا کہ جو حکومت کو جوابدہ ہو۔ سیاسی بنا پر مبلغین کی چھپائی کی سرگرمیوں کی مخالفت ہوئی۔ کیونکہ یہ اندیشہ تھا کہ کہیں مبلغین کا مذہبی جوش، دور اندیشی و سیاسی حسن تمیز کی حدود کو پار نہ کر جائے اور عوامی بے چینی کا سبب بنے۔ اور یہ کہ حکومت کی تبلیغی کاموں میں امداد کو اس کی مذہبی معاملوں میں عدم مداخلت کی حکمت عملی کے خلاف نہ سمجھا جائے۔

پہلا صحافی جو حکومت کے ایک بیباک نقاد کی حیثیت سے سامنے آتا ہے وہ جیمس آگسٹس ہکی ہے۔ ہکی نے اپنے بنگال گزٹ میں، جو اس نے 1780 میں جاری کیا وارن ہسٹنگز (گورنر جنرل) سر عالیجاہ امپے (صدر دیوانی عدالت کے صدر) کے خلاف زہر آلود حملے کیے۔ ہکی 1781 میں حراست میں لے لیا گیا اور عالیجاہ امپے کے حکم کے بموجب اس پر جرمانہ ہوا، پر اس سے کچھ اس

کا رویہ نہ بدلا۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ہسٹنگز کے حریف سر فلپ فرانسس در پردہ اس کی پشت پناہی و ہمت افزائی کر رہے تھے۔ اس پر دوبارہ 1782ء میں مقدمہ چلایا گیا۔ اور انیس ماہ کے لیے قید کیا گیا، اس کا مطبع ضبط کر لیا گیا۔ اس طرح بنگال گزٹ کی اشاعت بند ہو گئی۔

مسٹر بروس ایڈیٹر کلکتہ ایشیاٹک میرر (آئینہ ایشیا) لارڈ ولیزلی، جو 1797ء میں گورنر جنرل ہوئے، کی بے لاگ تنقید کے لیے مشہور ہیں۔ ولیزلی نے حکم دیا کہ وہ پہلے جہاز سے وطن لوٹ جائیں تاکہ تحفظ عامہ کو خطرہ لاحق نہ ہو۔ ولیزلی نے سر الورید کلارک کو لکھا (جس کو وہ اپنی کلکتہ سے غیر حاضری برائے مدراس کے دوران نگراں بنا آئے تھے)؛-

"اگر آپ اس اخبار اور دوسری فتنہ پرور اشاعتوں کے مدیروں کی روک تھام نہیں کر سکتے تو اتنا کیجیے کہ بہ جبر ان کے اخبارات کی اشاعت روک دیجیے اور ان اشخاص کو یورپ روانہ کر دیجیے۔" (1)

جلد ہی اخبارات کی سنسر شپ کا نفاذ ہوا اور مدیران و طابع کی رہنمائی کے لیے کڑے ضوابط بنائے گئے۔ ان ضوابط کی خلاف ورزی کا نتیجہ ہندوستان میں برطانوی قلمرو میں رہنے کی اجازت کی منسوخی اور ملک سے جلاوطنی تھا۔ پھر بھی یہ ضوابط صحافت کا منہ بند کرنے کے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ ولیزلی کے بعد بھی پریس (صحافت) کی بیڑیاں نہ کٹیں۔ اس ضمن میں سے کا بیان ہے:-

"لارڈ منٹو کی دوران حکومت علم کی عام ترویج کے خدشات ایک پرانا روگ بن گئے۔ جو حکومت کے عملہ کو مستقل طور پر طرح طرح کے دن کے دھڑکے اور رات کی بے خوابی بن کر ایذا پہنچاتے رہتے۔ انجیل و چھاپہ خانے کے بھوت سے آئے دن ان کی بوٹی بوٹی کانپتی اور رونگٹے کھڑے ہوتے۔ اس زمانہ میں ہماری حکمت عملی، ہندوستانی باشندوں کو مکمل طور سے جہالت و تاریکی میں رکھنا تھی۔ چاہے وہ ہماری قلمرو میں بستے ہوں چاہے خود مختار ریاستوں میں، ان لوگوں تک علم کی روشنی پھیلانے کی کوئی بھی کوشش بڑی نفرت سے دیکھی جاتی اور اس کی سخت مخالفت کی جاتی، چونکہ پریس (صحافت)

---

(1) جے سی مارشمین۔ دی لائف اینڈ ٹائمس آف کیری، مارشمین اینڈ وارڈ۔ جلد 1 لندن 1859، صفحہ 117

ایک شیطانی آلۂ کار سمجھا جاتا، لہٰذا سنسر شپ برقرار رہی۔ مدیر کے اوراق کو ناکارہ بنانے کا کام حکومت کے ایک سکریٹری کو سونپ گیا۔" (2)

لارڈ ہسٹنگز کی آزاد خیال حکمتِ عملی کی تعمیل میں پریس (صحافت) کی سنسر شپ 18 اگست 1818 کو ختم کردی گئی۔ البتہ مندرجہ ذیل قواعد پریس (صحافت) کی رہنمائی کے لیے بنائے گئے:

"ان کو ممانعت ہے حکام برائے ہند در انگلستان کے احکام اور کارروائیوں کی مخاصمانہ نکتہ چینی کو چھاپنے کی، یا مقامی حکومت کی سیاسی کارروائی پر لمبے چوڑے وعظ کی، یا کونسل کے ممبران، یا سپریم کورٹ کے ججوں یا اسقف اعظم کے خلاف جارحانہ رائے زنی کی، ۔۔ اسی طرح ان کو منا ہی ہے کہ ان مباحث کو شائع کرنے کی جو ملک کی آبادی میں حکومت کی ان کے مذہبی عقائد و رسوم میں دخل اندازی کے بارے میں شبہات وخوف وہراس پیدا کر سکتے ہوں، یا انگریزی و دوسرے اخبارات سے وہ عبارتیں دوبارہ شائع کرنا جو متذکرہ بالا کسی بھی عنوان کے تحت آتی ہوں یا اور اسی قسم کی نجی رسوا خیز خبریں و ذاتی تہمت طرازی جو سماج میں تفرقہ پیدا کریں۔ حکومت کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ ان قواعد کی خلاف ورزی کرنے والے کو سپریم کورٹ میں مقدمہ دائر کر کے سزا دلوائے یا مجرم کا اجازت نامہ منسوخ کردے اور اس کو یورپ لوٹنے کا حکم دے۔" (3)

مذکورۂ بالا قواعد اتنے سخت اور وسیع تھے کہ اگر ان پر سختی سے عمل درآمد ہوتا تب پریس (صحافت) کی آزادی برائے نام رہ جاتی۔ لیکن لارڈ ہسٹنگز ان پر عمل درآمد کرنے میں ہچکچاتے تھے اس لئے ملک میں ان کے عہد میں کافی آزادیٔ تحریر و تقریر تھی۔

لیکن کورٹ آف ڈائرکٹرس سنسر شپ کی منسوخی پر خوش نہ تھے۔ اور مسٹر کیننگ، صدر بورڈ آف کنٹرول پریس کی بحالی کے لیے دباؤ ڈالتے رہے، پر اس میں ان کو کامیابی نہ ہوئی۔ لارڈ ہسٹنگز کی سبکدوشی پر مسٹر جان آدم نے جو گورنر جنرل کی کونسل کے بزرگ ترین ممبر تھے ان کی جگہ پر

---

(2) جے، ڈبلو، کے، دی لائف اینڈ کرسپانڈنس آف چارلس، لارڈ مٹیکاف، جلد 2 لندن 1854 صفحہ 247

(3) مارشمین، ایفنٹ، جلد 2 صفحہ 184

کام کیا۔ وہ چونکہ پرانے خیالات کے منتظم تھے اور وہ ایماندارانہ طور پر یہ سمجھتے تھے کہ "ایک آزاد پریس (صحافت) اور ہندوستان ایسی استبدادی حکومت یہ بے جوڑ چیزیں ہیں۔" اس لیے ان کے دور میں آزاد پریس (صحافت) کے دشمنوں کو مواقع ملے۔ اس وقت جیمس سِلک بکنگھم کلکتہ جرنل کے کہ جو کلکتہ کا ایک اہم رسالہ تھا۔ مدیر تھے۔ انھوں نے اپنے ارد گرد ایسی لائق وبیباک ٹکڑی جمع کر لی تھی جو حکومت کی تنقید میں صاف گو تھی۔ ہیسٹنگز سے کئی بار یہ درخواست کی گئی کہ ان صحافیوں کی سرگرمیوں کو روک دیں لیکن انھوں نے کوئی بھی موثر اقدام کرنے سے انکار کر دیا۔ اس موقع پر کلکتہ جرنل نے اپنی فروری 1823ء کی اشاعت میں حکومت کے ایک پریسبیٹری چیپلن* معزز ڈاکٹر برائس کے محکمۂ اسٹیشنری میں ایک دبیر کی جگہ پر تقرر کا مذاق اڑایا۔ اس سے حکومت مشتعل ہوئی کہ وہ بکنگھم کو ہندوستان سے نکال دے۔ اور انھوں نے اس موقع کا فائدہ اٹھا کر پریس ایکٹ کو نافذ کیا جس کی رو سے:

"... کوئی بھی شخص کوئی اخبار یا کتاب جس میں قومی خبر یا اطلاع یا حکومت کی کاروائی پر سخت نکتہ چینی ہو بغیر اجازت نامے کے نہیں چھاپے گا اور یہ کہ یہ اجازت نامہ واپس لیا جا سکتا ہے اور یہ کہ کوئی بھی اخبار یا تصنیف بغیر ایسی اجازت کے اگر شائع ہوگا یا اس اجازت کے واپس لے لینے کے بعد، تو کوئی بھی دو امین صلح (جسٹس آف پیس) اس پر فی جرم چالیس پونڈ جرمانہ کر سکتے ہیں۔" (4)

بعدہٗ پریس ایکٹ کمپنی کے دوسرے علاقوں میں بھی لاگو کیا گیا اور جرمانہ کی رقم بڑھا کر سو پونڈ کر دی گئی۔ اور کسی بھی مجسٹریٹ کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ چھاپہ خانہ، ٹائپ یا چھاپنے کے دوسرے لواحقات کو اس قانون کی عدول حکمی میں ضبط کر لے۔

بکنگھم کی جلاوطنی کلکتہ جرنل کو بند نہ کر سکی۔ اس کی جگہ مسٹر آرنٹ نے لی جو ہندوستان میں پیدا ہونے والے ایک مخلوط النسل شخص تھے۔ ان کے زمانۂ ادارت میں بھی جرنل میں حکومت کی نکتہ چینی اسی شدت سے جاری رہی۔ لیکن ان کو ہندوستان سے بغیر قانونی کارروائی کے جلاوطن نہ کیا جا سکا۔ لارڈ امہرسٹ جو ابھی حال ہی میں یکم اگست 1823ء کو ہندوستان آئے تھے،

---

* پریسبیٹری فرقے کے پادریوں کی جماعت خصوصاً جو کسی علاقہ میں بطور عدالتِ دینی کے کام کرے۔ مترجم
(4) ایضاً، صفحہ 276

انھیں بات پر آمادہ کرلیا گیا کہ وہ آرنٹ کی جلاوطنی کو منظور کرلیں اور نتیجۃً ان کو انگلستان بھیج دیا گیا۔ انگلستان میں انھوں نے اس مبینہ غیر قانونی حکم کے خلاف کورٹ آف ڈائرکٹرس سے دادرسی چاہی انھوں نے آرنٹ کے حق میں فیصلہ دیا اور پندرہ ہزار پونڈ کا ہرجانہ منظور کیا۔ اس موقع پر انھوں نے یہ بھی ہدایت کی کہ کمپنی کے کسی بھی ملازم کو کسی بھی حیثیت سے کسی اخبار سے تعلق نہیں رکھنا چاہیئے۔ اس سلسلہ میں مارشمین کہتا ہے :-

"اس وقت کورٹ نے ممنوع قرار دیا کہ کوئی بھی شخص جو سرکاری ملازم ہو چاہے دیوانی، فوجی، طبّی یا کلیسائی محکمہ ہو آئندہ سے کسی بھی اخبار سے بحیثیت مدیر، مالک یا حصہ دار تعلق نہیں رکھ سکتا، بصورت خلاف ورزی اس کو اپنی نوکری سے ہاتھ دھونا پڑے گا، موجودہ معاہدوں کو ختم کرنے کے لیے چھ ماہ کا وقفہ دیا گیا" (5)

جیسا کہ ہم قبل دیکھ چکے اس وقت بمبئی سے دو مشہور اخبار یعنی بمبئی گزٹ اور بمبئی کوریر نکل رہے تھے۔ ان میں سے بمبئی کوریر کو سرکاری اشتہارات اور دوسرے اعلانات سے اچھی خاصی آمدنی تھی۔ اس سرکاری سرپرستی نے عملاً اس کو نیم سرکاری پرچہ ہی بنا دیا۔ اس کے برخلاف بمبئی گزٹ جو مسٹر فیر کی ادارت میں نکلتا اکثر حکومت کی سخت نکتہ چینی کرتا۔ اس لیے الفنسٹون پر ان کے افسران بالا نے دباؤ ڈالا کہ مسٹر فیر کو واپس وطن بھیج دیا جائے۔ اس زمانہ میں ایک حادثہ نے الفنسٹون کو مواقع فراہم کیا کہ وہ ان کی خواہشات کو مان لیں۔ سر چارلس چیمبرس جو کہ ایک جج تھے، انھوں نے الفنسٹون سے شکایت کی کہ ایک بیان میں جو بمبئی گزٹ کی ایک اشاعت میں چھپا، ایک زیر سماعت مقدمہ کے تعلق سے ان کے اوپر چھینٹے بازی کی گئی ہے۔ مسٹر فیر کو اسی قسم کی باتوں پر پہلے بھی متنبہ کیا جا چکا تھا اس موقع پر ان سے کہا گیا کہ وہ سر چارلس سے معافی مانگ لیں۔ ان کے انکار پر الفنسٹون نے حکم دیا کہ ان کو وطن بھیج دیا جائے۔ اپنے ایک خط میں جو الفنسٹون نے مسٹر اسٹریچی کو کھنڈالہ سے 17 نومبر 1824ء کو لکھا اس حادثہ کی تفصیل دی اور ساتھ ہی اس وقت کے حالات میں یورپی پریس کی آزادی کے متعلق اپنے عام رویہ کی وضاحت کی :-

---

(5) ایضاً صفحہ 356

"یہ امر باعث تعجب ہے کہ میں یہ خیال کروں کہ مجھے کچھ کہنا نہیں ہے جب کہ میں نے ایک طابع کو وطن بھیج کر ایسا قدم اٹھایا جو آپ کو سخت ناگوار ہے۔ بیشک آپ کو یہ اعتراف ہے کہ آزاد پریس (صحافت) اور غیر ملکی سلطنت کا جوڑا دو بے جوڑ چیزیں ہیں، لیکن مجھے یہ کہنے میں باک نہیں کہ آپ یہ خیال کرتے ہیں (جو پہلے صحیح تھا) کہ دیسی افراد کو پریس (صحافت) سے یا پریس (صحافت) کو ان سے کوئی غرض نہیں ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو اس معاملہ کی تمام وقعت جاتی رہے گی۔ کیونکہ تب یہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا کہ 25,000 فوجی اور 2500 تجاروں کو ایک آزاد پریس (صحافت) مہیا ہے یا نہیں۔ لیکن اب مختلف صوبوں میں دیسی افراد بھی ہمارے اخبار پڑھتے ہیں، ان کے اپنے بھی اخبارات ہیں اور وہ آزادی، ٹوری* اور وگ* کی باتیں کرتے ہیں؛ اور اس راہ میں تیزی سے ترقی کی منزل پر گامزن ہیں جس کو صرف کوئی ہنگامہ ہی روک سکتا ہے۔ اور ایسا ہنگامہ ان کے قومی جذبۂ آزادی کے قبل از وقت اشتعال سے ہی پیدا ہو سکتا ہے۔ عام افراد کی بہت بڑی تعداد اپنی سابقہ جہالت میں پڑی ہوئی ہے، اور حکومت کی آج بھی اندھے طور پر عزت کرتی ہے، کیونکہ اس کی وہ عادی ہے۔ لیکن وہ سب اس کو پامال کرنے کو تیار ہیں اگر وہ یہ دیکھیں کہ ان کے بڑے حکومت کو نیچی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ بالخصوص سپاہی جن کو بار بار سکھایا گیا ہے وہ حکومت کے بارے میں اپنے افسران کی رائے بہت جلد مانتے ہیں لیکن جب خود ان کے افسران کوئی غلط مثال پیش کرتے ہیں تو ان کے ماتحت سپاہیوں کی نظر میں ان کی وقعت جاتی رہتی ہے اور ان میں خودسری پیدا ہو جاتی ہے۔ فوج کا وہ حصہ جو یوروپی افراد پر مشتمل ہے بکنگھم کے جیسے کی خوراک کے مرود کو پسند کرتا ہے لیکن یہ ان کے دماغ پر اسوقت

---

* ٹوری۔ انگلستان کی قدیم سیاسی پارٹی کا رکن جو موجودہ قدامت پسند پارٹی کی پیشرو تھی۔ مترجم

* وگ۔ انگلستان کے ایک قدیم سیاسی فرقہ کا رکن جو 1688ء کے انقلاب کا حامی تھا اور اقتدار شاہی کو پارلیمنٹ کے ماتحت کرنا چاہتا تھا۔ موجودہ لبرل پارٹی اس کی قائم مقام ہے۔ مترجم

تک پوری اثر انداز نہیں ہوتا جب تک کہ اس میں ان کے بہتہ خیموں کے ٹھیکے
ترقی یا المختصر ایسے سوالات کا تذکرہ نہ ہو جنھوں نے ایک سے زائد مرتبہ حکومت کو
ہلا کر رکھ دیا ہو جب کہ اس بیچ کسی میں چھاپہ خانہ کی مدد شامل نہ تھی۔ باقی ماندہ یورپی
جن میں سے غالباً دو تہائی پڑھے لکھے ہیں، اتنے اہم نہیں کہ محض ان کو دلچسپ
اخبار مہیا کرنے کی خاطر پوری سلطنت کو خطرہ میں ڈالدیں۔ میرا ان تمام باتوں سے
کوئی تعلق نہیں کیونکہ جہاں تک پابندیوں کا تعلق ہے اب جبکہ میں نے سنسر شپ
ختم کردی ہے مجھے لارڈ ہسٹنگز کے ضوابط پر عمل کرنا ہے۔ ان ضوابط کا پہلا ضابطہ
ججوں کی اہانت ممنوع قرار دیتا ہے۔ ہمارے چیف جسٹس نے تمام وکلا سے جھگڑا
مول لے لیا، اور سماج وادمیں اپنے خلاف ایک زبردست محاذ قائم کرلیا۔ ان
اخبارات میں سے ایک اخبار نے جو مخالف محاذ سے وابستہ تھا، وکلا کے کچھ
بیانات چھاپے، جن کے بارے میں سرای ولیسٹ چیف جسٹس نے مارچ
سال گزشتہ یہ شکایت کی کہ ان میں ان کی توہین کی گئی ہے۔ اس پر دونوں مدیرول
کو متنبہ کیا گیا، اگست میں چیف جسٹس نے شکایت کی کہ ان پر حسب معمول حملہ کیا
گیا۔ تب اس مدیر کو جس کے خلاف شکایت تھی، دھمکایا گیا کہ اگر اس نے
دوبارہ خلاف ورزی کی تو اسس کو وطن روانہ کردیا جائے گا۔ دوسرے دن
اس نے ایک دوسرے جج سر سی، چیمبرس پر حملہ کرکے خلاف ورزی کی بجائے
اس کے کہ اس کو وطن روانہ کیا جائے، اس سے معافی مانگنے کے لیے کہا گیا وہ
اس پر رضامند نہ ہوا، تب اس کو وطن بھیجدیا گیا۔ سچ تو یہ ہے کہ کورٹ آف
ڈائرکٹرس پہلے ہی یہ حکم دے چکے تھے کہ اس کا اجازت نامہ میعاد باہر ہو چکا تھا
اگر وہ ایک مقررہ تاریخ تک نہیں آیا تا تو اس کو وطن واپس بھیجدیا جائے۔" (6)

تبلیغی چھاپہ خانہ کی مخالفت

برطانوی حکمرانوں کو یہ خدشہ تھا کہ تبلیغی سرگرمی سے برطانوی حکومت کی استقامت کو خطرہ

---

(6) ڈی ای کولبروک، لائف آف دی آنریبل ماؤنٹ اسٹوآرٹ الفنسٹون، جلد 2 لندن 1884 صفحہ 165

لاحق ہوسکتا ہے۔ ہم نے یہ دیکھا ہے کہ کیری کو سیرام پور کے ڈنمارک کی علاقہ میں چھاپہ خانہ قائم کرنا پڑا کیونکہ برطانوی حکومت نے مبلغین کو اپنی حدود مملکت میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ برطانوی حکومت نے یہ محسوس کیا کہ چھاپہ خانہ کو مبلغین کے ہاتھ میں دینا سراسر پُرازخطرہ ہوگا۔ ویلور میں 1806 میں سپاہیوں کی بغاوت ہوچکی تھی۔ اور جس میں کرنل فرنیکفورٹ اور تقریباً سو دوسرے آفیسران کا قتل عام ہوچکا تھا۔ ہندوستان میں برطانوی حکمرانوں کا ایک طبقہ اس بغاوت کا سبب مبلغین کی سرگرمیوں کے نتیجہ میں جذبات کو مشتعل کرنا ہی قرار دیتا تھا۔ اس سلسلہ میں مارشمین کا مندرجہ ذیل بیان ہے:۔

"مبلغین کی مخالف جماعت جو اس سے قبل کبھی بھی انگلینڈ یا ہندوستان میں اتنی طاقتور نہ تھی اس نے اس بات کی توثیق کی کہ ہراس اور قتل عام کی جڑ تبلیغی سرگرمیاں تھیں، اور ہندوستان میں تیس ہزار یوروپی جانوں کے تحفظ کے لیے یہ لازمی تھا کہ تمام مبلغین کو بلا لیا جائے۔ اور مزید مبلغین کو یہاں نہ آنے دیا جائے۔ اس جذبہ کا اظہار انگلستان میں اشتہار بازی، اور ہندوستان میں سیرام پور کے مبلغین کے خلاف جہاد کی شکل میں رونما ہوا۔" (7)

سن 1807 میں حکومت کی توجہ کچھ ایسے کتابچوں کی طرف دلائی گئی جس میں ہندو و مسلمان مذاہب کی اہانت کی گئی تھی۔ اور جو سیرام پور کے تبلیغی چھاپہ خانہ سے طبع ہوئے، حکومت نے ان کی اشاعت پر ڈاکٹر کیری سے جواب طلبی کی۔ اس سلسلہ میں حکومت کے سکریٹری نے جو خط 8 ستمبر 1807 کو ڈاکٹر کیری کو لکھا اس سے کچھ اقتباسات نیچے دیے جاتے ہیں:۔

"آپ کی چیف سکریٹری کے دفتر میں حاضری کے بعد سے بنگالی اور ہندوستانی میں مختلف مقالے اور کتابچے جو غالباً سیرام پور سے شائع ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور جن میں ہندو و مسلمانوں کے مذاہب کی سخت نکتہ چینی کی گئی ہے، یہ حکومت کو پیش کیے گئے۔ ان میں دو کتابچے ایک بنگالی میں اور دوسرا ہندوستانی میں، اور جن کا تخاطب کلی طور پر مسلمان ہیں، اور ان میں ایسی ہی یا اس جیسی گالیاں مسلمانوں کے عقائد، ان کی کتب اور بانی مذہب کو دی گئی ہیں جیسی کہ اس فارسی کتابچے

---

(7) مارشمین، جلد 1 1859، صفحہ 264

میں موجود ہیں جس کے ترجمے کا ایک اقتباس میں نے آپ کو پڑھ کر سنایا.....

گورنر جنرل با اجلاس کونسل اپنا یہ ذہنی خیال کرتے ہیں کہ وہ مبلغین کی سوسائٹی کے زیر اہتمام چھاپہ خانہ میں کسی بھی ایسی تصنیف کے اجرا کو ممنوع قرار دیں جو دیسی باشندوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہونچائے. یا ان کے عیسائیت قبول کرنے کے مقصد سے لکھی گئی ہو۔ اس سوال سے قطع نظر آیا یہ مناسب بھی ہے کہ ہندو مذہب و اسلام کی کوتاہیوں کو ان اشخاص پر آشکارا کیا جائے جو عیسائی عقائد کے بارے میں تعلیم حاصل کرنے کے خواہاں ہیں. یہ مدنظر رکھنا ہوگا کہ حکومت نے مذہبی آزادی کے لیے جو عہد کیا ہے. یہ اس کے منافی ہے اور اس کے نتائج بہت خطرناک ہو سکتے ہیں کہ عوام کے اوپر مطبوعات کے ذریعہ ایسے مواعظ کی بھرمار کی جائے جو لازماً ان کے مقدس و محترم مذہبی عقائد میں دخل اندازی کریں:

گورنر جنرل با اجلاس کونسل مزید ہدایت کرتے ہیں کہ وہ چھاپہ خانہ جو فی الحال سیرام پور میں قائم ہے چونکہ اس کا مقصد کمپنی کی حدود میں عیسائیت کی ترویج ہے۔ لہٰذا یہ حتمی طور پر ضروری ہے کہ اس کی تمام مطبوعات حکومت کے افسران کی فوری نگہداشت میں لائی جائیں۔ اس کے مدنظر مجھے حکم ہوا کہ آپ مبلغین کو گورنر جنرل با اجلاس کونسل کے. اس فیصلہ سے آگاہ کریں کہ مطبع اس پریذیڈنسی میں منتقل کر دیا جائے. صرف جہاں اس پر وہ نگرانی ہو سکتی ہے جو حکومت کے دوسرے منظور شدہ مطابع پر رکھی جاتی ہے

مجھے مزید اس بات کی ہدایت کی گئی ہے کہ آپ سے اس بات کی خواہش کروں کہ آپ تحقیق کریں اور حکومت کو مطلع کریں کہ وہ کتابچے اور صحیفہ جات جن کا ذکر اس خط میں آیا ہے یا اسی قسم کی اور کتب جو اب تک حکومت کی نظر سے نہیں گزریں. کس طرح اور کن کن مقامات پر تقسیم کی گئیں۔ اور یہ کہ مبلغین اس امر کی حتی المقدور کوشش کریں گے کہ ان مطبوعات کو اشاعت سے واپس لے لیں" (8)

---

(8) ایضاً۔ صفحات 316 - 315

مندرجہ بالا عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ برطانوی حکومت کی یہ خواہش تھی کہ تبلیغی چھاپہ خانہ کلکتہ میں منتقل کر دیا جائے تاکہ حکومت اس کی کارکردگی پر موثر نگرانی کر سکے۔ ڈاکٹر کیری نے یہ سمجھ لیا کہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ کام جس کے لیے انھوں نے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا، اس کا خاتمہ ہو جائے اور یہ کہا جاتا ہے کہ ان کو جب یہ خط ملا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر روئے۔

مذکورہ خط ملنے کے ایک ہفتہ بعد، اس سلسلہ میں ایک مزید خط سیرام پور میں ڈنمارک کی گورنر کرنل کریفٹنگ کو ملا جس پر لارڈ منٹو، گورنر جنرل کے علاوہ ان کی کونسل کے دو ممبران کے دستخط تھے۔ اس میں یہ کہا گیا تھا کہ "واضح طور پر یہ مناسب اور اشد ضروری معلوم ہوا کہ مبلغین کے چھاپہ خانے کو حکومتِ ہند کی براہ راست نگرانی میں دیدیا جائے۔" کرنل کریفٹنگ نے اس سرکاری خط کے تحکمانہ لہجہ پر جو ایک خود مختار ملک کے نمائندہ کے نام تھا، اعتراض کیا اور انھوں نے مبلغین کو مطلع کیا کہ وہ کسی بھی حالت میں اس بارے میں مذکورہ مشورے پر عمل نہیں کریں گے، کیونکہ ایسا کرنا ان کے ملک کی عزت کے منافی ہوگا۔ ڈاکٹر کیری اور مارشمین نے کرنل کریفٹنگ پر چھوڑ دیا کہ وہ اصل صورتِ حال کو اپنی مرضی کے مطابق طے کریں۔ لیکن ڈاکٹر کیری کے ایک دوسرے ساتھی مسٹر وارڈ کا خیال تھا کہ تبلیغ کے وسیع مفاد کے پیشِ نظر مبلغین برطانوی برطانوی حکومت کی دشمنی نہیں مول لے سکتے، اس لیے یہ مناسب ہوگا کہ وہ ان سے "رحم کی درخواست کریں اور یہ کوشش کریں کہ ان کے رویہ میں نرمی آئے" مسٹر وارڈ کا نقطہ نظر یہ تھا۔

"مجھے اس بات میں کافی تذبذب ہے کہ یہ کہاں تک مناسب ہوگا کہ ناگواری خاطر میں برطانوی حکومت کے اس خط کے بارے میں جو برادر کیری اور گورنر کی معرفت ہمیں ملا، ہم خاموش رہیں۔ بالفرض ہم معہ چھاپہ خانے کے کلکتہ جانے کے لئے مجبور نہ ہوں تب بھی یہ کوئی معمولی مصیبت نہیں کہ ہم ان کو اپنا کھلم کھلا زخم خوردہ دشمن بنا لیں۔ وہ برادر کیری کی تنخواہ بند کر سکتے ہیں، جس کی وجہ سے ہم مشکل ہی سے گزارہ کر سکیں گے، جس کے بغیر ہمارا ترجمہ کا کام ٹھپ ہو جائے گا، اور ہم لوگوں کو قرضہ کی علت میں جیل جانا ہوگا۔ وہ کلکتہ میں نئے جلسوں پر پابندی عاید کر سکتے ہیں، وہ ہماری قواعد، لغات اور اس چھاپہ خانہ سے جاری شدہ ہر تصنیف کے اشتہارات کو اپنی قلمرو میں روک سکتے ہیں، وہ ہمارا داخلا اپنے علاقہ میں ممنوع قرار دے سکتے ہیں۔ جہاں تک کرنل کریفٹنگ کا تعلق ہے،

ہم کو اس خیال کی مخالفت کرنی چاہئیے کہ وہ برطانوی حکومت سے کوئی نزاع مول لیں اگر ہم امکانی حد تک اس کو بچا سکتے ہیں۔ اس لیے میرا خیال ہے کہ اُن [کرنل کرنیفٹنگ] کے ذریعے اب ہم سرکاری طور برطانوی حکومت کو لکھ سکتے ہیں، ہم کو چاہیئے کہ ہم اُن سے ترحم کی درخواست کریں البتہ یہ کوشش کریں کہ ان کے رویے میں نرمی آئے۔" (9)

مسٹر وارڈ کی رائے کے مطابق ایک یادداشت گورنر جنرل کو پیش کی گئی اور اس کا دلخواہ نتیجہ نکلا۔ برطانوی حکومت نے اپنا یہ مطالبہ واپس لے لیا کہ چھاپہ خانہ ان کی نگرانی میں دے دیا جائے، لیکن مبلغین کو اس بات پر راضی ہونا پڑا کہ تمام مطبوعات برطانوی حکومت کی منظوری کے لیے بھیجی جائیں۔

بمبئی میں امریکی مبلغین نے 1818ء میں ایک چھاپہ خانہ قائم کیا۔ حکومت کو اس پر اعتراض نہ ہوا شاید اس لیے کہ "یہ حکومت کے مستقر پر اور اس کے حکام کی نگرانی میں تھا" سورت میں 1820 میں ایک تبلیغی ادارہ قائم کیا گیا اور تبلیغ نے ایک چھاپہ خانہ یہاں قائم کیا (10) سورت کی صدر عدالت نے 17 اگست 1821ء میں بمبئی کی حکومت سے اس چھاپہ خانہ میں کچھ وارنٹ چھپوانے کی اجازت مانگی۔ اس امر پر ایک بحث پیدا ہو گئی کہ یہ کہاں تک مناسب ہے کہ اس یا اس جیسے دوسرے تبلیغی مطابع کو چلنے دیا جائے۔

مسٹر ای۔ ایل۔ پنڈرگاسٹ، چیف سکریٹری نے اس ضمن میں یوں لکھا ہے :-

---

(9) ایضاً صفحات 320 – 321

(10) حضرت ڈبلیو۔ فوائی و اسکنر دو مبلغین، لندن مشنری سوسائٹی 1815 میں سورت میں آئے 1817 تک انہوں نے کل عہدنامۂ جدید کا ترجمہ گجراتی زبان میں کر لیا تھا۔ انہوں نے 1820 میں ایک چھاپہ خانہ قائم کیا اور 1821 کے اختتام سے پہلے ہی گجراتی زبان میں عہدنامۂ جدید کو آٹھ حصوں میں شائع کیا۔ ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ گجراتی ٹائپ اس انجیل کے لیے کلکتے سے لائے گئے۔ اس عہدنامۂ جدید کا دوسرا ایڈیشن 1827 میں شائع ہوا۔ جس کے بارے میں بمبئی بائبل سوسائٹی کی روئداد برائے 1825 میں یہ بتایا گیا ہے کہ " ان کو گجراتی ٹائپ کے ایک نئے ہم شکل خاندان کا کلکتے سے انتظار تھا۔" دی اورینٹل کرسچین اسپکٹیٹر۔ جلد 24 (ستمبر، بمبئی 1854)۔ صفحات 399 تا 401

"میرے خیال میں بغیر حکومت کے اجازت کے صورت میں چھاپہ خانہ کا قائم کرنا کئی وجوہ سے نامناسب ہے، اور اس لیے یہ یقینی طور پر قابلِ اعتراض ہے کہ اس کو جاری رہنے دیا جائے۔" (11)

اس پر گورنر ماؤنٹ اسٹوارٹ الفنسٹون نے لکھا:-

"ہم اس سے قبل ہی ایک چھاپہ خانہ کے قیام کی اجازت دے چکے ہیں۔ لہٰذا اب سوال محض یہ ہے کہ آیا ہم اس سے استفادہ اٹھا کر کچھ سادہ اقرار نامے چھاپ سکتے ہیں یا نہیں۔ میں کسی بھی ایسی چیز کے طبع کرنے اور نشر ہونے کی اجازت نہیں دوں گا جس میں سرکاری مطبوعات پر تبلیغی مطبوعات کا دھوکہ ہو، لیکن یہاں اس کا کوئی سوال نہیں ہے۔" (12)

لیکن مسٹر ہنڈرسن گاسٹ اس پر بضد ہے کہ اس معاملہ کو کورٹ آف ڈائرکٹرس کے سامنے پیش کیا جائے اور یوں لکھا:-

"میں بذاتِ خود سورت میں تبلیغی چھاپہ خانہ کے قیام کے لیے کبھی بھی رضامند ہوا تھا، لہٰذا میں یہ چاہوں گا کہ میری یہ مختصر یادداشت بھی جو میں نے سورت کے حاکم اعلیٰ کے اس موضوع پر خط مورخہ 23 اپریل 1819ء کی پشت پر لکھی تھی، ضبطِ تحریر میں لائی جائے۔ علاوہ بریں میری یہ استدعا ہے کہ اس مسئلہ کو معزز کورٹ کے سامنے اگلے مراسلات میں شامل کیا جائے۔" (13)

مسٹر ہنڈرسن گاسٹ کی وہ یادداشت جس کا حوالہ اوپر دیا گیا، نیچے نقل ہے:

"میرے خیال میں یہ معمول نہ بنانا چاہیے کہ مختلف صوبوں کے مفصلات یا ہندوستان میں برطانوی علاقہ میں کسی بھی جگہ بجز حکومت کے مستقر اور اس کے حکام کی زیرِ نگرانی چھاپہ خانہ کے قیام کی اجازت دی جائے یا نہ

---

(11) بمبئی سکریٹریٹ ریکارڈس۔ جی۔ ڈی۔ جلد 2 سن 1821ء تا 1823ء صفحہ 401

(12) ایضاً صفحہ 403

(13) ایضاً صفحہ 405

اس کو کلی طور پر ایک دانشمندانہ اصول سمجھتا ہوں، بالخصوص اخبارات اور سیاسی کتابچوں کے لیے اور یہ مذہبی مطبوعات کے لیے بلاشبہ ناگزیر ہے۔ کیونکہ ہندوستان کے گمراہ بُت پرست باشندوں میں عیسائیت کی برکت پھیلانے کے مقصد میں مبلغین اپنے جوش میں جو ان کے پیشہ کے محدود نقطۂ نظر سے کتنا ہی پسندیدہ ہو، انجانے میں سیاسی اعتدال کی حدود سے تجاوز کر سکتے ہیں۔ اگر یہ طاقت ان کے ہاتھوں میں باقی رہنے دی جائے تو محض ایک حکم نامہ ہی ان کے روکنے کے لیے کافی نہ ہوگا، اور ہمیں شاید یہ بہت بعد میں پتہ چلے کہ ہمارے حکم کی خلاف ورزی کی گئی اور سورت جیسے شہر میں جہاں متعصب مسلمان بھرے ہوئے ہیں مذہبی رسالوں کے غیر محتاط اجرا سے ہیجان پیدا ہو سکتا ہے جس کا صحیح اندازہ کرنا مشکل ہے۔" (14)

چونکہ یہ مسئلہ کورٹ آف ڈائرکٹرس کے سامنے پیش ہونا تھا اس لیے الفنسٹون نے اس اہم مسئلہ کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار مندرجہ ذیل یادداشت میں بہ تفصیل اس طرح کیا۔

"چونکہ یہ معاملہ معزز کورٹ آف ڈائرکٹرس کے سامنے پیش ہونا ہے اس لیے میری یہ خواہش ہے کہ میں بھی اس وسیع مسئلہ پر اپنے احساسات کو واضح طور سے بیان کروں۔ حاشا میری رائے ایک مطلق العنان چھاپہ خانہ کے حق میں نہیں ہے۔ میرے خیال میں ایک وسیلہ جس کی مدد سے ایک مبلغ بُت پرستی کی لعنت کے خلاف لعن طعن کرے یا ایک ہندو غیر ملکی حکومت کے خلاف آواز بلند کرے، ہندوستان میں ہمارے حالات کے بالکل منافی ہوگا۔ تاہم اس وقت زیر غور مسئلہ یہ ہے کہ آیا ہم حکومت کی مکمل زیر نگرانی چھاپہ خانہ کی اجازت دیں گے یا نہیں۔ اور میرا قطعی جواب اثبات میں ہے۔ صرف اسی طریقہ سے ہم فن طباعت ملکی باشندوں میں رائج کر سکتے ہیں۔ میں اس فن کو بہت بڑی برکت تصور کرتا ہوں جس سے بغیر واضح، مسلم وجوہات کے دیسی باشندوں کو محروم رکھنا جائز نہ ہوگا۔ اور ہندوستان میں مجھے کوئی ایسی وجہ

---

(14) ایضاً صفحات 407 تا 408

نظر نہیں آتی۔ یہ ممکن بلکہ اغلب ہے کہ چھاپہ خانہ کافی طویل عرصہ میں دیسی باشندوں کو ہماری حکومت کا جوا اتار پھینکنے پر مجبور کرے لیکن اس سے پہلے وہ تعصبات اور توہمات کو دور کرے گا اور ان فوری خطرات کو جو حاکم و محکوم کے نمایاں بُعد سے پیدا ہو گئے ہیں، ان کو ختم کرے گا۔ چھاپہ خانہ کے یہ اثرات یقینی ہیں۔ جبکہ اوّل الذکر محض امکانی ہے۔ چھاپہ خانہ کا قیام (اگر ان مسائل سے ہٹ کر جو اس سے عارضی طور پر وابستہ ہو گئے ہیں، سوچا جائے تو یقیناً) مناسب معلوم ہوگا۔ اس کی مبلغین سے وابستگی کو ایک دوسری روشنی میں دیکھنا چاہیے۔ اگر اس کا استعمال ملک کے مذاہب کی تذلیل کے لیے یا ہمارے اپنے عقاید کو اتنے جوش و خروش سے پھیلانے کے لیے اس طرح کیا جائے کہ وہ ایک قومی ادارے کی شکل اختیار کر لے تو یقیناً اس کے نتائج تباہ کن ہوں گے۔ چھاپہ خانہ کی موجودہ حالت میں بھی کچھ خطرہ ہے، لیکن ان خطرات کی کلی تلافی ان فوائد سے ہو جاتی ہے جو چھاپہ خانہ کے ذریعہ سے دیسی باشندوں میں علم کی تبلیغ سے حاصل ہوتے ہیں۔ بدیں وجہ اس کی حوصلہ افزائی نہ کرنا غلط ہوگا۔ حاکم اعلیٰ کو یہ ہدایت ہونی چاہیے کہ چھاپہ خانہ کے قیام کی اجازت ہے لیکن وہ اور مجسٹریٹ اس بات کے لیے ذمہ دار ہیں کہ وہ حکومت کو کسی بھی خطرناک قسم کی اشاعت کے بارے میں اطلاع دیں اور اس مقصد کے لیے ان پر یہ لازم ہے کہ وہ چھاپہ خانہ سے جاری ہونے والی تمام مطبوعات کو کھلے بازار میں خرید کر لیں، یہ طریقہ میرے خیال میں کم قابلِ اعتراض ہے بہ نسبت اس کے کہ مبلغین کو قبل از اشاعت اپنی مطبوعات حکومت کے پاس بھیجنے کے لیے کہا جائے۔ تمام حکام کو ہدایت ہونا چاہیے کہ وہ کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں جس سے بظاہر بھی تبلیغی چھاپہ خانہ سے حکومت کی وابستگی کا شبہ پیدا ہو۔ اس خیال کی تائید کے پیش نظر میں اپنی پہلی تجویز کہ صدر عدالت کو دارالترجمہ کے خاکے تبلیغی چھاپہ خانہ میں چھاپنے کی بھی اجازت دی جائے واپس لیے لیتا ہوں۔ اور میری یہ گذارش ہے کہ اس کے بجائے ان خاکوں کو بمبئی میں چھپوانے کا حکم دیا جائے۔ مذکورہ شرائط و احتیاط کے ساتھ صورت میں چھاپہ خانہ کے قیام کو جائز سمجھتا ہوں اور مجھے اپنی مملکت کے

کونے کونے میں چھاپہ خانہ کی افزائش سے خوشی ہوگی :" (15)

الفنسٹون کی مذکورہ بالا یادداشت کی تجاویز سے کمانڈر انچیف مسٹر بل اور دوسرے ممبران کونسل نے اتفاق کیا اور 20 اکتوبر 1821ء کو مندرجہ ذیل فیصلہ پر پہنچے۔

"... گورنر باجلاس کونسل سورت میں تبلیغی چھاپہ خانہ کی اجازت دیتے ہیں لیکن حاکم اعلیٰ اور شہر و ضلع کے مجسٹریٹ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ایسی مطبوعات کے بارے میں جو خطرناک ثابت ہوسکتی ہیں ، حکومت کو مطلع کریں۔ اور اسی مقصد کے لیے ان کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ کھلے بازار میں چھاپہ خانہ کی تمام مطبوعات خرید کریں ۔" (16)

حکومت کو قدم قدم پر اس بات کے لیے چوکنا رہنا پڑتا تھا کہ عوام کے ذہن میں کہیں یہ شبہ نہ بیٹھ جائے کہ حکومت کا تعلق کسی طرح ہندوستان میں عیسائی تبلیغی سرگرمیوں سے ہے ۔ مبلغین کی چھپائی کی سرگرمیاں عوام کے ذہن میں اسی قسم کے مغالطے کی عام وجہ تھیں ۔ اس کی ایک دلچسپ مثال ایک واقعہ سے ملتی ہے جس کا ذکر پولیس کمشنر پونا کے نام خط مورخہ 7 فروری 1823ء میں ہے :-

" مجھے آپ کو یہ اطلاع دیتے ہوئے فخر محسوس ہوتا ہے کہ میں نے اُن تمام افراد کو نگرانی میں لے لیا ہے جو منسلکہ مراسلے کو لائے اور ان کی تمام کتب ضبط کرلیں کیونکہ وہ مذہبی معاملات پر تھیں اور ان کی اشاعت ہندو مذہب کا مذاق بنانے اور ہندوؤں کو عیسائی بنانے کی غرض سے کی گئی تھی ۔ مسٹر بال کے اشاعت کردہ مراسلے کے یہ حاملین پونا کے بازار میں اپنی گٹھڑی [مطبوعات] جن کی تعداد تقریباً چھ ہزار مختلف کتب تھی ، تقسیم کر رہے تھے ۔

حالانکہ مجھے اس سے زیادہ کسی چیز سے خوشی نہیں ہوسکتی کہ تمام ہندو عیسائی بن جائیں تاہم میں اس کو بھی اپنا فرض خیال کرتا ہوں کہ برطانوی حکومت کے اپنی رعایا کے عقائد میں رواداری کے اصول کی نگہداشت کروں ۔ مجھے یہ ہدایت

---

(15) الیفنؔ صفحات 409 تا 412

(16) ایضاً صفحہ 413

کی گئی کہ میں اپنا رویہ ایسا اختیار کروں کہ عام طور سے پھیلائے ہوئے اس خیال کا کہ
یہ کتب حکومت اپنا اقتدار بڑھانے کے لیے تقسیم کرا رہی تھی ، اس کا پوری طرح
ازالہ ہو سکے۔ اسی لیے میں نے ان افراد کو سرِ عام گرفتار کر لیا ہے، اور ان کو معہ
ان کتب بغیر کسی دیر (مغربی) گھاٹ سے باہر نکال دینے کا مصمم ارادہ ہے۔
اور یہ تاکید کی ہے کہ وہ اس قسم کے کام کے لیے آپ یا حکومت کی اجازت
خاص کے بغیر دوبارہ یہاں نہ آئیں ، ورنہ میں ان کو اس وقت تک مقید رکھنے پر
مجبور ہوں گا جب تک حکومت اس نئے علاقہ میں متعصبانہ جوش کے طریقہ کار
کے خلاف یا موافق اپنی حکمتِ عملی کا تعین نہیں کرتی۔ مجھے یہ یقین ہے کہ اس
خیال کی کہ ان عقائد و کتب کے انتشارات میں حکومت کا ہاتھ ہے ، میرے
موجودہ اقدامات سے روک تھام ہو سکے گی ، باوجودیکہ ہمارے بدخواہ اس
کا استعمال لوگوں میں خوف و ہراس پھیلانے کے لیے کر رہے تھے۔" (17)

ہم اس سے پہلے مسٹر جروس ، سکریٹری نیٹو ایجوکیشن سوسائٹی (دیسی تعلیمی انجمن) کی ایک تجویز کا حوالہ دے چکے ہیں کہ حکومت کو چھپائی کے ٹائپ درآمد کرنے چاہئیں اور ان کو ہندوستان میں نجی چھاپہ خانے کو رعایتی در پر بیچنا چاہیئے۔ (ملاحظہ کیجیے صفحہ 105)۔ اس تجویز پر عمل درآمد نہ ہوا کیونکہ مسٹر وارڈن نے جو گورنر کی کونسل کے ایک ممبر تھے اس کی مخالفت کی۔ اور اس طرح الفنسٹن کو ایک مزید موقع ملا کہ وہ صاف و پُر زور انداز میں ہندوستان میں چھاپہ خانے کے کردار پر اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

جروس کی تجویز پر مسٹر وارڈن کے اعتراضات مندرجہ ذیل الفاظ میں مرقوم ہیں :
"اگر ٹائپ خرید کر تمام ملک میں تقسیم کیے جائیں تو یہ ضروری ہو جائے گا کہ بمبئی کے
مختلف مطابع میں کچھ نوجوانوں کو ان سے منسلک کیا جائے جہاں وہ حروف چینی
کے فن کو سیکھ سکیں۔ اس مسئلہ پر چاہے میرے کچھ بھی خیالات ہوں ، لیکن ایک
بہت اہم مسئلہ جس پر بنگال کے صوبہ میں کافی مباحثہ ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اگر
دیسی افراد کو طباعت کا فن سکھایا جاتا ہے تو چھاپہ خانہ کی طاقت اور اس کے

---

(17) ایضاً صفحہ 427

اثرات ملک کی موجودہ صورتِ حال میں کیا ہونگے۔ وہ جو کچھ بھی طبع کرنا چاہیں گے اس کے اقتباسات کے بے شک فوری نتائج ظاہر ہوں گے۔۔۔" (18)

مسٹر الفنسٹون کے اس ضمن میں خیالات نیچے نقل کیے جاتے ہیں۔

"مسٹر جروس کی یہ تجویز جو میں نے آپ کو بھیجی وہ ملک میں ٹائپ تقسیم کرنے کی نہیں بلکہ ان کو صوبہ میں سستے نرخ پر بیچنا تھی۔ اس طرح چھپائی عام ہو سکے گی، لیکن اس وقت تک کہ جب ہم ایک دیسی باشندہ کو اس صوبہ کے باہر ایک چھاپہ خانہ قائم کرتے ہوئے دیکھیں، ابھی کافی وقت درکار ہوگا۔ لیکن اس وقت بھی کہ جب چھپائی عام ہو جائے گی، مجھے یہ اعتراف ہے کہ میں چھاپہ خانہ کو اس خطرہ کی نگاہ سے نہیں دیکھتا جو مجھے اس کی شروعات کرنے سے روکے۔ میں ہرگز ایک آزاد چھاپہ خانہ اور محکوم رعایا کی متضاد صورت حال قائم کرنے کے حق میں نہیں ہوں۔ جب کبھی بھی دیسی افراد ایک آزاد دستور حکومت میں شریک کار ہونے کے اہل سمجھے جائیں تب ایک آزاد پریس (صحافت) کا اضافہ ان کے حقوق کے تحفظ کے لیے ایک موثر ہتھیار کے طور پر کیا جا سکتا ہے۔ لیکن جب تک ایک خود مختار حکومت کا باقی رکھنا ضروری ہے اور وہ بھی غیر ملکی افراد کے ہاتھوں میں، تو عقل سلیم کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ایک ایسے اصول کو دیسی باشندوں میں پھیلنے سے روکیں جس کا مایۂ ناز عوام میں حکومت کا جوا اتار پھینکنے کا جذبہ و عزم پھیلانا ہے۔ لیکن میرا یہ خیال کبھی بھی نہیں ہے کہ تاوقتیکہ ہم ایک آزاد چھاپہ خانہ نہیں رکھتے ہم کو سرے سے کوئی چھاپہ خانہ ہی نہ رکھنا چاہیئے۔ ایسی صورت حال میں دیسی افراد کی حالت یقیناً قابل افسوس ہوگی، کیونکہ صرف ایک چھاپہ خانہ کے ہی ذریعہ وہ اس قابل ہو سکیں گے کہ وہ آزادی میں کسی حصہ داری کے لطف سے بہرہ اندوز ہو سکیں۔ یہ ایک فائدہ مند چھاپہ خانہ کے وجود بغیر اس پر رکاوٹیں لگائے باقی رہ سکتا ہے اور اکثر باقی رہے۔ اس کے ذریعہ کافی تعلیم اس وقت بھی

---

(18) دی بمبئی سکریٹریٹ ریکارڈس، جی۔ ڈی۔ جلد 63/8 برائے 1824 صفحہ 192۔

دی جا سکتی ہے جبکہ سیاسی مباحثہ ممنوع ہو۔ یوروپ میں بھی اس وقت ایسے بہت سے ممالک ہیں جہاں ایک آزاد پریس (صحافت) ہے اور ان میں سے اکثر نے یہ آزادی پچھلے تیس سال میں حاصل کی ہے۔ مجھے اس بات سے انکار نہیں ہے کہ دیسی افراد کے درمیان ایک چھاپہ خانہ کا قیام بالآخر ان کو محکوم بنائے رکھنے کی ہماری طاقت پر اثر انداز ہوگا۔ لیکن یہی بات تعلیم، ایک انصاف پسند عدالت، اور ہر اس چیز کے بارے میں جو اُن کی حالت کو بہتر بنانے کی حامل ہو! سب کے لیے صحیح ہے۔

بہرحال ایک چھاپہ خانہ کے خطرات دور از کار اور امکانی ہیں، جبکہ اس کے فوائد ہمارے لیے فوری و واقعی ہیں۔ بہر صورت، ہم نے چونکہ دیسی افراد کی حکومت از خود سنبھالی ہے تو یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اُن کی فلاح و بہبود میں مدد کریں، اور اب ہمارے لیے یہ کسی طرح بھی جائز نہ ہوگا کہ ہم اُن کو فنِ طباعت حاصل کرنے سے روکے رکھیں۔ یا دوسرے ایسے طریقے استعمال کریں جو دیسی افراد کے ذہن کو پست کر دیں تاکہ ہمارا تسلط باقی رہے۔" (۱۵)

دیسی چھاپہ خانہ اور حکومت کا طرزِ فکر

ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ دیسی چھاپہ خانہ کی تدریجی ترقی کے امکانات کو برطانوی حکمراں بڑے شبہ کی نظر سے دیکھتے تھے۔ جولائی ۱۸۲۵ء میں ایک حادثہ ہوا جس نے اس ضمن میں ایک قطعی حکمت عملی بنانے کی ضرورت کا احساس دلایا۔ اس واقعہ کی بنیاد بڑودہ کے براہمنوں و کالستھ پربھوؤں کے درمیان ایک تنازعہ تھا جو کچھ مذہبی رسومات ادا کرنے کے حقوق کے بارے میں تھا۔ اس تنازعہ کی جڑ جو عام طور سے ویدوکتا واقعہ کے نام سے مشہور ہے بمبئی گزٹ کے ۳ اگست ۱۸۲۵ء کے شائع شدہ مندرجہ ذیل بیان سے واضح ہے:۔

"اس موجودہ جھگڑے کی اصل ایک کالستھ پربھو مسمیٰ وِتو بادیوانجی، وزیر بڑودہ (یعنی بڑودہ) سے ہوتی ہے جو اپنے آپ و اپنے ہم ذاتوں کو ایک۔۔۔

---

(۱۵) ایضاً، صفحات ۲۲۴ تا ۲۲۶

برہمن کے حقوق دلوانا چاہتا تھا۔ اور اس نے معہ اپنے ساتھیوں کے پونا کے ایک شاستری سے تیکرطم کرکے یہ امتیازات حاصل کر لیے۔ اس کا جب کچھ سرکردہ برہمنوں کو پتہ لگا تو ان کے درمیان ایک ہیجان پیدا ہو گیا۔ شاستری کو رسوا کیا گیا اور ایک وکیل کو بڑودہ روانہ کیا گیا کہ وہ ذات برادری کے پنچوں سے یہ مطالبہ کرے کہ ان غاصبین کو برادری سے باہر کیا جائے اور ان کی حمایت کرنے والے براہمنوں کو سزا دی جائے۔ نتیجتہً بڑودہ کے وتوبا کے پگوڈا پر ایک اجتماع ہوا جس میں کثیر تعداد میں لوگ جمع ہوئے، ان سب نے یہ عہد کیا کہ اس وقت تک وہاں سے علیحدہ نہیں ہوں گے جب تک خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلے۔ ان کا جوش اس قدر تھا کہ انہوں نے پانچ دن تک بھوک ہڑتال کی، ان پانچ دنوں کے بعد انہوں نے سرکار کو ایک پیغام بھیجا اور مطالبہ کیا کہ دیوانجی دیدوکت کی رسم کی ادائیگی نہ کریں اور اپنا پیشہ اپنائیں۔ لیکن اس مطالبہ کو رد کر دیا گیا۔ کیونکہ مبینہ طور پر دیوانجی نے گائیکواڑ اور ان کی ماں کو ایک لاکھ روپیہ کی رشوت دی تاکہ وہ اس اجتماع کو فوری طور پر منتشر کرنے کا حکم جاری کریں اور بہ صورتِ انکار ان لوگوں کو نکال باہر کیا جائے۔ براہمنوں نے یہ حکم ماننے سے انکار کیا، اور بجائے اس کے کہ وہ اپنے دعوے سے دستبردار ہوں، بھوک کے مر جانے پر کمربستہ ہو گئے۔ (20)

جیسا کہ پتہ چلتا ہے کہ بمبئی گزٹ نے ایک خبر کا حوالہ دیا ہے کہ گائیکواڑ اور ان کی ماں نے اس جھگڑے میں مداخلت کے لیے ایک لاکھ روپیہ کی رشوت لی۔ یہی خبر گجراتی اخبار "ممبائی سماچار" کے شمارہ 29 اگست 1825ء میں بھی شائع ہوئی اور گائیکواڑ کی توجہ اس طرف مبذول ہوئی۔ دیوان بڑودہ نے برطانوی ریذیڈنٹ ولوبی سے اس کے بارے میں شکایت کی کہ برطانوی علاقہ میں ایک ایسے فرمانروا کے کردار پر حملہ کیا جائے جو برطانوی حکومت کا حلیف ہے۔ ولوبی نے فوراً بمبئی کی حکومت کے چیف سکریٹری کو ایک خط لکھا جس میں یہ اصرار کیا کہ یہ شکایت گورنر باجلاس کونسل کے سامنے پیش کی جائے۔ (21)

---

(20) دی بمبئی گزٹ، جلد 36، ن 1838 (چہار شنبہ 24 اگست 1825)، صفحہ 435

اس جگہ اس بات کا اعادہ مناسب ہے کہ اس واقعہ سے پیشتر بمبئی گزٹ میں ڈیوک آف یارک کے خلاف ایک زہریلے حملہ سے الفنسٹون کافی پریشان تھے جو ان کی مندرجہ ذیل قلمبند یادداشت سے ظاہر ہوتا ہے۔

"مجھے ایک خط جناب کمانڈر انچیف بالقابہ سے ملا (جس کا اب سرکاری طور پر حوالہ دینے کی انھوں نے مجھے اجازت دے دی ہے) جس میں بمبئی گزٹ کے چہار شنبہ کے شمارے مطابق ۱۷ اگست کے آخری پیراگراف کی طرف میری توجہ دلائی گئی اس میں والاحضرت ڈیوک آف یارک پر شدید حملہ کیا گیا ہے جب میں نے بنگال آڈرس برائے 1818 کو دیکھا، جس کو ہم نے یہاں 1819 کے آخر میں نافذ کیا اور وہ آج بھی نافذ ہیں تو مجھے یہ معلوم کرکے بہت تعجب ہوا کہ وہ قوانین اس حد تک صرف ہندوستانی مضامین پر محدود ہیں کہ ان میں شاہی خاندان کے خلاف اعتراضات پر کوئی پابندی نہیں ہے۔
چنانچہ ہمارے پاس اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں کہ ہم اس ہتک عزت کو نظر انداز کریں یا اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کریں۔
جہاں تک میرے علم کا تعلق ہے یہ موخر الذکر طریقہ کار کبھی بھی کسی حکومت نے اس ملک میں اختیار نہیں کیا ہے اور میری یہ واضح رائے ہے کہ اس کو کبھی بھی یہ راستہ اختیار نہیں کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہم کو ان قوانین کو تبدیل کرنا چاہیئے تاکہ آیندہ ایسے حملوں کو روکا جاسکے۔
بنگال میں 1823ء کے قوانین کے تحت ایک قانون کے ذریعہ بادشاہ اور شاہی خاندان کے خلاف اعتراضات کو ممنوع قرار دیا گیا اور میں اس قانون کے نفاذ کو یہاں بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ لیکن چونکہ یہ قوانین انگلستان میں ابھی زیر بحث ہیں اس لیے ہمارے لیے مناسب ہے کہ اس سلسلہ میں فیصلہ کا انتظار کریں۔ اور اس دوران صرف 1818ء کے قوانین نافذ ہیں، حالانکہ ان میں نقص کی وجہ سے کبھی کبھی جیسا کہ موجودہ صورتِ حال ہے پریشانی

---

(21) دی بمبئی سکریٹریٹ ریکارڈس، جی۔ ڈی جلد 98/14 برائے 1825 صفحات 320 تا 333

اٹھانا پڑسکتی ہے۔" (22)

مندرجہ بالا واقعہ سے سرکار کو اور زیادہ تشویش ہوئی کیونکہ دیسی چھاپہ خانہ کے خلاف یہ پہلی شکایت تھی۔ الفنسٹون نے یہ سمجھ لیا کہ ہندوستان میں یوروپی چھاپہ خانہ کے مقابلہ میں دیسی چھاپہ خانہ "اگر کبھی پورے طور پر سرگرم عمل ہوا تو یہ کہیں زیادہ خطرناک اور طاقتور آلہ کار ہوگا۔" اور اسی لیے انھوں نے یہ محسوس کیا کہ اس کو قابو میں رکھنے کے لیے ایک قطعی حکمت عملی کا بنانا ضروری ہے۔ اس لیے انھوں نے اس مسلہ کو بطور ایک یادداشت کے کورٹ آف ڈائرکٹرس کے سامنے پیش کیا جو نیچے نقل کیا جاتا ہے:۔

"یہ کچھ اس قسم کی شکایت ہے جو اس سے قبل والا حضرت ڈیوک آف یارک کے حملے کے سلسلے میں ملی تھی، لیکن ہم اس کو بہ آسانی نظر انداز نہیں کر سکتے۔

اس کی اشاعت میں تین اہم قابل اعتراض پہلو ہیں۔ کسی بھی اخبار کا موجودہ تلخ جھگڑے کا جو براہمنوں اور دوسری ذات کے درمیان مذہبی رسوم ادا کرنے کے حقوق کے متعلق ہے، اس پر بحث ومباحثہ کرنا باعث تاسف ہے۔ اعلیٰ حضرت گائیکوار اور ان کی ماں کے خلاف بہتان اعلیٰ حضرت کے لیے شکایت کا ایک جائز موقع فراہم کرتا ہے۔

اور آخری پیراگراف میں جہاں ان کو اپنی حکومت کے اندرونی معاملات میں بمبئی کی حکومت سے احکام حاصل کرنے کے لیے منتظر دکھایا گیا ہے اور اس طرح ان کو خلاف واقعہ ایک محکوم نمائندہ پیش کیا گیا، گو کہ اس کی انہوں نے شکایت نہیں کی، تاہم اس کا احتمال ہے کہ گائیکوار اور ان کی رعایا نے اس کو شدت سے محسوس کیا ہوگا۔

لیکن ساتھ ہی ہم کو یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ موجودہ قوانین میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جس کی اس اشاعت میں خلاف ورزی کی گئی ہو۔ ہم کسی بھی یوروپی مدیر کے خلاف کسی ایسے قضیہ میں کارروائی نہیں کر سکتے جس کا نہ تو ان قوانین

---

(22) ایضاً صفحات 221 تا 222

میں ذکر ہو اور نہ وہ کھلم کھلا فتنہ انگیز ہو۔ اور دیسی باشندے تو جا ہے وہ ان قوانین کی زد میں کبھی آتے ہوں، وہ ہماری طاقت سے باہر ہیں۔ بے شک ایسے معاملات میں قانونی چارہ جوئی کا راستہ اپنایا جا سکتا ہے، لیکن قطع نظر ان عام اعتراضات کے جو ہندوستان میں اس طریقۂ کار کے خلاف کیے جاتے ہیں (کیونکہ وہاں اس کے لازمی نتیجہ میں بدامنی، فرقہ واریت اور فحش گوئی کی افراط ہوتی ہے جس کے روکنے کے لیے دراصل یہ طریقہ کار اپنایا گیا تھا) کل ہی ہم کو مشیر قانون کا یہ مشورہ ملا کہ اس سلسلہ میں گائیکوار کو قانونی چارہ جوئی میں بہت سی الجھنوں کا سامنا ہوگا لہذا ان کے لیے بہتر یہی ہوگا کہ ایک معتدبہ رقم کے دعوئی کی کوشش سے دست بردار ہی رہیں۔

حالانکہ موجودہ واقعہ کے سلسلے میں یوروپی مدیر جو اس پیراگراف کا اصل مصنف ہے اس کے کوئی ذاتی یا سیاسی تاثرات نہیں ہو سکتے اور مجھے اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں کہ وہ اور دیسی مدیر اگر ان کی توجہ اس طرف مبذول کرائی جائے تو وہ اپنی غلطی کی بخوشی تصحیح پر تیار ہو جائیں گے۔

لہذا میں فی الحال اتنا ہی تجویز کروں گا کہ گزٹ کے مدیر کو ایک خط منسلکہ مسودہ کے مطابق بھیجا جائے اور یہ کہ پرشین سکریٹری اسی قسم کا مراسلہ دیسی مدیر کو بھیجے۔

بڑودہ کے ریذیڈنٹ کو ہدایت کی جائے کہ وہ گائیکوار سے ان پر لگائے گئے بہتان کے لیے برطانوی حکومت کی طرف سے اظہار افسوس کرے اور ریذیڈنسی میں چھاپہ خانہ کی صورت حال اور اس پر جو حکومت کی برائے نام نگرانی ہے، اس کو واضح کرے، لیکن ساتھ ہی ان کو یہ بھی اطمینان دلائے کہ تمام وہ اقدامات جو برطانوی قانون و حکومت کی عام پالیسی کے مطابق ممکن ہیں، آئندہ اس قسم کے مزید حملوں سے محفوظ رکھنے کے لیے اٹھائے جائیں گے۔

لیکن چونکہ بعد میں ایسی شکایات وصول ہونے کے امکانات ہیں، اور شاید موجودہ واقعہ سے مختلف النوع، لہذا میں یہ خیال کروں گا کہ ہم کو

کورٹ آف ڈائرکٹرس کو موجودہ طریقۂ کار کی خامیوں کی نشاندہی کرنی چاہیئے
تاکہ اگر کلکتہ پریس ریگولیشن (کلکتہ پریس ضوابط) کے خلاف اپیل میں یہ فیصلہ
ہو کہ موجودہ قانون اس قسم کی پابندیوں کی اجازت نہیں دیتا تو اس صورت
میں قانون سازیہ سے ایسا قانون بنوانے کی کوشش کریں جس کے ذریعہ
ہندوستانی حکومت کو ایسے اختیارات دیئے جائیں کہ وہ ایسے مخصوص
حالات سے نپٹ سکے۔

دیسی چھاپہ خانہ کے خلاف یہ پہلی شکایت ہے جو ہمیں ملی اور یہ واضح
کرتی ہے کہ پریذیڈنسی کی مطبوعات کے اثرات صرف اس جزیرہ (بمبئی) یا
ہمارے مقبوضات تک ہی محدود نہیں ہیں، لہٰذا اس مسئلہ پر کورٹ آف
ڈائرکٹرس کی توجہ مبذول کرانے کا یہ مناسب موقع ہے۔ حالانکہ یوروپی
چھاپہ خانہ کے غلط استعمال کی وجہ سے اس کے بالواسطہ دیسی افراد اور خاص
طور پر دیسی فوج کے اثرات سے فوری خطرات پیدا ہو سکتے ہیں، جبکہ دیسی
چھاپہ خانہ اگر کبھی پوری طرح عروج پر آجائے تب ان دونوں میں کہیں زیادہ
موثر و خطرناک آلہ کار بن جائے گا۔ اور چونکہ اس کی تیز رو ترقی کے زیادہ
احتمالات ہیں اس لیے ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم یہ طے کریں کہ اس
کے لیے ہمارا کیا رویہ رہے گا۔

میرے خیال میں صرف تین راستے ہیں جو ہم اس سلسلہ میں اختیار کر
سکتے ہیں۔ اول یہ کہ علم کی ترویج اور چھاپہ خانہ کا قیام روک دیں تاکہ دیسی
افراد موجودہ صورتِ حال میں ہی رہیں، اور چھاپہ خانہ کے اثرات کو صرف
یوروپی افراد تک ہی محدود رکھیں۔ دوئم یہ کہ دیسی چھاپہ خانہ کو مکمل آزادی دیں
اور اس آزادی کے ذریعہ قومی حکومت قائم کرنے کے فطری رجحانات میں
کوئی رکاوٹ نہ کھڑی کریں۔ سوئم یہ کہ علم و دانش کو ترقی دیں، چھاپہ خانہ کی
حوصلہ افزائی کریں۔ لیکن ساتھ ہی چھاپہ خانہ کو اتنی قیود میں رکھیں جتنا کہ انگلستان
میں چھپائی کی ایجاد کے دو صدی بعد تک رہا، اور جیسا کہ ان تمام ممالک
میں ہوتا ہے جہاں کی حکومت عوامی نہیں ہوتی۔ پہلا طریقہ بشرطیکہ قابل عمل

ہے لیکن یہ مجرمانہ اقدام ہوگا۔ دوسرا برطانوی حکومت کے قبل از یں انخلا کا باعث ہوگا۔ بریں صورت کہ کوئی دوسرا جو اُس سے بہتر ہو اس جگہ کو پُر کرے صرف تیسرا راستہ ایسا ہے جس میں دیسی باشندوں کے لیے اصلاح اور ایک معقول آزادی کی صورت نظر آتی ہے۔ اسی کے ذریعہ ہم یورپی سائنسی علوم کو منتقل کرنے کا اپنا فریضہ پورا کر سکیں گے اور شاید ایک مدت کے بعد یہ دونوں قومیں کسی حد تک اس پایہ پر پہنچ جائیں کہ آئندہ اپنے آپسی تعلقات خود طے کر سکیں۔ اس منزل پر ہم عوام کو حکومت میں شریک کار بنا سکتے ہیں اور تب یا اس کے بعد چھاپہ خانہ کو غیر مشروط آزادی بھی دی جا سکتی ہے۔

میری ان تمام تجاویز میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو میں نے اس سے پہلے (سورت میں 1821ء میں چھاپہ خانہ پر) نہ لکھی ہو۔ لیکن چونکہ یہ مسئلہ بہت اہم ہے اور فوری اہمیت کا حامل ہے لہٰذا میں اس کے اعادہ پر معذرت خواہ نہیں ہوں "۔ (23)

الفنسٹون کا خط بنام مدیر بمبئی گزٹ مورخہ 19 اکتوبر 1825ء کا مسودہ اس طرح ہے:۔

" بنام مدیر، بمبئی گزٹ

جنابعالی

مجھے یہ ہدایت ہوئی ہے کہ میں آپ کو آگاہ کروں کہ ایک عرضی آنجناب گائیگوار نے اس سرکار کے تئیں گزرانی ہے جس میں آپ کے اخبار 24 اگست میں ان کے کردار پر تہمت تراشی کے خلاف پُرزور شکایت کی گئی ہے۔

خاص طور سے عبارت کے اس حصہ پر شکایت ہے جہاں اس بات کا ادعا کیا گیا ہے کہ آنجناب اور ان کی ماں نے برا ہمنوں و لیدوؤں کے مناقشہ میں مداخلت کے لیے ایک لاکھ روپیہ بطور رشوت لیے۔ آنجناب کا یہ قول بجا طور پر جائز ہے کہ یہ دعویٰ بے بنیاد گجراتی اخبارات میں دوبارہ چھپ

---

(23) ایضاً صفحات 343 تا 351

چکا ہے اور آیندہ بھی ہند کے تمام دیسی و یوروپی اخباروں میں نقل کیا جائے گا۔
کیونکہ اس قسم کے مضامین کا حوالہ ان قوانین میں نہیں ہے جو مدیروں کو
دسمبر 1819ء بھیجے گئے لہذا گورنر جنرل باجلاس ان کی اشاعت کو بہ نظر
درگذر دیکھتے ہیں۔ وہ یہ بھی کہتے کہ اس قسم کی تہمت طرازی کا ادعا برطانوی
حکومت کے حلیف کے خلاف بذاتِ خود صریحی طور پہ قابلِ اعتراض ہے
اور قانونی چارہ جوئی کے لائق ہے۔

گورنر جنرل باجلاس کونسل اب اس سلسلہ میں کسی قسم کا دوسرا اقدام کرنے
کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے بجز اس کے کہ آنجناب گائیگوار اس کو ضروری خیال
کریں۔ تاہم ان کے خیال میں آنجناب اس توقع میں حق بجانب ہیں کہ اس خبر
کی تردید کی جائے جو محض برائے نام سند پر اعتبار کر کے شائع کی گئی اور مجھے
ہدایت ہوئی ہے کہ آپ کو متنبہ کروں کہ آپ آیندہ برطانوی حکومت کے حلیف
راجاؤں پر اس قسم کی تہمت طرازی سے باز رہیں۔ ایم۔ ای (ماونٹ اسٹوارٹ
الفنسٹون) " (24)

بمبئی حکومت کی دستاویزات میں چھاپہ خانہ کے ضوابط کا ایک مسودہ ملتا ہے جو بالآخر
19 اپریل 1825ء کو بطور ضابطہ اول بابت 1825ء شائع ہوا اور وہ سپریم کورٹ میں 11 مئی 1825ء
کو رجسٹر ہوا۔ (25) یہ مسودہ ضمیمہ میں درج ہے چونکہ اس ضابطہ کا مطبوعہ نسخہ نہ تو بمبئی کی دستاویزات
میں اور نہ ہی سپریم کورٹ میں دستیاب ہے۔

بمبئی حکومت نے 1826ء میں ایک سرکاری قرارداد کے ذریعہ اپنے ملازمین کو کسی بھی
حیثیت سے اخبار یا رسالہ سے تعلق رکھنا ممنوع قرار دیا۔ اس قرارداد کا متن نیچے نقل ہے :-

" معزز کورٹ آف ڈائرکٹرس نے یہ طے کیا ہے کہ معزز ایسٹ انڈیا کمپنی
کے تمام ملازمین کے لیے کسی بھی اخبار یا دوسرے رسالے سے بجز اس کے کہ
وہ کلی طور پہ ادبی یا علمی ہو، مدیر، مالک کل، ملکیت میں حصہ دارانہ کسی بھی

---

(24) ایضاً صفحات 363 تا 365

(25) ایضاً صفحات 283 تا 297

حیثیت سے تعلق رکھنا ممنوع ہے۔ لہٰذا اُن تمام اشخاص کو یہ حکم دیا جاتا ہے
جو معزز ایسٹ انڈیا کمپنی کے عملہ پر ہیں، چاہے وہ محکمہ دیوانی میں ہوں یا بحری
یا فوجی جراح، بشمول کشیش۔ اور تمام متعلقہ افراد کو مزید آگاہ کیا جاتا ہے کہ کورٹ
آف ڈائرکٹرس بوقت ضرورت اِس کی عدول حکمی کرنے والے کو اپنی ملازمت
سے نکال دیں گے۔" (26)

ان سرکاری ملازمین کو جن کا تعلق فی الحال کسی اخبار سے تھا۔ ان کو اپنا تعلق ختم کرنے کے
لیے چھ ماہ کی مدت دی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں حکومتِ بمبئی کی دستاویزات میں ایک عرض حال
موجود ہے جو 27 مئی 1826ء کو مسٹر فرانسس وارڈن نے پیش کیا۔ جس میں وہ یہ بیان کرتا ہے کہ
بمبئی کوریر اور بمبئی گزٹ سے اس کا تعلق بتدریج کس طرح ہوا، اور یہ التماس کرتا ہے کہ چھ ماہ کی
مدت اس تعلق کو ختم کرنے کے لیے ناکافی ہے۔ (27) وہاں ایک دوسرا خط مسٹر جیمس ایم لیڈن
مدیر کوریر کا موجود ہے جو کوریر چھاپہ خانہ کے مالک کی ایما پر لکھا گیا۔ اور جس میں اس چھاپہ خانہ کی تاریخ
پر دلچسپ روشنی پڑتی ہے۔ (28)

سر چارلس مٹکاف جو 1835ء میں گورنر جنرل لارڈ ولیم بینٹنگ کے قائم مقام جانشین
ہوئے۔ انھوں نے ہندوستان میں چھاپہ خانہ سے متعلق ایک آزاد حکمت عملی اپنائی۔ اور
چھاپہ خانہ کی آزادی پر جو بہت سی قیود تھیں ان سب کو ختم کر دیا۔ جس دن ان قیود کو ختم کرنے
کے اقدامات کیے گئے اور ایک آزاد چھاپہ خانہ 15 ستمبر 1835ء کو وجود میں آیا۔ اس دن کلکتہ
کے یورپی و ہندوستانی باشندوں نے بڑی گرم جوشی سے جشن منایا، اور اس آزاد چھاپہ خانہ
کے خالق کے اعزاز میں ہگلی کے کنارے "مٹکاف ہال" بنانے کے لیے چندہ کیا (29) اس کے
بعد ہندوستان میں چھاپہ خانہ کی بہت تیز ترقی ہوئی۔

مسٹر کے کے بیان کردہ واقعہ سے جو حیدرآباد ریذیڈنسی میں ہوا یہ پتہ چلتا ہے کہ غیر ملکی حکمراں

---

(26) دی بمبئی سکریٹریٹ ریکارڈس، جی، ڈی، جلد 121/13 بابت 1826ء صفحات 7 تا 8

(27) ایضاً صفحات 25 تا 32

(28) ایضاً صفحات 39 تا 52

(29) جے۔ ڈبلو کے صفحہ 272

دیسی صوبوں میں بھی چھاپہ خانہ کے قیام سے کس طرح خوف زدہ رہتے تھے:۔

"کپتان سیڈنھم، جو اس وقت (یعنی لارڈ منٹو کے دوران حکومت 1807 تا 1813ء) ہمارے مفاد کی اس دربار میں نمایندگی کر رہے تھے۔ انھوں نے نظام (حیدرآباد) کی یوروپی سائنس کے کچھ اختراعات دیکھنے کی خواہش کو پورا کرنے کی غرض سے تین نمونہ بصورت ہوا کش، چھاپہ خانہ اور جنگی جہاز کا ماڈل منگائے۔ اس کا ذکر انھوں نے چیف سکریٹری کے ساتھ نیم سرکاری خط و کتابت میں کیا، کہ ان کی اس بات پر تنبیہہ ہوئی کہ چھاپہ خانہ جیسا ایک خطرناک ہتھیار انھوں نے ایک دیسی فرمانروا کے ہاتھوں میں دے دیا۔ اس پر ریذیڈنٹ نے جواب دیا کہ اس پر حکومت کو تشویش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ نظام نے چھاپہ خانہ میں بہت کم دلچسپی لی اور یہ کہ انھوں نے ان حروف چینوں کو جو مدراس سے اپنے فن کا مظاہرہ کرنے ان کے پاس آئے تھے کوئی انعام و اکرام نہ دیا۔ مزید یہ بھی لکھا کہ اس پر بھی اگر حکومت نظام کے دربار میں تمدن کے اس خطرناک ہتھیار کی موجودگی پر تشویش محسوس کرتی ہے تو وہ بہ آسانی توشہ خانہ (زال خانہ) جا کر چھاپہ خانہ کو ایسا ناکارہ بنا سکتا ہے کہ وہ پھر کسی کام کا نہ رہے۔" (30)

چھاپہ خانہ کی ہندوستانیوں کی طرف سے مخالفت

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ چھاپہ خانہ کی ترقی کے خلاف ہندوستانیوں کی طرف سے بھی مخالفت ہوئی۔ یہ اس عام ردِ عمل کا حصہ تھی۔ جو مغربی اثرات کے خلاف تھا کیونکہ انھیں یہ ڈر تھا کہ یہ اثرات مذہب و روایات کے اثر کو نوجوانوں کے دماغ سے کمزور بنا دیں گے۔ یہاں چھاپہ خانہ کے خلاف اس تعصب کی ایک دلچسپ مثال کا بیان قابل ذکر ہے، بالخصوص اس لیے کہ اس میں کچھ نئے روشن خیال طبقہ کے رہنما بھی شامل تھے جو حالانکہ یوں تو مغربی تہذیب سے متاثر بھی تھے۔ اس تعصب کی بنیاد یہ تھی کہ چھپائی کی روشنائی میں جانداروں کی چربی ایک جز کے

---

(30) ایضاً صفحہ 248

طور پر شامل تھی۔ کئی قدامت پرست ہندوؤں کا یہ خیال تھا کہ مقدس کتب کی طباعت سے جس میں ایسی روشنائی استعمال ہوئی ہو ان کتب کی بے حرمتی ہوگی۔ ماہر مراٹھی صرف و نحو دادوبا پنڈورانگ اپنی خود نوشت سوانح میں کہتا ہے کہ اس کو پانی کا اشٹ ادھیائے کا ایڈیشن معہ مراٹھی ترجمہ نکالنے کا منصوبہ اس لیئے ترک کرنا پڑا کیونکہ پروفیسر بال گنگا دھر شاستری کا خیال تھا کہ مقدس کتب کی چھپائی سے عوام کے جذبات کو ٹھیس لگے گی۔ (31) وشوناتھ نارائن منڈلک نے مراٹھی صوفی شاعر تکارام کی گاتھا کا ایک ایڈیشن گنپت کرشنا جی پریس، بمبئی سے چھپوا کر شائع کیا۔ یہ گاتھا پندھارپور کے وارکاری فرقہ میں متبرک سمجھی جاتی ہے۔ منڈلک کو متنبہ کیا گیا کہ اس فرقہ کے لوگ گاتھا کے چھپے ہوئے ایڈیشن کو اس وقت تک استعمال کرنے پر تیار نہیں ہوں گے جب تک ان کو اس بات کی یقین دہانی نہ کرائی جائے کہ اس کی چھپائی میں جو روشنائی استعمال ہوئی اس میں کوئی قابل اعتراض جز شامل نہیں۔ (32) گووند نرائن مڈگاؤنکر اپنی ممبائن درشنا (تذکرہ بمبئی) میں کہتا ہے کہ بہت سے قدامت پرست پنڈت چھپی ہوئی کتاب کے صفحات کو پڑھنا یا چھونا مذہبی وجوہات کی بنا پر پسند نہیں کرتے تھے۔ (33) منڈلک کا سوانح نگار بیان کرتا ہے کہ منڈلک خود اپنے روزانہ کے اوراد میں مقدس کتب کو صرف مخطوطات کی شکل میں ہی پڑھتا تھا۔ (34)

موجودہ جائزہ کا مقصد ہندوستان میں چھاپہ خانہ کی ابتدا اور اس میں ابتدائی مدارج کی نشاندہی کرنا ہے۔ اس لیے ہم نے صرف ان کوششوں کا ذکر کیا ہے جو چھاپہ خانہ کے قیام میں مختلف جماعتوں نے مختلف ادوار میں ملک کے مختلف کونوں میں کیں۔ اور ان کوشش کرنے والی شخصیتوں، ان کے مقاصد اور ان کی صلاحیتوں کی ایک تصویر پیش کی ہے، وہ حالات جن میں ان کو کام کرنا پڑا، اور وہ کس حد تک کامیاب ہوئے، اور وہ وجوہات جن کی بنا پر یہ ابتدائی کوشش چند روزہ ثابت ہوئی اور چھاپہ خانہ کا رواج قومی پیمانہ پر نہ ہو سکا، ان سب

---

(31) اے کے پرولکر، آزبی دادوبا پنڈورانگا، بمبئی 1947، صفحہ 159

(32) جی کے مولدار، راؤ صاحب وشوناتھ نارائن منڈلک، جلد 2 بمبئی 1927 صفحہ 959

(33) گووند نرائن، صفحہ 248

(34) مولدار، جلد 1 صفحہ 277

کی ایک تصویر پیش کی ہے۔ ہم یہ بھی دیکھ چکے ہیں کہ الفنسٹون جیسے روشن خیال انگریز مدبرین
ایک غیر ملکی جبریت اور آزاد چھاپہ خانہ کے تضاد سے کماحقہ واقف تھے، اور ان خطروں سے
بھی جو ایک محکوم رعایا میں ایک "ایسے اصول کو رائج کرنے سے پیدا ہوتے ہیں جس کا مایۂ ناز عوام
میں حکومت کا جوا اتار پھینکنے کا جذبہ و عزم پھیلانا ہو"۔ بعد کی تاریخ نے یہ ثابت کر دیا کہ یہ خدشات
صحیح تھے۔ چھاپہ خانہ ہندوستان میں نشاۃ ثانیہ کے لیے بڑی حد تک ذمہ دار ہے اور اس نے
ہماری قومی آزادی کے حصول اور اس کے استحکام میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔

اہم تاریخیں

سن 650 عیسوی بلاک کی چھپائی کا استعمال مہاتما بُدھ کی تصاویر چھاپنے کے لیے ہوا۔

" 868ء ایک کتاب "ہراکا سوترا" دریافت ہوئی جو پہلی طبع شدہ کتاب خیال کی جاتی ہے۔

" 1041ء پی یشنگ نے چینی مٹی کے ٹائپ بنائے۔

" 1392ء جنرل لی نے ایک کتاب کو دھاتی تانبے کے ٹائپ سے چھاپی جو آج بھی موجود ہے۔

" 1457ء فسٹ و شوفر نے پہلی کتاب چھاپی جس پر سن طباعت درج ہے۔

" 1556ء چھاپہ خانہ کا فن ہندوستان آیا۔

" 1557ء گوا کی سب سے پہلی مطبوعہ کتاب "دوترینا کرسٹا" ولفہ سینٹ زیویر ہے۔

" 1558ء "دوترینا کرسٹا" سب سے پہلی مطبوعہ کتاب ہے جو ہندوستانی زبان میں اس سرزمین پر وجود میں آئی۔

" 1559ء ہنرق ہنرق کی مطبوعہ کتاب "دوترکرسٹا" کوچین سے شائع ہوئی۔ یہ دراصل مارکوس جارج کی مطبوعہ پرتگالی کتاب کا ترجمہ ہے۔

" 1561ء عیسائی روحانی زندگی کی ملخص، یہ گوا کی سب سے پہلی کتاب ہے جو آج کل دستیاب ہے۔

" 1674ء گوا کا مطبع جاری رہا۔

" 1616ء تھامس اسٹیفنس کا مشہور پُران (حضرت عیسیٰ کے دنیا میں آنے کے متعلق وعظ) جو ادبی مراٹھی میں ہے، شائع ہوا۔

" 1714ء اناجیل اربعہ و اسوۂ حواریین، سب سے پہلے تامل میں ٹرانکوبر سے شائع ہوئی۔

" 1743ء دیوناگری حروف میں کتب طبع ہوئیں۔

سن 1778 عیسوی بنگالی زبان و بنگالی رسم الخط میں متحرک ٹائپ سے طبع شدہ پہلی کتاب ہگلی سے چھپی۔

〃 1780 〃 جے۔ اے۔ ہکی نے بنگال گزٹ جاری کیا۔

〃 1782 〃 بنگال گزٹ بند کر دیا گیا، مطبع ضبط ہوا۔

〃 1789 〃 بمبئی کا پہلا اخبار بمبئی ہیرالڈ جاری ہوا۔

〃 1790 〃 بمبئی گزٹ جاری ہوا۔

〃 1791 〃 بمبئی سے چھپنے والی سب سے پہلی کتاب "بیان واقعات مسٹر ہنری بیکر جو اُن کو ٹیپو سلطان کی حکومت میں ڈھائی سال کی قید اور وہاں سے فرار ہونے کے دوران پیش آئے" شائع ہوئی۔

〃 1793 〃

〃 1795 〃 کلکتہ میں کیری کا ورود ہوا۔

〃 1796 〃 "ہندوستانی زبان کی قواعد" (گرامر آف ہندوستانی لینگویج) کرانیکل پریس کلکتہ سے طبع ہوئی اور جو غالباً ہندوستانی (اردو) زبان میں طباعت کا سب سے پہلا نمونہ ہے۔

〃 1797 〃 گجراتی حروف میں پہلا اشتہار بمبئی کوریر میں چھپا اور اس اشتہار کے لیے جو ٹائپ استعمال ہوئے وہ کوریر پریس کے ملازم نے ڈھالے۔

〃 1799 〃 مارشمین اور وارڈ، کیری کی امداد کے لیے آئے۔

〃 1800 〃 کیری بمعہ اپنے چھاپہ خانہ کے سیرام پور منتقل ہوئے۔

〃 1800 〃 فورٹ ولیم کالج قائم ہوا۔

〃 1802 〃 مراٹھی کا پہلا اشتہار بمبئی کوریر میں شائع ہوا۔

〃 1803 〃 پنچانن نے منوہر کو بطور اپنے معاون کے قبول کیا اور اس نے بنگالی کے بہت سے نفیس ہم شکل خاندان تیار کیے۔

〃 1812 〃 گجراتی پہلا مطبع فردونجی مرزبان نے کوریر پریس کے طابع مسمیٰ جی جی بھائی چھاپگر کی تحریک پر قائم کیا۔

〃 1812 〃 امریکن بورڈ کے پانچ مبلغین ہندوستان آئے۔

〃 1814 〃 فردونجی نے اپنے مطبع سے پہلی دیسی زبان کی کتاب ہندو سمیت سال 1871 کی تقویم چھاپی۔

سن 1817 عیسوی امریکی مبلغین عیسائی مذہب سے متعلق ایک چھاپہ خانہ قائم کرنے میں کامیاب ہوئے۔

" 1818 " لارڈ ہسٹنگز کی آزاد خیال حکمت عملی کے تحت پریس (صحافت) کی سنسرشپ ختم ہوئی اور نئے ضوابط کا نفاذ ہوا۔

" 1820 " دیسی انجن بنانے کے لیے دخانی انجن کا استعمال ہوا۔

" 1821 " گوا میں دوبارہ چھاپہ خانہ کا ظہور ہوا۔ اور اخبار "گزٹ دی گوا" جاری ہوا۔

" 1822 " پنچو پنکھیاں بمبئی سے کلیتہً مراٹھی میں شائع ہوئی۔

" 1822 " فردونجی مرزبان نے "بمبئی سماچار" پہلا گجراتی اخبار جاری کیا۔

" 1823 " انجیل کا کناڈا ترجمہ سیرام پور سے شائع ہوا۔

" 1823 " جیمس سلک بکنگھم کو ہندوستان بدر کر دیا گیا۔

" 1823 " اخباروں کے لیے پریس ایکٹ کا نفاذ ہوا جس کی رو سے بغیر اجازت نامہ کے کوئی اخبار جاری نہیں کیا جا سکتا۔

" 1823 " کلکتہ جرنل کے دوسرے مدیر آرنٹ کو بھی ہندوستان بدر کیا گیا۔

" 1825 " بمبئی پریذیڈنسی میں اخباروں کے قانون کا نفاذ ہوا۔

" 1835 " دوسرا سرکاری اخبار "کرونستا کانستی ٹیوشنال دی گوا" شروع ہوا۔

" 1835 " سر چارلس مٹکاف کے عہد حکومت میں آزاد چھاپہ خانہ کا قیام ہوا۔

" 1835 " مراٹھی حروف کا سب سے پہلا اشتہار "بلٹین دو گورنو" میں جاری ہوا۔

مخففات

۱۔ " ... " مقالے میں حذف شدہ متن کی علامت

۲۔ " " علامت مقولہ

۳۔ ' ' مقالے کے درمیان مقالے کی علامت

۴۔ [ ] علامت اضافۂ مترجم

۵۔ ( ) علامت توضیح مصنف

۶۔ (?) علامت استفہام

۷۔ —— علامت توضیح

۸۔ ص صفحات (کل تعداد)

۹۔ ص۲ صفحہ (مثلاً صفحہ ۱ تا ۲)

۱۰۔ ج جلد

۱۱۔ ح حصص

۱۲۔ ن نمبر یا شمارہ

۱۳۔ * وضاحت مترجم

۱۴۔ ء سنہ عیسوی

۱۵۔ ق م قبل مسیح

۱۶۔ ایٹیلک خط کشیدہ الفاظ یا عبارت، علامت Italics

۱۷۔ ڈاک مخفف ڈاکومنٹ بمعنی دستاویزات

۱۸۔ (بعینہٖ) متن کے غلط ہونے کی علامت مثلاً بمدرہ (بعینہٖ بمدرہ)

اصطلاحات

اُردو	انگریزی
احتسابِ کلیسائی	INQUISITION
اسپی طاقت	HORSE-POWER
اسقف	PATRIARCH
اسقفِ اعظم	LORD BISHOP
اسوۂ حوارئین	ACTS OF APOSTLE
اعترافِ دین	CONFESSION
اعلیٰ اقدس	REVERENCE
امینِ صلح	JUSTIC OF PEACE
اناجیل اربعہ	FOUR EVANGELISTS
انجیل متی	MATHEW'S GOSPEL
انشاء	CONSTRUCTION
انصارِ انجمن	BROTHERS OF SOCIETY
ایسٹر سے پہلے کا چلّہ	LENT
بارہ پوائنٹ کا	PICA
بھوج پتر	PALM LEAVES
پھٹکر کی چھپائی	JOB PRINTING
ت	
ترقیمہ	COLOPHON
تزئینی ٹائپ	ART TYPE
ٹ	
ٹھپّہ	PUNCH
ج	
جنتری	ALMANAC
جیب	SINES
چ	
چربہ	FACSIMILE

LITHOGRAPHIST	سنگ تراش
LITHOGRAPHY	سنگ تراشی
ع	
ACCIDENTALLY	عرضی
NEW TESTAMENT	عہد جدید
OLD TESTAMENT(O.T.)	عہد عتیق
ف	
EVANGELISATION,	فروغ عیسائیت
METALLURGIST	فلز کار
ق	
CASTER	قالب ساز
FOUNDER	قالب گر
COrNITHIAN	قرنتی
QUARTO	قطعہ ربعی ساز (چوتھائی)
OCTAVO or 8vo	قطعہ ثمنی (آٹھواں حصہ)
ک	
BINDry	کارخانہ جلد سازی
PENTATENCH	کتاب پنجگانہ
MATRIX	کلو فلزی
ENGRAVING	کندہ سازی
REPRODUCTION	چھپہ
WOODEN TYPE	چوبی ٹائپ
XYLOGRAPHY	چوبی چھپائی
WOODEN CUT	چوبی نقش
TYPOGRAPHY	چھپائی کے ٹائپ
ح	
SYUABLE	حروف رکن ہجی
خ	
SIGNET RINGS	خاتم مہر
TANGENT	خطِ مماس
PROCEEDINGS	خلاصہ مذاکرات
د	
STANDING PRESS	داب نشین
BELLOWS BOY	دھونکنی چلانے والا
ر	
TREATISES	رسالجات
CHPONICA	روزنامچہ
ز	
PSALMS	زبور
س	
MOULDS	سانچے

م

محافظ مطران — CARDINAL PROTECTOR

مختصر رسالہ — TRACT

مدور حروف گزاری — ROUND LETTERING

مصحح (پروف ریڈر) — PROOF READER

مکاتیب حوارئین — EPISTLES

مہر ناشر — IMPRINT

ن

ناظم — PROVOST

نایاب ناقص نسخہ — MUTILATED COPY

نقش — IMPRESSION

نقل سازی — REDUPLICATION

نقل نویسی — TRANSCRIBING

و

وزیری — FOOLSCAPE

وفیات — OBITUARY

ہ

ہجو و افترا — LIBEL

ہفت زبان — POLYGLOT

ہم شکل خاندان (حروف کا) — FOUNT

کتابیات

Artha-Sastra of Kautilya. Ed. by R. Shama Sastri
Alexander Hamilton. Account of East Indies
Autonio Maria da Cunha
A Evolucao do Jornalismo. A India Portuguesa
English Records on Shivaji
H. Hoston. Catholic Herald of India
A. da Silva Rego. Documentacao para a historia -
das missoes do Padroado purtugues do Oriente
Eustace Carey. Memoirs of William Carey.
A.K. Priolkar. R B Dadoba Pamduraiga.
A.K. Priolker. Two recently discovered letters of -
Fr. Thomas Stephens. The journal of the University
of Bombay.
A.K. Priolkar. Gujrati Mudraranu Adi-Parva. Sri
Forbes Gujrati Sabha Traimasika.
S.K. De. History of Bengali literature.
M.K. Gaudhi. Satyana Prayogo Athova Atmakatha.
Amancio Gracias. Os Portuguezes e o estabale-
cimento da imprensa na India.
N.B. Halhed. A Grammer of Bengali language.
Biblioteca Marsdena.
B. B. Patel. Parsi Prakash.
Propagation of the Gospel in the East.
Proceedings of the Fight All India Library Conference

Panduranga S.S. Pissurlancar "A proposito dos Primeiras Livros Maratas Impressos em Goa." Boletim do Instituto Vasco da Gama

Tenkanadu (Cannada Sahitya Sammelana)

Thomas Stephens. The Christian Purana (Ed. By J.L. Saldanha)

T.F. Carter. The invention of printing in China & its spread westward

T.E. Colebrooke. Life of the Honourable Mountstuart Elphinstone

George Smith. The life of william Carey

George Schurhammer. Uma obra rarissma impressa em Goa no ano 1588

George Schurhammer and G.W. Cottrell. The first printing in Indic characters. Harvard Library Bulletin

Georg Schurhammer and Josephus. Wicki. Ephistolae S. Francisci Xevierii II.

Jar ji Dadaji. Cbudharimcem Carita.

Journal of the East India Association

Josephus Wicki. Documenta Indica.

J.A. Ismael Gracia. Um Sermonario O Oriente Portuquez.

J.H. da Cunha Rivera. Archivo Portuguez Oriental Fasciculo IV

J.H. Cunha Rivera. Ensaio Historico da lingua Concanim

J.B. Primrose. The first press in India & its printers

J.W. Kaye. The Life and correspondance of Charles, Lord Metcalfe

J.C. Cunha Rivera. Chronista de Tissuary
J.C. Marsh man. The life and times of Carey, Marshman and Ward, embracing the history of Serampore Mission.
J. Murray Mitchell. in Western India.
G.R. Havaldar. Raosaheb Vishva natha Narayana Mandalika.
G.A. Grierson. Linguistic Survey of India.
G.S. Sardesai. Selections from the Peshwa Daftar.
Charles Rosner. Printer's progress.
Charles Wilkins. A grammar of Sanskrit Language.
Davidas Milhi. Dissertations (....Miscellanea Orientalia)
Diago Barbosa Machado. Biblioteca lusitana. historica critica e chronologica.
The Examiner.
The Bombay Times and Journal of Commerce
The Bombay City Gazetteer.
The Bombay Secretarial Records
The Bombay Gazette.
The Third Report of the Proceedings of Native school Book and School Society.
The Times of India.
The travells of the Abbe Carre in India and the Near East.

The Second Report of the Proceedings of Native School Book and School Society.

The Fourth Report of the Proceedings of Native School Book and School Society

The Gazetteer of Bombay City and Island.

Dr. John Fryer. New Accound of East India and Persia.

W.P. Jeruis. Life of Colonel T.B. Jeruis.

W. Carey. A grammar of Maratha language.

D.B. Parasnis. Marathi Mudranakaleta Samsodhaka Kona ? Navayuga.

D.D. Sen. History of Bengali language and literature.

Robert Drummond. Illustration of the grammatical parts of the Guzaratte, Mahratta and English language.

Robert Drummond. Grammar of Malabar language.

Rerum Aethiopicarum Scriptures Occidentales Inditi a seculo XVI and XIX.

Sir John Marshall. Mohenjo-Daro and the Indus Civilization.

C.R. Boxer. A tentative checklist of Indo-Portuguese imprints 1556-1674. Boletin do Instituto Vasco da Gama.

C.E. Buckland. Dictionary of Indian Biography.

C.S. Srinivasachari. History of the City of Madras.

C.G. Rodeles. Early Jesuit Printing in India. The journal of Asiatic Society of Bengal.
Francisco de Souza. Oriente conquistado a Jesus Christo.
K.B. Marzaban. Fardunji Marzabanji.
Gasper Correia. Lendas de India.
Goana-Malab. Epist.
Govind Narayan. Mumbaicem Varnana.
Memoirs of the Madras Library Association.
V. Srinivasachari. Maharaj Serfoji - The Scholar Prince the Journal of the Tanjore Sarasvati Mahal Library.
V.K. Rajwade. Marathayancia Ithihacim Sadhanem.

قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان کی چند مطبوعات

فنِ طباعت

مرتب:
بلجیت سنگھ مطیر
صفحات: 207
قیمت: 11/50

منشی نول کشور اور ان کے خطاط و خوشنویس

مرتب:
امیر حسن
صفحات: 111
قیمت: -/13

صحیفۂ خوش نویساں

مرتب:
مولوی احترام الدین احمد شاغل
صفحات: 330
قیمت: -/12

ہندوستان میں موزوں ٹکنالوجی کی توسیع کی تجویز

مرتب:
ایم۔ ایم۔ بدئی/
خلیل اللہ خاں
صفحات: 87
قیمت: -/10

کتاب کی تاریخ

مرتب:
شایاں قدوائی
صفحات: 280
قیمت: -/75

کتب خانہ داری ایک تعارف
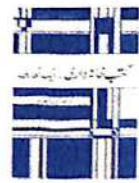
مرتب:
شہاب الدین انصاری
صفحات: 394
قیمت: -/24

نوٹ: طلبہ و اساتذہ کے لیے خصوصی رعایت۔ تاجرانِ کتب کو حسبِ ضوابط کمیشن دیا جائے گا۔

क़ौमी काउन्सिल बराए फरोग़-ए-उर्दू ज़बान
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
National Council for Promotion of Urdu Language
West Block-1, R.K. Puram, New Delhi-110066